1290

Acc no = 1290

150

افکار محب

طبعزاد

مولوی محب حسین صاحب معلم نسوان

۱۳۴۴ سنہ ہجری

در مطبع چشتیہ پریس چھتہ بازار طبع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

زمانے کی ناقدر دانیوں اور آنکھوں کی نابینائی سے یہ مصمم ارادہ دلمیں ٹھہر چکا تھا کہ اب کوئی تصنیف پبلک کے سامنے پیش نہ کرونگا اور اپنے وقت کو یاد الٰہی کے قیمتی شغل میں گزار دونگا۔ مگر ارادہ اللہ غالب ہوتا ہے پھر میں کیونکر اپنے ارادے پر مستقل رہتا۔ اس اثنا میں نواب حامد یار جنگ بہادر سے ملاقات ہوئی اور انھیں اپنے دیوان کا مسودہ دکھایا۔ نواب صاحب ممدوح نے کلام کو پسند کیا اور فرمایا کہ اس سے قوم و ملک کو بہت فائدے پہونچینگے چونکہ اس حکم دوستانہ کی تعمیل مجھپر فرض تھی اور میں نے المامور معذور کے مقولہ پر عمل کیا۔ اور نواب صاحب نے اخراجات طبع کا بار اپنے ذمہ لیا۔ اس لئے قوم و ملک کو جو کچھ فائدے اس کتاب سے حاصل ہونگے۔ انکا شکریہ صاحب ممدوح کے لئے ہوگا۔ خاتمہ کلام پر اتنا لکھنا ضرور ہے کہ ملک ابھی اعلےٰ خیالات کے لئے تیار نہیں اور ہندوستان میں ہر قیمتی تصنیف پیدا ہوتے ہی کتاب خانوں کے گورستان میں دفن ہو جاتی ہے۔ جیسے ہزار دن بچے پیدا ہوتے ہی دایا کی غفلت اور ماں کے دودھ نہ پلانے سے ملک عدم کو واپس ہو جاتے ہیں ان بچوں کی نہ تو قبروں کا نشان ملتا ہے اور نہ ان پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے یہی حال اس زمانے کے مصنفین کا ہے کہ وہ انتہائی درجہ کی کس مپرسی میں پڑے ہوئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

راقم خادم ملک
محب حسین

قصیدہ در مدح عالی جناب نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم سررشتہ حقیقات

ہیں ملک میرے ممدوح کی تسبیح سے دنگ
حد بحد سے مخاطب ہیں یہاں حامد جنگ

کافر نفس سے لڑاتے ہیں لڑائی ہر دم
تیغ لا اور الا اللہ کی لیکر وہ تفنگ

ایک ہستی کے سوا سب کو سمجھتے ہیں عدم
فی الحقیقت وہ ہیں دریاے حقیقت کے نہنگ

صولت حق کا ہے وہ رعب جبین سے ظاہر
دیکھکر شکل دبکتے ہیں بیاباں میں پلنگ

مرد میداں ہیں وہ توحید کے مثل حیدر
ایک ہی وار میں کرتے ہیں دوئی کو جو رنگ

دل مریخ لرزتا ہے وہ ہے رعب و داب
دبتے ہیں شیر ژیاں دیکھکے صورت دبنگ

دولت و جاہ میں ہے فقر و ورع کی خواہش
نوجوانی میں ہے تحصیل بزرگی کی امنگ

حسن اخلاق سے کر لیتے ہیں دشمن کو بھی رام
کام دیتے نہیں کچھ ان کو شمشیر و خدنگ

عاقبت بینی و تدبیر میں ہیں فرد فرید
صلح میں تیز روی اور لڑائی میں درنگ

کرۂ ارض تو کیا ساتوں فلک کو چھانے
دل میں پیدا ہوا گر سیر و سیاحت کی ترنگ

رہرو ان کے ہے وہ فلسفی احول چشم
اسطرح جیسے کہ بہکتا ہے کوئی پی کر بھنگ

وہ توکل وہ تجرد وہ بھروسے حق پر
دشت پر ہول میں جاتے ہیں کوئی ساتھ نہ سنگ

حسن اخلاق سے در پہ ہے یہ خلقت کا ہجوم
شمع پر جیسے کہ اطراف سے گرتے ہیں پتنگ

کیا سخاوت ہے کہ جس میں ہے نہیں فرق ملت
بے تعصب ہے وہ دل جیسے کہ آب بیرنگ

گر ضرورت ہو کبھی شر کی تو برسوں تاخیر
خیر کے کرنے میں کرتے نہیں دم بھر بھی درنگ

عرصۂ کون و مکاں ارض و سما دشت و جبل
وسعت ہمت عالی کے مقابل میں ہے تنگ

شمس رخ دیکھکے افلاک یہ کہتے ہیں ملک
بڑھ گئی چرخ چہارم سے بھی کیا ارض تلنگ

کچھ عجب شان عمارت ہے کہ دیکھی نہ سنی
وہ چھپر کھٹ وہ مسہری وہ تپائی دہرنگ

فخر دینی سے مرا ہے طبیعت ایسی ؎ عار شہرت سے ہے اور نام سے ہے اونکو ننگ
نہ حسد اور نہ عداوت نہ کسی سے کینہ آئینہ دل کا ہے وہ صاف نہیں نام کو زنگ

اس امیری پہ فقیری کا بھی چسکا ہے عجب کلاہ فخر پہ قربان ہے تاج و اورنگ
ظاہر اٹھاٹھ امیری کے فقیری اندر رکھتے ہیں سر پہ قدم چوم کے درویش ملنگ

دین و دنیا کے وہ رکھتا ہے مساوی پلے دن کو ہے کار جہان شب کو وظائف کی ترنگ
خنگ گردون کی بھی کیا اصل ہے اس کے آگے کہکشان ان کے ہے رہوار فلک سیر کا تنگ

راتدن مختلف الوان میں گھوڑے جوڑے گاہ مشکی ہے سواری میں کبھی اسپ سرنگ
ان کے گھوڑے سے بڑھیں دوڑ میں کیا انکی مجال باد و برق و مہ و خورشید فلک سیر میں لنگ

کو دبلی کے ذرا دیر میں تحرطے ہو جائے مہر و الفت کی لگاتے ہیں دلوں میں وہ سرنگ
نظر بھر جو پڑ جائے کسی پر اون کی سنگ پارس ہو ذرا دیر میں وہ پارۂ سنگ

صید گہہ میں جو کبھی جاتے ہیں وہ بہر شکار سر کے بل دوڑتے آتے ہیں خود آہو و کلنگ

حلم عرفان کی اشاعت میں عجب دی جو مدد
تو دکن میں بھی ہوا فیض کا ایک دوسرا رنگ

رباعیات

بتقریب دورہ جناب نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم جنگلات سرکار عالی بمقام بیکنڈہ ضلع ورنگل

ہیں حامد یار جنگ ناظم بن کے — طوبیٰ کی طرح پیڑ کھڑے ہیں تن کے
بیکنڈہ ہے بیکنٹھ قدم سے اونکے — اور تیرہ سو چونتیس ہیں فصلی سن کے

ایضاً

وہ رعب ہے انکا کہ لرزتے ہیں پلنگ — وہ عدل ہے انکا کہ عدالت بھی ہے دنگ
کیونکر نہ عجب رشک چمن ہو جنگل — ہیں ناظم صحرائے دکن حامد جنگ

در مدح حمید النساء خانم دختر نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم جنگلات ملک سرکار عالی

پشتون سے شجاعت کی ہیں رکن اعظم — لیتے ہیں بہادر بھی اب وجد کے قدم
مردوں سے فن جنگ میں بہتر ہے یہ زن — ہے فخر دکن آج حمیدہ خانم

ایضاً

گر آج یہاں خولہ ازور ہوتی — خود داد شجاعت حمیدہ دیتی
کیونکر نہ کرے شیر نیستان کو شکار — سر افسر ملک کی بہادر بیٹی

بتقریب یازدہم شریف بمقام نرسم پیٹھ سنہ ۱۳۴۳ھ بآنہا دورہ جناب نواب حامد یار جنگ بہادر ناظم جنگلات ملک سرکار عالی

ہیں حامد یار جنگ دورہ پہ یہاں — اور ساتھ ہیں بیگم بھی معہ فرزنداں
سن تیرہ سو چالیس پہ ہیں تین عجب — کیا یازدہم کی فاتحہ کا ہے سماں

ایضاً

بریانی ہے شیرکم نرسم پیٹھ — دعوت میں ہیں جنگل کے قلی بھی اور سیٹھ
کیوں خوش نہ ہوں اس نذر سے غوث اعظم — کھائی ہے غریبوں نے اسے بھر کے پیٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

جدھر دیکھو اُدھر منھ ہے سما ہے تا سمک تیرا — وہ نابینا ہے جو دیکھے نہ چہرہ مردمک تیرا
تجھے غائب سمجھتے ہیں نہیں ہے نور آنکھوں میں — ظہور حسن دائم ہے زمیں سے تا فلک تیرا
فقط اللہ واقف تھا حقیقت سے تری آدم — بھلا کیا جانتے خود مرتبہ جن و ملک تیرا
شجر ہی سے نہ کچھ انی انا الحق کی صدا آئی — کلام ہر لسانِ دہر ہے لاریب و شک تیرا
نہیں تیرے سوا عالم میں کوئی ظاہر و باطن — پتہ پایا نہ کوران جہاں نے آج تک تیرا
ممیز کون ہے تیرا کہ عقل فلسفی ڈھونڈے — نہ جنس و فصل تیری ہے نہ کوئی مشترک تیرا
فضیلِ راہزن ہی کچھ نہ مبذولِ عنایت تھے — بہت ہی ہو گیا ہے فضل جن پر یک بیک تیرا
یہ شیرینی ہے حسن و عشق ہیں تیرے ہی عرفاں کی — مزہ دیتے نہیں جب تک نہ ہو ان میں نمک تیرا
بصیرت آنکھ میں آتی نہیں اہلِ بصارت کی — نہ دیکھے جلوۂ انوار جب تک مردمک تیرا
تری نیرنگیاں ہم دیکھتے ہیں چشم ظاہر سے — جہاں ہے آئینہ خانہ زمیں سے تا فلک تیرا

ترے رتبہ کو سمجھے وہ محب جو غرق الفت ہو
یہ حوریں ہیں کنیزیں اور دربان ہے ملک تیرا

ہیں محمد جسم و جانِ کبریا — صاحبِ لولاک، شانِ کبریا
باطن انکا حق ہے ظاہر انکا خلق — شکلِ آدم میں ہے جانِ کبریا
فرش و گنبد روضۂ اقدس کا وہ — ہے زمین و آسمانِ کبریا
ما رمیت اذ رمیت گفتِ حق — ان کا نیزہ ہے نشانِ کبریا
سجدہ گاہِ عالمِ ملک و ملک — در ہے اِن کا آستانِ کبریا
ایک ہی ہیں اصل میں کیا فرق ہے — جانِ احمد اور جانِ کبریا
کیوں نہ ہم دیکھیں انھیں ہر شان میں — کل یوم جب ہے شانِ کبریا
روضۂ اقدس کی بھی کیا شان ہے — ہے مکان و لامکانِ کبریا
غیر حق جو انکو سمجھیں غیر ہیں — ہیں موحد خاندانِ کبریا

ہے محبت میں محب کچھ تو مزا
عشق ہے جب جسم و جانِ کبریا

یہ بزم تری ہے جام تیرا — کہے پیرِ مغاں غلام تیرا
اللہ و خدا ہے اسمِ اعظم — ہر نام صنم ہے نام تیرا
عالم کی ہزاروں منزلیں ہیں — اک جا نہیں کچھ قیام تیرا
سنتا ہوا میں گوشِ دل سے ہر دم — بے صوت و صدا کلام تیرا
کچھ دیر و حرم نہیں ہے مخصوص — ہر فرش ترا ہے بام تیرا
گر اپنی غرض کی دوستی ہے — ہے بانگ گدا سلام تیرا
ہر تارِ نفس ہے تارِ برقی — ہر خطرۂ دل پیام تیرا
اے عشق خدا بچائے تجھ سے — ہے شاہ و گدا غلام تیرا
رکھا سر نفس پر قدم جب — جنت میں ہے پھر تو گام تیرا
تو ہی ہے کلیم اور سامع — ہر صوت و سخن کلام تیرا

تو ہی تو ہے جانِ جملہ عالم　　ہر شئے کا ہے اسم نام تیرا
تیرے ہی تو مختلف ہیں اسماء　　جاری ہے زبان پہ نام تیرا
رحمت میں ہیں غرق ارض و افلاک　　ہے رحم و کرم جو عام تیرا
ہوتے ہیں تجھی کو رنج و راحت　　ہر دل میں جو ہے مقام تیرا
بے رنج کے کیا ملے محبّ گنج
یہ تو ہے خیال خام تیرا

مسجد میں خدا خدا نہ کرنا　　ہاں سجدۂ بت قضا نہ کرنا
مرنا نہیں عشق میں ہے جینا　　اس درد کی کچھ دوا نہ کرنا
برتاؤ خدا کی خلق کے ساتھ　　اچھا کرنا برا نہ کرنا
ہے شرم و حیا خدا سے لازم　　کرنا بندوں سے یا نہ کرنا
پایا درِ یار خاک ہو کر　　اس در سے جدا صبا نہ کرنا
ہم میں بھی ہے قوتِ تحمل　　تم وار کبھی خطا نہ کرنا
دشمن پہ بھی اپنے وقت قابو　　کرنا ہی کرم جفا نہ کرنا
منظور ہے گر رضائے مطلق　　اللہ سے بھی دعا نہ کرنا
سہنا بخوشی ہزار تکلیف　　یاروں کو مگر خفا نہ کرنا
یہ رسم قدیم ہے بتوں کی　　دل لیکے کبھی وفا نہ کرنا
الفت میں محبّ ہے لاکھ کلفت
خود آرزوئے بلا نہ کرنا

زاہد نے جناں کا خواب دیکھا　　مستوں نے اسے حجاب دیکھا
جب آتشِ عشق میں جلے ہم　　دوزخ کا نہ پھر عذاب دیکھا
کیا اس نے جہاں کے خیر دیکھے　　جس نے نہ ترا عتاب دیکھا

ہے ایک بنائے جملہ اعداد
کثرت کا نہ کچھ حساب دیکھا

حاسد کو مثال مار و کژدم
کھاتے ہوئے پیچ و تاب دیکھا

ہیں ذات و صفات ایک دائم
دنیا کو مگر سراب دیکھا

پیری سے خدا کے دوستوں کا
جاتے نہ کبھی شباب دیکھا

اٹھا جو دوئی کا دل سے پردہ
ذرہ میں بھی آفتاب دیکھا

فرقت میں کٹی جو عمر ساری
دوزخ میں جلے عذاب دیکھا

یہ عشق ہے ایک راہ سیدھی
ہر راہ میں پیچ و تاب دیکھا

سمجھے کہ سقر ہے غرق رحمت
جب برق کو زیر آب دیکھا

ثابت ہوا بے مثال ہے وہ
ہر شے کو جو لاجواب دیکھا

دیکھی نہ کبھی خرابیٔ دل
سو بار یہ تن خراب دیکھا

مرنے پہ کھلا کہ ہمنے جی کر
دنیا کا عجیب خواب دیکھا

جز وہم دوئی کے اور کس نے
دریا سے الگ حباب دیکھا

تب آئی سمجھ میں پختہ کاری
جب دلکو محبت کباب دیکھا

شمع پہ گر کے کھلا حال جو جلجائیگا
عین کیا حق یقین علم ہے پروانے کا

داغ حسرت ہیں ہمیشہ تر و تازہ دلمیں
اس گلستاں کو نہیں خوف ہی مرجھانیکا

جا کے کیا کیجیے گا بیت حرم میں کیا ہے
راستہ لیجیے سیدھا ہے وہ بتخانہ کا

مئے پئے جا کہ غم دہر سے ہو جائے نجات
دور گردوں میں عجب دور ہے پیمانہ کا

دیکھتے خود کو ہیں جو خلق کے آئینہ میں
بار اٹھاتے ہیں وہی خویش کا بیگانہ کا

دل بہل جائے جو دنیا پہ تو کر عشق صنم
حیلہ یہ خوب ہے اس طفل کے بہلانیکا

تیرے عشاق ہیں سب ہر دو جہاں سے آزاد
نہ خیال انکو ہے جینے کا نہ مرجانیکا

کچھ بھی اسرارِ حقیقت کی نہیں جنکو خبر ڈر انہیں کو تو جہنم میں ہے گر جانیکا
عشق و دنیا ہے اسے اسکو ہی سودائے خدا ایک ہی حال ہے ہشیار کا دیوانیکا
بستیاں بسکے اجڑ جاتی ہیں ہر روز یہاں حال عبرت سے ذرا دیکھ تو ویرانیکا
بیج سے پیڑ ہوا پیڑ سے پھر بیج ہوا ہے یہی سلسلہ آنیکا یہاں جانیکا
اپنے ہی وہم سے لڑتا ہے کبھی ملتا ہے کچھ عجب حال ہے اس عقل کے دیوانیکا
بت پرستی ہی سے ہوتا ہے خدا کا دیدار شیخ کرتا ہے طواف آکے جو بتخانیکا
بعد مرنیکے ہیں سب از دو لوئی باہر دفن ہوتے ہی کھلا بھید سر اک دانیکا
کچھ چھپانے بھی اسرار حقیقت نہ چھپے نام بدنام انا الحق سے ہے دیوانیکا
شرک کو چھوڑ کہ اس وہم و دوئی سے ہر گز حق کی جانب تو کبھی راہ نہیں پانیکا

وہ جو الفت کے مزے ہیں اور اہل محبت کے
شیخ جنت میں بھی حوروں سے نہیں پانیکا

ہے یہ سماں بہار کا لطف ہے لالہ زار کا وقت وصال یار کا مستی پائیدار کا
ایک ہی شاخ میں یہاں خار بھی گل بھی ہیں عیاں مرتبہ ایک ہے کہاں برگ کا گل کا خار کا
حرص و غضب کو چھوڑ دے پنجہ نفس موڑ دے زہر کا دانت توڑ دے ڈر نہیں پھر تو مار کا
عشق کی وہ شراب ہے جس سے دل آفتاب ہے مست نہیں خراب ہے نام نہیں خمار کا
جتنے مراقبات ہیں راہِ ترقیات ہیں نقد معاملات ہیں نام نہیں ادھار کا
دم کو سمجھ کہ ہے وہ کیا بال کسی کی زلف کا سب کے تنوں میں ہے بندھا سلسلہ ایک تار کا
سینہ مہ پہ تھا جو شب رکھتے تھے سیر جسکو سب صبح کو ہے زمیں پہ اب حال تو دیکھ ہار کا
روز سزا ہے اور جزا درد میں کوئی مبتلا گھر ہے کہیں بہشت سا دن ہے یہی شمار کا
جسکی خودی ہوی فنا اوس کو ملی یہاں بقا یہ چرخ ہفتم سے بڑھ گیا مرتبہ اس چمار کا
روز الست یاد کر ذات احد پہ تھی نظر اپنی خودی سے درگذر وقت یہی ہے کار کا

فکر جہاں میں ہے یہاں گاہ خنین گہے چناں — حال ہے باد و برق ساں خاطر بیقرار کا
دانے ہیں گو جدا جدا ایک ہی پھل میں ایکجا — یہ ہیں عیان ثابتہ دیکھ ثمر انار کا
دیر و حرم سے در گذر دلکو بنا خدا کا گھر — ذکر اوسی کا ورد کر وقت ہے وصل یار کا
دل میں خدا کو یاد کر روک بدن کے پنج در — برج عدو سے ہو نہ سر ایک بھی پھر حصار کا

دل ہی محبؔ خدا کا گھر دیر و حرم سے خوبتر
گرد طواف اسی کے کر حج ہے یہی کبار کا

نہ تھا احمد بیار احد سے جدا کہا اسکو خدا تو برا نہوا — مرے دل نے یہ جوش جنوں میں کہا کوئی دوسرا اس کے سوا نہوا
نہیں سمجھا ذرا بھی عدوے بشر کہ خدا تو ہے اصل اور جہاں ہے شجر — کئے مکر و فریب ہزار مگر کوئی عبد خدا سے جدا نہوا
ہوی عمر تیرے ہی ظلمت قہر عیاں تھا نور کا جس میں ذرا بھی نشان — کٹی عمر گناہوں میں مفت یہاں مگر آئینہ دل کا صفا نہوا
رہے اپنی خودی میں جو آٹھ پہر ہوی حجاب میں عمر عزیز بسر — کہاں ہوتے آگے یہ وقت سحر کوئی فرض خدا کا ادا نہوا
دیا دل ہے جسنے خودی کو مٹا اسے اپنے میں آپ ملا ہے خدا — رہا اسکا وجود نہ اس کی جفا ہی مورد جرم و خطا نہوا
کبھی غور رسی کی جو جہاں پہ نظر ہوی ہم کو فریب نظر کی خبر — رہا پھر تو نظیر میں نہ خیر نہ شر ہوا دھیان میں جو وہ برا نہوا
ہوی عمر نماز و دعا میں بسر کئے دیر و حرم کے طواف مگر — ہوا عشق کا دل پہ ذرا نہ اثر جو خودی نہ مٹی تو خدا نہوا
نہیں رحمت حق سے کوئی بھی جدا کوئی اس کی نظر میں نہ برا بھلا — کئے لاکھ گناہ ہزار خطا کسی ایک سے وہ تو خفا نہوا
نہیں اپنے خیال پر اپنا اثر نہیں آجکی کل کی کسیکو خبر — ہوی رنج میں عمر اسی کی بسر وہ جو قائل حکم قضا نہوا
کبھی فوج نگاہ کی تیر چلی کبھی تیغ بغیر زباں سے کلام چلی — ہوی آہ میرا ہے کوئی نہ کسی جو بیسر ہوا یہ گلا نہوا
تری مکر و فریب و دغا میں ہنر تری چال میں لاکھوں ہیں فتنہ و شر — کئے قول قرار ہزار مگر کوئی ایک بھی عہد وفا نہوا
تری تیر نگہ نے خدا کی قسم کئے قتل بہت آہوی حرم — ہوا پار کلیجہ کے تیر ستم کوئی ایک نشانہ خطا نہوا
نہ تھا قابل وصل حسیں میں اگر مرے حال پہ ہوتی کرم کی نظر — گئے رات کو آپ رقیب کے گھر مجھے بوسہ پا بھی عطا نہوا

ہوی عشق میں عمر محبؔ جو بسر رہا جسم کا ہوش نہ جان کی خبر
رہی رخ پہ اسی کے ہماری نظر کبھی شغل نماز و دعا نہوا

خیالِ خام ہے سر میں یہ خود نمائی کا
خودی کو چھوڑ تو مالک ہے تو خدائی کا

خدا کی سمت کبھو کس طرح ہو قلب رجوع
یہاں خیال ہے ہر شخص کو خدائی کا

خدا و خلق جدا کب ہیں بات ہے اتنی
کہ وہم پڑ گیا ہے خلق کو جدائی کا

منافقت نہیں کچھ قول و فعل میں باہم
زباں سے کرتے ہیں دعویٰ وہ آشنائی کا

ہزار رنگ سے آتا ہے سامنے وہ شوخ
غضب کا شوق ہے پردہ میں خود نمائی کا

خدا نے دی ہے جوانی تو ہو گلو پہ نثار
یہی تو وقت ہے کچھ قسمت آزمائی کا

کمالِ عشق یہی ہے کہ زشت و خوب ہو ایک
اثر نہ دل پہ ہو تیرے کسی برائی کا

محال ہے عمل خیر رائیگاں ہو کبھی
ثمر برا نہیں دیکھا کبھی بھلائی کا

غلط یہی تھا وفا کی تھی دہر سے جو امید
گلا نہیں ہے ہمیں اس سے بیوفائی کا

جنوں نہیں ہے کہ دنیا کی سمت ہوں مائل
یقیں ہے اس زنِ بدخو کی بے وفائی کا

پھرا نہ ٹھوکریں کھاتا میں دربدر صد شکر
ہوا جو شوق ترے در کی جبہہ سائی کا

محبؔ سمجھ نہیں سکتا ہے عشق کو وہ کبھی
مزہ نہ چکھا ہو جس نے کہ آشنائی کا

کل کا مالک جو یار ہے میرا
سب پہ پھر اقتدار ہے میرا

زیست میں نیستی سے کام رہا
بے نشانی مزار ہے میرا

جس کو کہتے ہیں مہر روز جزا
وہ بھی ادنیٰ شرار ہے میرا

نفسِ کجرو ہے رہنمائے طریق
راستہ پیچدار ہے میرا

جب سے چھوڑی ہے غیریت میں نے
جس کو دیکھو وہ یار ہے میرا

کششِ عشق ہر دو جانب ہے
ان کو بھی انتظار ہے میرا

اپنے دل پر نہیں ہے جب قابو
کیا پھر اختیار ہے میرا

ماسوا سے نہیں مجھے مطلب
لا الٰہ شعار ہے میرا

شغلِ مے اور خدمتِ ساقی　　بس یہی روزگار ہے میرا
اختلاف خواص و لعن عوام　　اک یہی اشتہار ہے میرا
خاکساری کا دیکھئے یہ عروج　　آسمان پر غبار ہے میرا

کی محبت محبّ جو دنیا سے
غم سے سینہ فگار ہے میرا

بہ پیش نظر ہے دلبر والشمس والضحیٰ　　ہر شے ہے مہر انور والشمس والضحیٰ
ہے آفتابِ وحدت پرتو فگن دلو پر　　روشن ہیں جسم جسم کے گھر والشمس والضحیٰ
رخسارِ مہر تاباں چین جبیں شعاعیں　　قطرے عرق کے اختر والشمس والضحیٰ
دنداں و لب ہیں تیرے ای ماہرو خجل ہیں　　الماس و لعل و گوہر والشمس والضحیٰ
جلوے دکھا رہی ہیں سنگ و شجر میں تیرے　　آتش شرارہ و اخگر والشمس والضحیٰ
تیرا ہی تو ہے چہرہ آنکھیں ہیں جس سے خیرہ　　خورشید روز محشر والشمس والضحیٰ
جب آفتاب وحدت چمکا تو پھر یہ کثرت　　ہے شبنم گل تر والشمس والضحیٰ
ہے کثرت تجلی دیدار رخ سے مانع　　خیرہ ہے دیدۂ مہر والشمس والضحیٰ
چمکا جو میرے دل میں وہ آفتاب وحدت　　دیکھا جہاں کو اندر والشمس والضحیٰ
آتے نظر ہیں اندر خورشید و ماہ و اختر　　کھلتے ہیں دل کے جب در والشمس والضحیٰ
پڑھ کل من علیہا فان کہ یار کا رخ　　پردے سے اب ہے باہر والشمس والضحیٰ
وہ خواب میں جو آئے سمجھا یہ روز محشر　　آیا ہے مہر سر پر والشمس والضحیٰ
صورت جو اس کی دیکھی قرآن سارا بھولا　　بس یہ ہی کیا ہے ازبر والشمس والضحیٰ
گرتے ہی برق وحدت تھا طور اک جلکر　　موسیٰ گرے زمیں پر والشمس والضحیٰ
اس ایک مہروش کی ساری تجلیاں ہیں　　کیا عرض کیا یہ جوہر والشمس والضحیٰ
سورج جو پوجتے ہیں کیا اس میں ہے برائی　　یہ بھی ہے روئے دلبر والشمس والضحیٰ

۹

تاریکیٔ لحد کی کیا فکر ہے محب کو
دل میں ہے روئے دلبر والشمس والضحیٰہا

جلوہ گاہِ ازلی ہے یہ مکانِ دنیا
کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْن ہے، شانِ دنیا

ناز و انداز و کرشمے ہیں کہاں حور و نمیں
دل فریبی میں ہیں ہمیشہ بتانِ دنیا

ہے اسی عالمِ ناسوت میں تکمیلِ صفات
بدگمانی سے ہے جنت پہ گمانِ دنیا

عیش و شادی و غم و رنج ہیں سب یکساعت
بے ثباتی ہے یہی ایک نشانِ دنیا

رنج و شادی و غم و عیش گذر جاتے ہیں
سیلِ دریائے فنا ہے گذرانِ دنیا

کچھ پتہ ہی نہیں چلتا ہے کدھر جاتی ہے
بے نشانی ہے فقط ایک نشانِ دنیا

کیا بھرا جائیگا بھرنے سے یہ قعرِ دوزخ
خواہشیں چھوڑ کہ ہو بند دہانِ دنیا

غیرت چھوڑ کہ مٹ جائے غمِ رنجِ جہاں
عین دنیا ہی میں ہے تجھکو جنانِ دنیا

غضب و شہوت و لذاتِ جہاں ہیں دوزخ
ہے مگر ذکرِ خدا ایک جنانِ دنیا

جانِ دنیا کی ہے عرفانِ خداوندِ جہاں
ہے غلط یہ کہ زر و مال ہے جانِ دنیا

جا کے ویرانوں میں گرتے ہوئے آثار دیکھے
سن ذرا کان لگا کر تو بیانِ دنیا

روز افزوں ہے ترقی پہ شباب عاشق
اور بوڑھوں سے بھی بدتر ہے جوانِ دنیا

شادیانے کہیں بجتے ہیں کہیں ماتم ہے
نغمۂ عیش ہیں یہ آہ و فغانِ دنیا

آدمی چیز ہے کیا صید فرشتے بھی ہوئے
حرص و شہوت ہے غضب تیر و کمانِ دنیا

ہر در کانِ نمک رفت نمک شد کی مثل
سب کو اپنا ہی سا کر لیتی ہے کانِ دنیا

رہ کے دنیا میں ہوئے آہ گرفتارِ بلا
قابلِ رحم ہیں آفت زدگانِ دنیا

دیکھ پچھتائیگا میز و دنبۂ امیروں کے نہ جا
زہر آلودہ ہے اندر سے یہ خوانِ دنیا

بیٹھ عزلت میں محب چھوڑ کے دنیا کی ہوس
کہ یہی صبر و توکل ہے جنانِ دنیا

مرتبہ خاک سمجھتے ملک و جان تیرا — حق شناسا ہے فقط حضرت انساں تیرا
جسطرف دیکھے اُسی جا ہے ترا ذکر جلی — مسجدیں تیری اذاں تیری ہے قرآں تیرا
بت بناتا ہے تو ہی اور تو ہی کہتا ہے خدا — شرک و وحدت ہیں ہمہ دیں ترا ایماں تیرا
جس کو جی چاہتا ہے اسکو بناتا ہے خدا — عالم خلق میں موجود ہے شیطاں تیرا
تو نہ سجدہ کرے گر بت کو تو مسجود ہو کیوں — سیر یہ معبودوں کے واللہ ہی احساں تیرا
تجھ میں ہیں بندہ و اللہ کی شانیں دونوں — خلق و اخلاق ہے یہ ظاہر و پنہاں تیرا
حور و غلمان و ملک تیرے یہ سب خادم ہیں — باغ جنت بھی تو ہی ایک گلستاں تیرا
جتنے اوصاف خدا میں ہیں وہ سب تجھ میں ہیں — حق کا عرفاں ہے واللہ یہ عرفاں تیرا
تیرے انوار جمالی و جلالی ہیں عیاں — ایک رحماں ہے رخ دوسرا شیطاں تیرا
جو ترے دل کا تقاضہ ہے وہی ہوتا ہے — پردۂ غیب سے بر آتا ہے ارماں تیرا
تیرے رخسار ہیں یہ دونوں حدوث اور قدم — روح واجب ہے ترا جسم ہے امکاں تیرا
عالم فرق میں وحدت کو نہ تو سمجھے گا — ٹوٹ جاتا ہے یہاں آتے ہی پیماں تیرا
دار دنیا میں جو آتا ہے تو کیا لاتا ہے — پہلے آنے سے ہے موجود یہ ساماں تیرا
بیٹھ جاتا ہے جو تو اس پہ توکل کر کے — آپ ہو جاتا ہے خود غیب سے ساماں تیرا
عشق کو چھوڑ کے دنیا میں جو پھنس جاتا ہے — یہ خسارہ ہے ترا اور یہ نقصاں تیرا
زن و فرزند سے رکھتا ہے امید افسوس — جز خدا کون مددگار ہے ناداں تیرا

یار سے کب ہے جدا جو ہے تجھے فکر وصال
ہے یہ وہمی و خیالی محبؔ ارماں تیرا

کہیں کیا سنگ اسود ہے حرم کیا — خدا کے گھر میں یہ طوف صنم کیا
خدا کی سمت پھر دنیا سے منہ موڑ — ذرا سی دیر کی شادی و غم کیا
خود اپنے دل سے جسم و روح کو پوچھ — یہ حادث کیا ہے یہ سرِّ قدم کیا

اضافی ہے فنائے عالم دہر — کوئی موجود ہوتا ہے عدم کیا
شکم میں ماں کے کھینچا نقش تیرا — سمجھ دل میں کہ ہے لوح و قلم کیا
نہیں ہے وجہ گھبراہٹ یہ دل کی — خدا جانے کیا کس پر ستم کیا
کبھی اس پر کبھی کی ہے فکر تونے — یہ تن کیا ہے یہ جاں کیا ہے یہ دم کیا
ہوا معلوم رخ کے خال و خط سے — کیا ہے اس نے قرآں میں رقم کیا
خودی والے خدا کے راستہ میں — کرینگے خرچ دینار و درم کیا
رہینگی بند گر یہ دل کی آنکھیں — تو پھر دیکھیگا تو سیر ارم کیا
خدا جانے کہ آخر کار ایک دن — بلا لائیگی جھوٹوں پر قسم کیا
کہے کیا اس سے کوئی حال اپنا — نہ سمجھے جو ستم کیا ہے کرم کیا
نہیں قرآں میں پڑھتے حشر و نشر — ہمیں سے پوچھتے ہیں وہ جہنم کیا
چھٹی جب خود نمائی کبر و نخوت — پیالہ گل کا کیا اور جام جم کیا
جو سمجھے ہیں حقیقت سب کی ایک ہے — اثر اپنا کریگا اپنے ستم کیا

محب اس سخت دل سے کیا محبت
جو کہتا ہو کرم کیا ہے ستم کیا

دیکھا نہ کور چشم نے رخ آفتاب کا — اٹھنا نہیں ہے سہل دوئی کے حجاب کا
آنکھوں کا ہے قصور کہ دیکھیں نہ روئے یار — جلوہ ہر ایک سمت ہے اس بے نقاب کا
تیرے سوا نہ لینگے کسی اور شے کا نام — موقعہ ملے ہمیں کبھی اگر انتخاب کا
عاشق سے آکے پوچھیں گے کیا منکر و نکیر — کیا حوصلہ کسی کو سوال و جواب کا
کر دل میں سوتے جاگتے اس مہروش کو یاد — پڑتا سیاہ مہ پہ ہے نور آفتاب کا
بندے میں اور حق میں نہیں غیریت کوئی — بحر محیط میں ہے موج و حباب کا
کرتے ہیں یاد ورد کتابی کو جو دوام — پڑھتے وہی سبق تو ہیں ام الکتاب کا

آتا نظر ہے دور سے پانی مگر ہے خاک — دنیا کا مال و جاہ ہے دھوکا سراب کا
بے سوز عشق لطف نہیں ذوق و شوق میں — کیا خام سے مقابلہ پختہ کباب کا
سجدوں میں ہیں معرفت کی یہ گنگا جمن نہیں — آباد اولیا سے ہے خطہ دوآب کا
دیوانہ تیرے عاشق شیدا کا ہے خطاب — نااہل مستحق نہیں ہرگز خطاب کا
لطف و کرم تو یار کے ہوتے ہیں دلفریب — مشکل مگر ہے سامنا قہر و عتاب کا
یہ بھی ہے ایک نفس پرستی چھپی ہوئی — طاعت میں گر خیال ہے تجھکو ثواب کا
مسجد کو چھوڑ کر در میخانہ پر پڑے — پڑ جائے شیخ کو بھی جو چسکا شراب کا
جنگل میں بھی جو جا کے تو ہو جائے رشک خلد — فیض قدم ہے یہ ترے خانہ خراب کا
ہوتا ہے انکسار سے جو خاک کوئے یار — پاتا وہی ہے مرتبہ عالیجناب کا

وہ خاکساری علی مرتضیٰ کہاں
رکھتے بہت ہیں نام محب بوتراب کا

جنت کا شوق اور نہ ڈر ہے جحیم کا — کافی ہے ورد نام خدائے کریم کا
پکڑا ہے جسنے خاتم پیغمبران کا ہاتھ — سالک یہاں وہی ہے رہ مستقیم کا
گر آخرت میں چاہتا ہے حور اور قصور — ہو باپ اس جہاں میں درخت یتیم کا
جسکو سمجھ رہا ہے غلط وہ بھی ہے صحیح — حکمت بغیر فعل کہاں ہے حکیم کا
حادث کی اور قدیم کی نسبت سے فرق ہے — ورنہ ہے ایک علم ہزاروں علیم کا
رحم و کرم سے جن و ملک سے بھی بڑھ گیا — انساں میں وصف ہے یہ خدائے کریم کا
اہل کرم کو کیوں نہ کرامت نصیب ہو — مظہر جہاں میں ہے وہ خدائے کریم کا
عالم ادھر ہے اور ادھر ہو کا ہے سماں — دیکھ آئینہ میں عکس حدوث و قدیم کا
اللہ و لوح اور محمد کے ہیں حروف — مطلب کھلا ہوا ہے الف لام میم کا
سیرت میں جانور ہو تو صورت سے کیا حصول — انساں ایک نام ہے ذہن سلیم کا

کثرت سے ہر مقام میں لاکھوں ہیں نام سمجھ — ہے قحط ہر زمانہ میں مردِ فہیم کا
تیرے سوا سنا نہ کیا غیر سے کلام — پہنچا یہ حال تیرے مسیح و کلیم کا
نعمت ملے تو اس میں سے کچھ راہِ حق میں دے — یہ شکر واقعی ہے خدائے نعیم کا
صحبت سے اہلِ حرص کی پرہیز چاہیے — دامن پکڑ جہاں میں خدا کے ندیم کا
ہوتی جو عقل لذتِ دنیا کو چھوڑتا — عاشق ہوا ہے کس زنِ بدخو عقیم کا
ہوتا ہے ناگوار بھی عادت سے خوشگوار — پھل پہلے تلخ بعد میں شیریں ہے نیم کا
نا فہم ہیں جہاں میں محب مورد عذاب
راہِ نجات نام ہے طبعِ سلیم کا

جھگڑا ہے دیر و کعبہ میں عبد و الٰہ کا — سب جا وہی ہے فرق مگر ہے نگاہ کا
آزاد وہ ہے حرص و غضب سے جو ہی چھوٹا — قیدی ہر ایک نفس ہے دنیا کی چاہ کا
پابندِ حرص و تارکِ حرص و ہوا کو دیکھ — رتبہ سوا ہے تاج سے دلق و کلاہ کا
میشین گن کی شکل میں آیا ہے چرخ سے — غافل وہی دھواں ہے تو بیکس کی آہ کا
ناکردہ کار سہل سمجھتے ہیں عشقِ یار — ہے خوف مشکلات ہیں لیکن نباہ کا
ویرانہ میں ملیگا کوئی گنجِ لازوال — دامن پکڑ فقیرِ خراب و تباہ کا
جب فعل قول کے نہ مطابق کسی کا ہو — دل میں کدر ضرور ہے کچھ اشتباہ کا
دل ایک اس میں دو کی محبت سمائے کیا — طالب خدا پرست نہیں مال و جاہ کا
وہ دن نہ آئے پھر کہ جو وہ روبرو نہ ہو — یارب دکھا نہ منہ مجھے روزِ سیاہ کا
چل نقشِ پا کو دیکھ کے ملجائیگا سراغ — رہبر ملے اگر نہ کوئی تجھکو راہ کا
دل میں ہو درد گر تو ہوا قوال پُر اثر — ہر فعل ہے گواہ یہاں درد خواہ کا
دیکھیں تری گلی کے فقیروں کا مرتبہ — شیر سے گدا کے در پہ ہے سر بادشاہ کا
مجرم ہے تو خدا کا اگر خلق کا نہیں — دل میں تری خیال بھی ہے گر گناہ کا

لیستی میں گر کے پاتے ہیں اہلِ صفا عروج — یوسف سے حال پوچھ لے معراجِ چاہ کا

جاگیں تو اس کی یاد ہو سوئیں تو اس کا فکر — یہ ہے وظیفہ عشق میں شام و پگاہ کا

ذکرِ خدا سے پڑتی ہے دل پر شعاعِ روح — گویا بہم مقابلہ ہے شمس ماہ کا

سرکش محبت غرور سے سب خاک میں ملے

پامالیوں سے کچھ بھی نہ بگڑا گیاہ کا

خیال آئے نہ دل میں ماسوا کا — بتوں سے پاک کر تو گھر خدا کا

ہزاروں مر گئے اس جستجو میں — نہ پایا بھید باقی و فنا کا

نہ ہو منکر کبھی جن و ملک سے — وجود آتا نظر ہے کیا ہوا کا

یقیں کر کے ہو اللہ احد پر — دکھایا معجزہ ہم نے عصا کا

ہوا نسبت سے اپنی خود خطاوار — وگرنہ تھا کہاں فاعل خطا کا

دیا جو چاہا کس کا حق و ناحق — نہ پوچھو حال کچھ اس کی عطا کا

تری تدبیر سے ہوتا وہی ہے — ارادہ ہے جو پہلے سے قضا کا

مسلط تجھ پہ ہے چنگیز و نادر — نتیجہ دیکھ تو جور و جفا کا

مضامیں تو وہی ہیں شاعری میں — اثر ہے مختلف طرز و ادا کا

شفا کا وقت آ جاتا ہے جس دم — تو پھونکیں کام کرتی ہیں دوا کا

کیا کر خلق کی حاجت روائی — نہیں رکتا ہے کام حاجت روا کا

ترا ہی شوق کرتا رہبری ہے — نہیں ملتا پتہ جب رہنما کا

نہ چھوڑی غیریت دنیا کو چھوڑا — نہ سمجھا راز تو نے التقا کا

یگانہ تم سے بیگانہ جہاں سے — پتہ یہ ہے تمہارے آشنا کا

کیا افشائے رازِ عشق جس نے — وہ ہے دنیا میں مستوجب سزا کا

یقیں سب کو ہے دنیا بیوفا ہے — پھر اسیرِ عشق ہے اس بیوفا کا

یہی دنیا ہے تیری آخرت بھی ۔ یہیں دن آئیگا روزِ جزا کا
محبؔ کعبہ میں جاکر کچھ نہ پایا
ملا بتخانہ سے رستہ خدا کا

خدا کے گھر میں جی لگتا نہیں اہلِ محبت کا ۔ طواف بتکدہ ہے شوق ہے بت کی زیارت کا
مقامِ عیسیٰ و موسیٰ تو حید صفاتی تھا ۔ محمد پر ہوا ہے خاتمہ تکمیل وحدت کا
دکھائے معجزے لائے شریعت افضل و اعلیٰ ۔ کیا کرتا ہے یوں تو مدعی دعویٰ رسالت کا
ولی وہ ہے کہ بھاگے حب دنیا جسکے تا آسی ۔ نہیں ہے خاص کوئی جبہ و جامہ ولایت کا
وہی ہے ذات حق معشوق عالم ظاہر و باطن ۔ وہی معشوق ہے عشق مجازی و حقیقت کا
بڑا کس سے ہے تو اور کس سے چھوٹا سب برابر ہیں ۔ خیال خام ہے سر میں بڑائی اور شہرت کا
خیال ذلت و عزت کھڑے ہیں ہم نے لاکھوں ۔ عجب سودا ہے دنیا دار کو عزت کا ذلت کا
عذاب سخت کا آخر کو چکھینگے مزا ایک دن ۔ کوئی بھوکا ہے دولت کا کوئی پیاسا حکومت کا
جو ہے دولت تو گھر میں بھر کے صندوقوں میں رکھ دی ہے ۔ کیا کرتے زباں سے شکر ہیں ناشکر دولت کا
وہی موجود ہے اور ماسوا اس کے نہیں کوئی ۔ یہی نکتہ خلاصہ ہے تمامی علم و حکمت کا
کئے جاؤ ذکر اوس کا وصل کا دن آہی جائیگا ۔ تعین ہو نہیں سکتا کوئی وقت اور مدت کا
بجز اس کے نہیں طاقت کسی میں حل مشکل کی ۔ خدا کو یاد کر بندے جو دن آئے مصیبت کا
خدا ملتا نہیں خود او کے کانٹوں پہ سونے سے ۔ خودی کو چھوڑ تا پائے ثمر اپنی ریاضت کا
نہ کر عادت کسی شئے کی کہ ہوگا تو غلام اسکا ۔ بڑی مشکل ہے آخر توڑنا ہر رسم عادت کا
اسی کو دیکھ ہر جا شہر ہو یا دشت مجنوں ہو ۔ مزہ ملنے لگیگا تجھکو جلوت میں بھی خلوت کا

محبؔ تو تو ہزاروں جانور صورت میں انساں ہیں
پتہ ملتا نہیں ڈھونڈھے سے بھی اہل محبت کا

بتوں کی محبت سے کیا ہو گیا ۔ میں بندہ سے دم میں خدا ہو گیا

دیا قرض حسنہ جو اللہ کو — تو سود اصل سے بھی سوا ہو گیا
سمجھتا ہے غیر خدا خلق کو — یہی وہم تجھکو بلا ہو گیا
خیال دوئی ہے یہ اصل فساد — سمجھا جو گیا وہ برا ہو گیا
نہیں تیرے مستوں سے کچھ باز پرس — جو تھا نا روا وہ روا ہو گیا
خوشی سے ہماری ہمیں ہے غرض — بلا سے زمانہ خفا ہو گیا
وہ آزاد جس کے ملائک مسخر — گرفتار حرص و ہوا ہو گیا
دماغی خلل ہے یہ وہم دوئی — ارے تجھکو زاہد یہ کیا ہو گیا
وہ بندہ کیا جس نے خود کو فنا — خداوند ارض و سما ہو گیا
ہوا تجھ سے جو آشنا میری جاں — وہ عالم سے نا آشنا ہو گیا
نہ رکھی نظر اس کے رخسار پر — یہ گلزار وحشت سرا ہو گیا
ترا عشق ہے ہر مرض کی دوا — مرا درد میری دوا ہو گیا
کیا اس سے منسوب ہر فعل کو — تو میں جرم سے بے خطا ہو گیا
گیا دور جب ماسوا کا خیال — تو ہر فرض مجھ سے ادا ہو گیا
ہوا ہست جاوید عالم میں وہ — جو ہستی میں تیری فنا ہو گیا
دھرے رہ گئے سارے علم و ہنر — کسی پر جو فضل خدا ہو گیا

محب خود کو پاتا نہیں میں کہیں
وہ باقی رہا میں فنا ہو گیا

ورحیب غیرت حق کا یہ پردہ ہو گا — حشر ہو جائیگا دیدار جو اسکا ہو گا
لیلہ مجنوں نہ بن عشق کے اسرار چھپا — ورنہ تو کوچۂ دلدار میں رسوا ہو گا
ہ جو کرتا ہے مرے حق میں وہی بہتر ہے — میں شکایت جو کروں شکوہ بیجا ہو گا
سمجھتا ہے کہ دنیا مرے کام آئے گی — جز خدا کے نہ کوئی وقت پہ اپنا ہو گا

پردۂ غیرت خلق کو آنکھوں سے اوٹھا ۔ سارا عالم تری نظروں میں تماشا ہوگا
مرض عشق ہے تکلیف مسیحا نہ کریں ۔ یہ وہ بیمار نہیں ہے کہ جو اچھا ہوگا
ختم ہوتے نہیں اللہ کے اسما و صفات ۔ ایک نا پید جو ہو دوسرا پیدا ہوگا
تخم آتا ہے چھپانے سے زمیں کے باہر ۔ کونسا راز ہے دنیا میں جو اخفا ہوگا
عشق کا راز چھپانے سے کہیں چھپتا ہے ۔ آپ خود زردیٔ رخسار سے افشا ہوگا
جتنی رونق ہے جہاں میں دوئی کے ہی طفیل ۔ جب نہ میں تو ہو تو اللہ بھی تنہا ہوگا
سارے اوصاف خدائی کے ہیں انساں میں عیاں ۔ قطرہ سمجھے ہیں جسے عین وہ دریا ہوگا
نہیں بیوجہ ترے مست ہیں دنیا سے الگ ۔ گنج پنہاں کوئی ویرانہ میں پایا ہوگا
طلب حق سے تجھے باز وہ رکھیگی ضرور ۔ تو کسی چیز پہ دنیا کی جو شیدا ہوگا
جسکو کہتا ہے عدم وہ بھی تو ہے عین وجود ۔ جب یہ عالم نہ رہا سوچ تو پھر کیا ہوگا
ہو نہ جبتک کہ فنا عاشق شیدا کا وجود ۔ عاشقی کا نہ مسلم کبھی دعوی ہوگا
خاک تنزیہ میں ہے لطف جو تشبیہ میں نہیں ۔ ہوگی مسجد کبھی ویراں جو کلیسا ہوگا

غیر اللہ کے قائل ہیں جہاں میں جو محب
آخرت میں انھیں اللہ سے پردہ ہوگا

بیان ممکن نہیں مستان حق کی ہوشیاری کا ۔ سرور دوجہاں احوال ہے غفلت شعاری کا
جو خارستان نفس بد سے چھوٹے روح میں آئے ۔ سماں ہر آن ہے اس باغ میں فصل بہاری کا
غبار راہ ہو کر سرمۂ چشم فلک ہوتا ۔ نہ سمجھا تو نے رتبہ نفس سرکش خاکساری کا
جو نکلا خار حرص و آز دل میں پڑ گئی ٹھنڈک ۔ یہی کانٹا تو تھا باعث دلوں کی بیقراری کا
کسی دن فیل مست نفس کے زیر قدم ہوگا ۔ خلل پیدا ہوا ہے تیرے سر میں کر عماری کا
اگر مختار ہے تو دل پہ قابو کیوں نہیں تیرا ۔ اگر قابو نہیں اقرار کر بے اختیاری کا
چھپانا عشق کا آسان نہیں یہ کام مشکل ہے ۔ کیا راز نہاں افشا برا ہو آہ و زاری کا

اگر حاکم سے بھاگیں مجرمیں خود سے کہاں بھاگیں
دلوں پر بار پڑتا ہے گنہ کی شرمساری کا

کہاں کی دین و دنیا اور کہاں کی دوزخ و جنت
درِ میخانہ ہے اور مشغلہ ہے بادہ خواری کا

وہ آئینہ میں اپنے خال و خط پر غور کرتے ہیں
ہوا ہے شوق جلسے یار کو مضمون نگاری کا

حیات و موت دو پلے ترازو کے برابر ہیں
یہی کہتا ہے تختہ سیکڑوں مردم شماری کا

گھٹائیں غم کی چھا جائیں تو دل کو شاد رکھ ہر دم
کہ فصلِ گل نتیجہ ہے فلک کی اشکباری کا

سمجھتے ہیں برا اعمال کو کب اہل نفس اپنے
نکلنا سخت مشکل نار دوزخ سے ہے ناری کا

غم دنیا و دیں سے چاہتا ہے گر نجات اپنی
تو خدمت کر غریبوں کی عمل کر غمگساری کا

اٹھینگے یہ حجاب ظاہری و باطنی کب تک
رہیگا تا قیامت سلسلہ امیدواری کا

اسی کا ذکر کرتے ہیں اسی کی فکر رکھتے ہیں
کوئی رستہ نکل آئیگا خود مطلب برآری کا

محبت سے محب لوگوں کے دل میں گھر بنا اپنا
خیالِ خام ہے پختہ مکاں کی پائیداری کا

آساں ہے کوہ پر شجر نار دیکھنا
مشکل مگر ہے صورت دلدار دیکھنا

جلوہ اسی کا عالم ہستی میں ہر طرف
ہر رنگ ہر لباس میں ہر بار دیکھنا

ہشیاری جہاں یہ عذاب الیم ہے
چھوٹے نہ جام ہاتھ سے میخوار دیکھنا

اہل غضب کی صحبت و الفت سے باز آ
چل جائے دل لگی میں نہ تلوار دیکھنا

عالم تمام آئینہ خانہ ہے یار کا
ہر شے میں عکس صورت دلدار دیکھنا

مے نے بھلا دیا غم جانکاہ روزگار
لطف و سرور و مستی سرشار دیکھنا

اس بزم میں امیر بھی ہیں اور فقیر بھی
غافل ہیں کون کون ہیں ہشیار دیکھنا

جب واقعات دہر میں مخفی ہیں کل نتائج
بیکار ہے فضول ہے اخبار دیکھنا

ہر آن اس جہاں کا بدلتا ہی رنگ ڈھنگ
مشکل ہے ایک حال کو دو بار دیکھنا

کیا وجد و رقص شیخ کا جلوت میں اعتبار
خلوت میں نبض و حالت بیمار دیکھنا

سیکھا ہے ہمنے زیست میں مرنیکا قاعدہ
تاریکی قبور میں انوار دیکھنا

آسان نہیں ہے عالم خواب و خواب میں
ہر صورت خیال کے آثار دیکھنا

ہوتے ہیں جل کے آتش شک و حسد سے خاک
انجام کار فتنۂ اشرار دیکھنا

چہروں سے دل کے رنگ نمایاں ہیں اہل نظر
روشن جلیں ہیں صورت اخیار دیکھنا

دنیا تر ددات کا گھر آخرت تباہ
اہل جہاں کی حالت ادبار دیکھنا

حق کی طرف ہو وہ تو یہ باطل کی سمت ہے
صوفی کے اہل نفس کے کردار دیکھنا

اس چشم ظاہری میں جو آئے خلل سبب
آنکھوں سے دل کے صورت دلدار دیکھنا

فرض کعبہ میں بھی ادا نہ ہوا
گرد ہاں رو بنا حسد انہوا

کیا خدا کو کبھی وہ پائیگا
بت سے جو شخص آشنا نہ ہوا

کچھ نہ حاصل ہوا محبت سے
دل کو جب دل سے راستا نہ ہوا

دیر و کعبہ میں جب تجھے دیکھا
میں پرستار ماسوا نہ ہوا

جب میں سمجھا کہ سب اُدھر سے ہے
پھر کسی سے بھی میں خفا نہ ہوا

مجھکو دیکھا نہ آکے دنیا میں
عہد میثاق کچھ وفا نہ ہوا

رخ نظر کا رہا جو اُس کی طرف
پھر نشانہ کبھی خطا نہ ہوا

ہر مرض کی دوا ہے عشق صنم
دلا درد چھپا ہو ابرا نہ ہوا

خاکسار دنیہ بھی نہ جنکی نگاہ
راہبر انکا نقش پا نہ ہوا

اس کی رحمت سے تو نہ ہو مایوس
سوکھ کر نخل کیا ہرا نہ ہوا

کفر و اسلام ایک ہو جاتے
کعبہ و دیر ایک جا نہ ہوا

عمر بھر زہد سے خودی نہ گئی
ایک دم یار میں فنا نہ ہوا

عمر بھر غیب کا دھوکہ رہا
خود فنا اور خود جدا نہ ہوا

کی عبادت بھی بغرض نہ کبھی
عمر بھر نفس سے رہا نہ ہوا

راست جب سے ہوئی ہے فکر و زباں　　جو کہا میں نے وہ خطا ہُوا
چھوڑ عبد و الہ کا وسواس　　اِس عبادت سے تو خدا ہُوا
شاہ کو بھی محبؔ یہ ہے افسوس
کہ درِ یار کا گدا ہُوا

جب تک خودی تھی قربِ خدا سے بہت دور تھا　　بیخود ہوا جو خود سے تو پیشِ حضور تھا
ذرہ میں آفتاب دکھائی دیا مجھے　　دل میں جو میرے علمِ حقیقت کا نور تھا
کس نے کہا تھا ربکم الاعلیٰ خیال کر　　فرعوں کے دماغ میں کس کا غرور تھا
پہنچا خودی سے کون خدا تک بتا مجھے　　سمجھا قریب جتنا وہ اتنا ہی دور تھا
دنیا مقام فرق ہے پہچان کی جگہ　　آنا یہاں تلاش میں اُس کی ضرور تھا
مرنے کے بعد بھی ترے عاشق چھپے رہے　　مرقد نہ تھا کہیں نہ نشانِ قبور تھا
سنتے ہی نالہ کی آواز جی اُٹھے　　گویا عرب کی دشت میں انفاخ صُور تھا
مردے اٹھے زمیں سے قیامت بھی ہو گئی　　میں نشۂ شراب محبت میں چور تھا
الماس پر نگاہ نہ کی اور خزف لئے　　اے نفسِ کور چشم یہ تیرا قصور تھا
زاہد ورع کو چھوڑ کے جب پی شرابِ عشق　　ہر باغ مجھکو جنتِ حور و قصور تھا
ہے موت ایک خواب کہ ڈرتے ہیں جس سے لوگ　　بعد از ممات راز کھلا وہ سرور تھا
تیرے شہید ناز پہ مر مر کے یہ کھلا　　یوم وصال دھر میں یوم نشور تھا
یہ ہے شرابِ عشق کہ بس ایک جام میں　　دنیا و دین کا ہوش نہ اپنا شعور تھا
دنیا کی کشمکش سے فراغت ہوئی نصیب　　شادی میں میں شکور تھا غم میں صبور تھا
طوفان زندگی میں نظر تھی جو اسکی سمت　　دم بھر میں بحرِ شادی و غم سے عبور تھا
کیا کیا نہ اس نے ظلم کئے مجھپہ ای محبؔ
ہر حال میں صبور تھا میں اور شکور تھا

بے جان ہے چوب و تار تن ساز دیکھنا
آئی کہاں سے نے کی ہے آواز دیکھنا

انجام ذوق نفس میں یہ تلخ کامیاں
دنیا کی نعمتوں پہ ہے کیا ناز دیکھنا

آخر مقام عرش سے لاہوت تک گیا
اس مرغ فکر و عقل کی پرواز دیکھنا

ڈر ڈر کے کر رہا ہوں میں افشائے راز عشق
کوئی چھپا ہو کہیں غماز دیکھنا

ہے صیدگاہ عالم بالا مقام فکر
کرتا ہے کیا شکار یہ شہباز دیکھنا

اپنی زباں سے آپ کو مرشد کہیں تو کیا
اعمال و فکر و ذکر کے انداز دیکھنا

جیسا عمل کا بیج ہے ویسا ہی اسکا پھل
انجام دیکھنا نہیں آغاز دیکھنا

غمازی وحد سے نہ بھڑکا بدی کی آگ
جلجائے خود نہ شعلہ میں غماز دیکھنا

انجام کار حضرت منصور کیا ہوا
آئے نہ لب پہ راز یہ ہمراز دیکھنا

دے منہ میں طفل نفس کے پستان ذکر و شغل
ہردم ہے سوئے نار یہ در باز دیکھنا

عرفاں کا شوق گر ہے تو پھر غور و فکر سے
اکثر کلام حافظ شیراز دیکھنا

مدت کے غور و فکر سے آیا ہمیں بھی ہے
باطن کا ہر لباس میں کچھ راز دیکھنا

مرشد کو دیں فریب وہ مکار ہے مرید
خلوت میں کار حضرت دمساز دیکھنا

تکتا اسی کی رخ کو ہے عالم بصد ادب
عاشق کا تیرے دہر میں اعزاز دیکھنا

آواز دیرہا ہے اناالحق کی نخل پر
انداز مرغ زمزمہ پرداز دیکھنا

جاتا ہوں بال عشق سے تا آسماں محب
اس باز دست شاہ کی پرواز دیکھنا

عالم کو فنا جانا اور حق کو بقا جانا
کیا کفر کیا ہمنے گر بت کو خدا جانا

توحید کا دعوی ہے اور سر کشی تو من نے
عالم کو جدا جانا اور حق کو جدا جانا

کعبہ سی ہے کیا رغبت بتخانہ سی کیا نفرت
یہ شیخ تو کافر ہے گر حق کے سوا جانا

کیا شرک حقیقی ہے سمجھے نہ ذرا وحدت
کافر کو برا سمجھے مومن کو بھلا جانا

ہوتی نہیں سیری کچھ اس طالب میت کو
بے پردہ مجھے صورت ہر آن دکھا جانا

آغاز میں ہوتے ہیں انداز یہی اس کے
چلمن سے جھلک اپنی عاشق کو دکھا جانا

پاتے ہیں بہت اپنے اغراض دو عالم سے
مشکل ہے مگر تیرا ہر نقش سے پا جانا

فاعل نہ کبھی سمجھا ہمنے تو کسی شے کو
ہر فعل کو دنیا کے اک حکم قضا جانا

کیا علم پڑھے تونے کیا زہد و ریاضت کی
خود کو نہ اگر جانا اللہ کو کیا جانا

امراض یہ غافل کو بیدار جو کرتے ہیں
ہر درد کو پھر ہمنے غفلت کی دوا جانا

وعدہ وفا نہ جاہر گز عادت ہی یہ جھوٹوں کی
جب کام پڑے آکے تو منہ کو چھپا جانا

خس خانہ میں بیٹھے ہیں لیکن یہ خبر کیا ہے
کل گور میں مشکل ہے باہر سے ہوا جانا

کیا راز تناسخ ہے سمجھے تو کوئی اسکو
مرقد میں ذرا ہو کر پھر پیٹ میں آجانا

جب عشق میں ہم ڈوبے اور ہو کے فنا نکلے
میثاق کا پھر ہمنے وہ عہد وفا جانا

کہتا ہے یہی سب سے خود اپنی حفاظت کر
ہر روز کا دنیا میں بے زور کو کھا جانا

ظالم تو گراتے ہیں اور نیک بناتے ہیں
دیوار کو دنیا کی کچھ تم بھی بنا جانا

مرنے سے نجیب پہلے اس عشق میں جل جاؤ
اشعار سے دنیا میں کچھ آگ لگا جانا

ان بتوں میں بتا میں کیا دیکھا
ظاہر و باطن خدا دیکھا

دور دل سے ہوا جو وہم خودی
آپ کو میں نے خود خدا دیکھا

ہمیں معشوق تھے ہمیں عاشق
عاشقی میں یہ ماجرا دیکھا

جب خودی مٹ گئی تو وصل ہوا
مرگ میں زیست کا مزا دیکھا

حق کے اسما تمام حسنہ ہیں
جسکو دیکھا اسے بھلا دیکھا

جز ترے عاشقوں کے اور کس کا
جرم ناقابل سزا دیکھا

رات ہے نشر اور دن ہے حشر
روز یوم سزا جزا دیکھا

یار دنیا کے تیرے دوست نہیں — سب سے بیگانہ آشنا دیکھا
اہل دنیا کا ہے مزاج وہی — نہ بدلتے ہوئے ذرا دیکھا
عاشقی دلگی سمجھتے تھے — ہر قدم دشت کربلا دیکھا
اہل دل کے قدم میں ہے یہ اثر — سنگ پر ہمنے نقش پا دیکھا
ترک دنیا ہے نسخہ راحت — سو دفعہ اس کو آزما دیکھا
جب دیا دو ہر دن کو رزق آیا — یوں بر آتا ہے مدعا دیکھا
یا حضوری نماز پیش بت — بتکدہ میں ہوئی ادا دیکھا
عیش دنیا بھی ہے مئے مغشوش — صورت ہیچ و جابجا دیکھا
لیچلا بتکدہ سے سوئے حرم — رہنما کو غلط نما دیکھا

ہجر کا غم ہی جب مجسب نہ رہا
یار کو آپ سے ملا دیکھا

خوب ہوتا جو میں مجنون بنایا جاتا — مکتب عشق میں طفلی سے پڑھایا جاتا
نار دوزخ میں گنہگار نہ جلتے ہرگز — آتش عشق سے گر نفس جلایا جاتا
رنگ چہرہ کا چھپانے سے کہاں چھپتا ہے — ہم سے کیا راز محبت کا چھپایا جاتا
مجلس وعظ کی بکواس سے یہ بہتر تھا — قصہ لیلی و مجنوں ہی سنایا جاتا
حرص سے خوب بچا ورنہ لگاتا انبار — سیکڑوں سال نہ دو چار سے کھایا جاتا
جو نکلتے حضرت موسیٰ نہ ابد تک غش سے — طور پر چہرۂ انور جو دکھایا جاتا
بڑھ بھی جائیں کسی اسلاف سے اخلاف اگر — نقش اوّل نہیں سینہ سے مٹایا جاتا
ہوتے دنیا میں نہ یہ آلۂ جنگی کے فنون — فتنۂ روز قیامت نہ اٹھایا جاتا
کیا ملا عمر درازی سے بجز حسرت و یاس — کاش آتے ہی یہاں سے میں خدایا جاتا
ہوتا ہرگز نہ کبھی خوف و غم دیا من کا گھر — دل صد چاک خدا سے جو لگایا جاتا

آب و گل میں ہوئی سب صرف تری عمر عزیز ‏ ‏ ‏ خوب ہوتا کہ جو گھر دل میں بنایا جاتا
جستجو شرط ہے دنیا ہی میں ملتا ہے خدا ‏ ‏ ‏ ڈھونڈتا دل سے تو وہ دل ہی میں پایا جاتا
دہر میں شمع شب افروز جہاں ہو جاتا ‏ ‏ ‏ آتش عشق میں گر دل کو جلایا جاتا
حرم و دیر کے جھگڑوں سے اماں مل جاتی ‏ ‏ ‏ دل کسی کی جو محبت میں لگایا جاتا
راہِ تعلیم پہ چلتا نہیں خود نفس غبی ‏ ‏ ‏ خوب ہوتا جو ریاضت سے گلایا جاتا
سیکھ پتھر سے تو ہر کام میں ثابت قدمی ‏ ‏ ‏ اپنی جا سے تو نہیں کوہ ہٹایا جاتا

کامیابی نہیں ہوتی متلون کو محب
آب پر نقش نہیں کوئی جمایا ہوتا

جو پوچھے کوئی بت کیا ہے حرم کیا ‏ ‏ ‏ خدا ہی ہے کہیں گے اور ہم کیا
محبت کا نہ جبتک سلسلہ ہو ‏ ‏ ‏ کسی کی یاد آئے دمبدم کیا
عدم میں عین و دال و میم تو ہے ‏ ‏ ‏ وجود تجھ سے بھی ہوتا ہے عدم کیا
ہوا مشکل سے گر اہل قلم بھی ‏ ‏ ‏ خط تقدیر کاٹے گی قلم کیا
خمِ دل میں شراب عشق گر ہو ‏ ‏ ‏ تو پھر تخت سلیماں جام جم کیا
ولادت روز محشر میت ہے گور ‏ ‏ ‏ نہیں یہ قبر سے اوٹھنا جنم کیا
غریبی میں بھی ہوتی ہے سخاوت ‏ ‏ ‏ تری ہمت ہے دینار و درم کیا
جدھر بھاگے اودھر دام قضا ہے ‏ ‏ ‏ تری تدبیر و دینار و درم کیا
مراد دو جہاں دیدار حق ہے ‏ ‏ ‏ ہوائے حور و غلمان و ارم کیا
زبان نرم سے آہن بھی ہے موم ‏ ‏ ‏ زبان کے سامنے تیغ دو دم کیا
کہاں جاتی ہے تیرے ساتھ دنیا ‏ ‏ ‏ زمیں سے اُٹھ سکے نقش قدم کیا
خدا کا راستہ تو بیخودی ہے ‏ ‏ ‏ نماز و روزہ و طوف حرم کیا
خدا سے جو نہیں ڈرتے ہیں اُنکو ‏ ‏ ‏ خلاف وعدہ کیا قول و قسم کیا
خود اپنے آپ کو ہر رنگ میں دیکھ ‏ ‏ ‏ تصور شیخ کا کیا حبس دم کیا

ہوا جب عین شئے جاتا رہا خوف — ضرر دیتا ہے خود کو آپ سم کیا

زبان عشق خاموشی محبؔ ہے
یہ راز عشق ہوتے ہیں رقم کیا

گر سامنے زاہد کے بے پردہ وہ آجاتا — انکار وہ کر جاتا ایمان چلا جاتا
وہ فتنۂ محشر گر خود سامنے آجاتا — ایماں سے کبھو یارو زاہد سے رہا جاتا
اچھا ہوا زاہد وہ غائب جو رہا ورنہ — مسجد کو گرا جاتا مصحف کو جلا جاتا
جھگڑا ہی نہیں ہوتا اثبات و نفی کا کچھ — پہلے ہی بتوں کو گر اللہ کہا جاتا
محمود سمجھتا گر تشبیہ کے کچھ معنی — مسجد کو گرا جاتا بتخانہ بنا جاتا
یہ غیریت ظاہر سب عشق سے مٹ جاتی — وہ مجھ میں سما جاتا میں اس میں سما جاتا
اک دل میں نہ تھا ممکن دونوں کا بہم رہنا — آتی جو مرے دل میں دنیا تو خدا جاتا
یہ دست و قلم دونوں محکوم ہیں تیرے — کہتا نہ وہ گر دل کو خط کیونکہ لکھا جاتا
اس عقل سے غافل نے کیا بھید ترا پایا — گر جست بھی وہ کرتی کب اس سے اڑا جاتا
گر فرق مراتب کو منصور سمجھ لیتا — کیا دار تعین میں حق خود کو کہا جاتا
تدبیر سمجھ کیا ہے تقدیر کی چالیں ہیں — ہر راہ سے یہ راہرو خود سوئے قضا جاتا
ہوتی جو زباں میری تفسیر مرے دل کی — واعظ نہ مرا کہنا بالائے ہوا جاتا
سب میل ملاپ اپنے دم سے ہیں تواضع کے — کب اہل تکبر سے ہے دل سے ملا جاتا
حق ہے کہ جو ہیں غافل مردے ہیں وہی زندے — آگاہ خدا ہوتا مردوں کو جلا جاتا
حق بات تھی پردے میں منصور اسے کہہ گذرا — سچ بات کے کہنے میں ہے تن سے گلا جاتا
کیا زیست ہماری ہے مرتے ہیں ہم جیتے — اس عشق میں مر جاتے انکا تو گلا جاتا
عاشق کو کبھی ہم نے فربہ تو نہیں دیکھا — گر شیخ میں عشق آتا من تن کو گلا جاتا
اشعار محبؔ تیرے دیتے ہیں پتے کیا کیا

هوتا جو فہیم اس جادہ بات کو پاجاتا

کہا زباں سے تعبیر عمل تو قال ہوا
خیال دلمیں ہے اسکا اگر تو حال ہوا

وہی تو نور ہے خورشید و ماہ و آتش میں
کہیں جمال ہوا اور کہیں جلال ہوا

نہ جا کتابوں پہ اور کثرت مدارس پہ
عوض کمال کے عرفان کو زوال ہوا

ملے نہ دین نہ دنیا سوائے حرص و ہوس
رواج علم مدارس کا یہ مآل ہوا

تمام عمر کتابیں پڑھیں بغیر عمل
ہوا نہ حال کوئی علم قیل و قال ہوا

گھٹا جو یاد میں اسکی تو شام عید صوم
تمام خلق کا رخ جانب ہلال ہوا

جہاں کے عیش بھی خالی نہیں مصیبت سے
خدا کے کام میں لیکن کہاں ملال ہوا

اسی کو دیکھتے ہیں اور پھر بھی ہے انکار
یہ وہم دیکھئے دیدار حق محال ہوا

جہاں میں آ کے رہِ حق سے جو تھے غافل
تو کاروبار جہاں ان کو سب وبال ہوا

سروں میں جنکے رہا زلف یار کا سودا
تو آسماں سے بھی ٹیڑھا ان کا بال ہوا

جہان کہتے ہیں جسکو وہ ہے طلسم خیال
ہو وہ سامنے جس کا تجھے خیال ہوا

خدا کو شان جلالی نہیں پسند آئی
گنہگار کے خود دل میں انفعال ہوا

کہا جو جھوٹ تو اللہ ہو گیا ناخوش
جو سچ کہا تو جہاں بر سر قتال ہوا

گرا جو ایک تو دنیا میں دوسرا اٹھا
زوال مہر ہوا ماہ کو کمال ہوا

لباس و وضع شریفانہ پہ نہ جا ہرگز
پھنسے طیور جو ہم رنگ سبزہ جال ہوا

میں ساٹھ سالہ ہوں لیکن ہے عمر دس کے قریب
شمار یوم تعشق سے ماہ و سال ہوا

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو تجھکو حبیب
جو مانگا عبد سے محتاج سے سوال ہوا

خدا و خلق دونوں ہیں جدا کیا
سوا اوس کے نہیں کوئی تو لا کیا

بغیر بت حضوری غیر ممکن
کریں ہم فرض مسجد میں ادا کیا

جہاں کو چھوڑ کر بیٹھے ہیں جب ہم — نہیں ہوتی ہے پھر حاجت روا کیا
قضا بیمار کی آتی ہے جس دم — اثر سم کا نہیں کرتی دوا کیا
دوا ہوتی ہے سم حکم قضا سے — بچائے موت سے اب دوا کیا
کیا دنیا میں جو تو نے وہ پایا — کیا کرتا ہے اور وں کا گلا کیا
ہے بعد مرگ بھی پھر زندگانی — شجر کہنہ نہیں ہوتا ہرا کیا
خموشی خود سوال جانور ہے — نہیں یہ آرزوئے دل دعا کیا
وہی تو جان ہے دونوں جہاں کی — ملا جب وہ تو عالم میں رہا کیا
دھری رہتی دوائیں اور پرہیز — جو وقت آئے تو رکتی ہے قضا کیا
شکایت کیجئے اپنے عمل کی — زمانہ کی عداوت کا گلا کیا
خودی کو چھوڑتا تو خود کو پاتا — زمیں پر سر رگڑنے سے ملا کیا
نہ رکھیں پاؤں گر نقش قدم پر — بتائے راستہ پھر رہنما کیا
خدا سے کی نہ جس نے آشنائی — وہ ہوگا خلق کا پھر آشنا کیا
ریاکاری اصول کافری ہے — کیا کرتے ہیں مومن بھی ریا کیا
خودی تیری ہی اصل پر خطا ہے — جو یہ مٹ جائے پھر جرم و خطا کیا

محب بعد از فنا اس بیوفا کو
ہماری یاد آئے گی وفا کیا

نفس امارہ ہے رہزن کوچۂ دلدار کا — سب سے پہلے لازمی ہے مارنا اس مار کا
نفس کش فرہاد سا ہو کوہ کن اس راہ میں — توڑنا آسان نہیں ہے آہنی دیوار کا
ہر بلا میں لا الہ اور الا ہو پڑھو — وار خالی ہی نہیں جاتا ہے اس تلوار کا
عاشقی میں دیکھئے کیا جرم ہے افشائے راز — ہوگیا منصور مستوجب سزائے دار کا
یہ جنون عشق ہے امراض دنیا کی دوا — ہے ہوالشافی لقب تیرے ہی تو بیمار کا

میں کہوں اپنی حقیقت تمسے کیا اے زاہدو
مصحف ناطق ہے گویا میرے کچھ اسرار کا

اہل دیں کی حق پرستی کی حقیقت کھل گئی
ہو گیا منصور حق کہنے سے مورد دار کا

ترک خواہش واقعی حرص و ہوس کا ہے علاج
کیا بھریگا عمر بھر تجھ سے وہاں اس غار کا

آتش دوزخ بھی گلزار جناں ہے عشق میں
پوچھ ابراہیمؑ سے احوال برد نار کا

اہل دنیا کو نظر آتے ہیں داغ اپنے بھی گل
دور کرنا سخت مشکل ہے دلوں کے خار کا

اس چمن میں خوف کیا تیر حوادث سے محب
غنچہ دل ہو گیا ہے زخم ہر سو خار کا

ہم عشق کے بندوں نے اس بات کو خدا جانا
زاہد تو بتا دے کچھ اللہ کو کیا جانا

بتخانہ میں دیکھی ہے صورت تو تری دائم
کعبہ میں رہی زاہد کو ایکبار دکھا جانا

شیرینی دنیا میں کچھ زہر بھی شامل ہے
لذات کی خواہش میں یہ زہر نہ کھا جانا

اس عشق کے رستہ میں ویرانہ بھی ملتا ہے
بتخانہ کے جانے میں کعبہ کو بچا جانا

اجڑے ہوے دل پر بھی ہر اک کی نہیں قیمت
گنجینۂ مخفی کو ویرانہ میں پا جانا

مرکو کہیں جانا آنا نہ کسی جا سے
کچھ قبر میں دم لیکر پھر پیٹ میں آ جانا

ہیں قبر و شکم اس جا جاتے ہیں یہاں کے
کیا وہم کا چکر ہے دھوکا نہ تو کھا جانا

ہے رنج کا گھر دنیا یہ اس کی محبت سے
آتا ہے تو خود رونا جاتا تو رولا جانا

آیا ہے جو دنیا میں کر خلق کی کچھ خدمت
اس خانۂ ویران کو آباد بسا جانا

میں تو ہے جو ہم چھوٹے اور حق پہ نظر جب کی
جانا نہ اسے اچھا اس کو نہ برا جانا

اسرار محبت سے ہوگا نہ محب واقف
معشوق کو عاشق سے گر تو نے جدا جانا

کہاں ہے دونوں عالم میں دل بیتاب اپنا سا
جو دیکھا رنگ گیا منھ لیکے خود سیماب اپنا سا

تجھی کو دیکھتے ہیں جاگتے ہیں اور سوتے میں
نہ دیکھا غار کے اصحاب نے بھی خواب اپنا سا

ہمارا عشق لاتا ہے خبر سات آسمانوں کی
مہندس تو دکھائے کوئی اصطرلاب اپنا سا

بتوں کی ابروں نے گوشۂ زاہد کہیں کہا جھک کر — کہاں بیت خدا میں ہے خم محراب اپنا سا
وہ عین ذات ہے سارے مراتب اسکے اندر ہیں — نہ سمجھیں عارف کامل کو شیخ و شباب اپنا سا
سمائے ہر دو عالم ایک مٹی کے پیالے میں — نہ تھا دارا و جم کے پاس جام آب اپنا سا
محب کچھ ہمسے پوچھو اشک ہجر یار کی قیمت — نہ پایا بحر عماں میں در نایاب اپنا سا

مرنے سے پہلے نیزہ حرص و ہوا کے مارا — تیشہ بقا کا ہمنے سر پر فنا کے مارا
بتخانہ میں تو اسکو جاتے ہی ہمنے دیکھا — برسوں سر ہوس کو در پر حرم کے مارا
حکم قضا کو ہر دم پیش نظر جو رکھا — سنگ رضا کو ہمنے سر پر دعا کے مارا
آزاد ہو چکے تھے پھر زلف میں پھنسایا — پردے میں تو نے ظالم ہمکو وفا کی مارا
تیرے مریض غم کو صحت سے کیا غرض ہے — الٹا پیالہ منہ پر اس نے دوا کے مارا
سیئات ہو گئے سب حسنات سے مبدل — نیزہ جو ہو کا ہمنے دلبر خطا کے مارا
جب عاشقی میں مر کر ہمنے حیات پائی — تیر بلا جو آیا سر پر قضا کے مارا
سمجھے خوشی کے کرب سر پر بلا جو آئی — صبر و رضا کا پتھر جور و جفا کے مارا
نازک مزاج گل ہیں ان سے ہنسی نہ کرنا — غنچہ نے بھی چٹک کر تھپڑ صبا کے مارا
ہر حادثہ کو دم میں اللہ ہو کی زد سے — چکر نے تو فلک کی سر پہ بلا کے مارا

چھپنے میں بھی محب ہے ہر آن خود نمائی
پردہ سے اس صنم نے آنکھیں دکھا کے مارا

زمانہ ہے یہ آشنائی کا جھوٹا — ہے بھائی سے برتاؤ بھائی کا جھوٹا
جو بندے ہیں فرعون حرص و غضب کے — وہ کرتے ہیں دعوی خدائی کا جھوٹا
گیا شیخ کعبہ کو بچکر بتوں سے — طریقہ ہے یہ رہنمائی کا جھوٹا
انا الحق کہے اور خود کو بھی رکھے — دوئی میں ہے دعوی خدائی کا جھوٹا
یہ چھوڑا ہے دنیا نے کچھ منھ لگا کر — پیالہ نہ پی پارسائی کا جھوٹا

نہیں بغرض تو تو الزام تیرا
یہ دنیا پہ ہے بیوفائی کا جھوٹا

جو پہنچا ہے در کا نشان کچھ بتائے
دگرنہ ہی دعوی رسائی کا جھوٹا

گداؤں کی مجھ میں نہیں خاکساری
مرقعہ ہے بر میں گدائی کا جھوٹا

خدا سے نہیں شرم جسکو محب ہے
خیال اوسکو ہے جگ ہنسائی کا جھوٹا

عشق جاناں نے ہمیں روز ازل میں مارا
ہمنے بھی تیر بلا قلب اجل میں مارا

ہر دو عالم کے متاعوں کو کیا ترک مگر
ایک الماس محبت کو بغل میں مارا

دل کو دنیا میں لگا نیسے پریشاں ہیں خیال
سنگ کیا خانہ زنبور عسل میں مارا

بھوک سے پیاس سے ہمنے بھی ہزاروں ڈھب سے
نفس سرکش کو بہت دشت و جبل میں مارا

نفس سرکش ہے تو ہیں رستم و سہراب بھی زیر
یہ ترا فضل تھا جو دیو کو بل میں مارا

دشمن نفس تو برسوں میں نہیں مرتا ہے
کس نے دنیا میں کہو آج میں کل میں مارا

تیرا بیمار محبت تو نہ مرتا برسوں
انتظاری نے تری آج میں کل میں مارا

حادثے حاملہ دہر سے پیدا یہ ہوے
ہمنے نالہ کو جو شب برج حمل میں مارا

موت جب آئی تو دم بھر کی بھی مہلت نہ ملی
آرزوئے ہمیں مکر و دغل میں مارا

جھو پڑوں میں گئے سو بار غریبوں کے مگر
پاؤں ہمنے نہ کبھی قصر و محل میں مارا

متوکل ہوے تدبیر کے چکر سے چھٹے
تیشۂ فقر محب پائے جبل میں مارا

کون ہے دنیا میں جو طالب نہیں دیدار کا
ہے وہی نظروں میں لیکن وہم ہے اغیار کا

واہ ری غفلت ان آنکھوں پر بھی کیا اندھیر ہے
دیکھتے تو ہیں یقیں آتا نہیں دلدار کا

جنت و غلمان و حوران بہشتی مال و جاہ
تو نہیں گر پاس تو ساماں ہی ادبار کا

مال و دولت حسن صحت پر عبث ہے تجھکو ناز
چھاؤں ہے بدلی کی یہ سایہ ہے یا دیوار کا

ہر نفس آتے ہیں دل میں غیب سے اسرار ہو ۔۔۔ مہویت تک سلسلہ پہونچا ہے دم کے تار کا
زشتی و خوبی ہیں دونوں گلشن ہستی کے رنگ ۔۔۔ دامن گل ہے یہاں اور ہاتھ ہے ہر خار کا
تارک شہوت حسینوں کے گلے کا ہار ہے ۔۔۔ ڈر نہیں گردانت زہر بلا جو توڑ انار کا
کی عبادت تو بہت سمجھے نہ مکر نفس کچھ ۔۔۔ موت تک چھوڑا نہ دانہ موش نے انبار کا
چشم بلبل ہو تو دیکھے جلوہ ہائے حسن گل ۔۔۔ زاغ دیکھے کیا ان آنکھوں سے سما گلزار کا
تابش خورشید وحدت ہر محل میں اور ہے ۔۔۔ دیکھ لے شمس و قمر میں فرق نور و نار کا

کچھ عجب بیداریٔ دنیا بھی آفت ہے محب
حال غافل سے بھی بدتر ہے یہاں ہشیار کا

گڑا ہوا ہے سر زمین عشق میں اول قدم میرا ۔۔۔ زمیں ہے تا فلک ہر ذرہ ہے لوح و قلم میرا
بڑھے کیا خاک میدان حقیقت میں قدم میرا ۔۔۔ زباں بیگانہ ہے یا شکستہ ہے قلم میرا
حقیقت خاک کے پتلے کی کیا اہل زمیں سمجھیں ۔۔۔ کوئی پوچھے فلک کے رہنے والوں سے حشم میرا
مزہ کچھ برہنہ پائی کا پایا دشت الفت میں ۔۔۔ کہ خارستان راہ عشق ہے باغ ارم میرا
کہیں ہستی بھی ہوتی نیست ہے کچھ غور کر دیکھیں ۔۔۔ وجود رنگ ہائے مختلف ہے ہر عدم میرا
برنگ شمع راتوں کو جلا ہوں بزم الفت میں ۔۔۔ چراغ راہ دشت عشق ہے نقش قدم میرا
رحم میں پانچ بدلیں صورتیں کیا ایک نطفہ سے ۔۔۔ شجر میں سنگ میں حیواں میں تھا اول جنم میرا
تری در کی گدائی سے ملا وہ رتبۂ اعلیٰ ۔۔۔ کہ شاہ ہفت کشور ہے غلام بے درم میرا
خدا و خلق دونوں میری ہستی میں سمائے ہیں ۔۔۔ بنا ہے ہر دو عالم سے جہاں میں یکدم میرا
کہاں تک لے گیا یہ عشق مجھکو کوئی کیا سمجھے ۔۔۔ فرشتے بھی نہیں پہونچے جہاں پہونچا قدم میرا

مجھے لیجائیگا جنت میں یا دوزخ کی آتش میں
محب اس زندگانی میں غضب ہے یا کرم میرا

برسا وہ ابر مہر خدائے لطیف کا ۔۔۔ اچھا سما ہے دل کی ربیع و خریف کا

ارض و سما سے بار امانت نہ اٹھ سکا
دیکھا یہ زور آپ نے عبد نحیف کا

اپنی خودی کو چھوڑ کہ مٹجائے غیریت
اس انجمن میں دخل نہیں ہے حریف کا

رہتی نہیں دلوں میں خلف کے سلف کی یاد
اگلوں کو گر خیال نہیں ہے ردیف کا

کیا خاندان و نسل پہ کرتا ہے یہ غرور
اعمال میں رذیل کے نطفہ شریف کا

اہل من مزید نفس ہے ہیں غیر سیر شکم
حلق و دہاں بھریگا ابد تک قیف کا

تن پروری سے آئینہ دل بھی ہے سیاہ
پڑتا ہے شمع عقل پہ پرتو کثیف کا

قدر گراں کوہ ثبات قدم سے ہے
کیا اعتبار خلق میں وزن خفیف کا

آفت زدہ بنی غیر ممالک کے گرد و
محدود کر نہ ملک میں چنڈ رلیف کا

ہوتی محبت ہے سب کو ظرافت بہت پسند
لیکن ہے باڑ تیغ کی رستہ ظریف کا

تحفہ ہے حسن حقیقی کے خریداروں کا
مول ذرہ کے برابر نہیں مہ پاروں کا

جو تری راہ میں ہو جاتے ہیں گھل کر مٹی
سر پہ رکھتے ہیں قدم پھول انھیں خاروں کا

اپنے مستوں کو پلاتا ہے وہ خود آپ شراب
زاہد و قرب فرائض ہے یہ میخواروں کا

پاسکتے ہیں ہیں نوشاہ کے پا بسر گور
حال شادی و غمی ایک ہے ان ہاروں کا

سب خریدار اسی ایک کے ہیں شاہ و گدا
وہی یوسف ہے یہاں حسن کے بازاروں کا

قطب عالم ہے تو ہی دیکھ ذرا تو دل میں
ثابتوں کا تو ہی مرکز تو ہی سیاروں کا

نہ فلک ہی کی ہیں کچھ اور نہ زمیں کی خبریں
ہے وجود اور عدم ایک ان اخباروں کا

چار عنصر تھے رسالت کے یہ چاروں اصحاب
تھا مزاج ایک حقیقت میں مگر چاروں کا

یوں تو ہوتے ہیں زبانوں سے بہت دوست مگر
امتحان روز مصیبت ہے مگر یاروں کا

دردمندی سے جہاں میں ہے وجود صحت
سر پہ احسان مسیحا کے ہے بیماروں کا

مرض عشق سے جاتا ہے جنون دنیا
سر پہ رکھتے ہیں قدم سب ترے بیماروں کا

نارا فروختہ عشق ہے گلزارِ خلیل
خوف کیا دل میں محب لالہ کے انگارہ دیکھا

صنم کی یاد سے سارا جہاں بھلا دینا
جو دل دیا ہے تو الفت بھی اے خدا دینا

طریق عشق بتاں راہبر سکھا دینا
حرم سے دیر کا رستہ ہمیں بتا دینا

نہ اپنی یاد رہے اور نہ سدھ پرائے کی
مجھے مسیح وہ بیہوش کن دوا دینا

نہ چونکے عشق سے گر مبتلائے درد فراق
تو اس کے مصحف رخسار کی ہوا دینا

الٰہی طالب دیدار کو نہ رکھ محروم
دعا جو دے بھی تو درویش یہ دعا دینا

جو کچھ وہ شوخ کرے سب ہے حسن خوبی ناز
کہیں تو جان کا دینا کہیں دغا دینا

یہ مہر و قہر بھی کس کی جو ہو گیا آساں
کہیں تو جان کا دینا اسے دغا دینا

گداز سوز محبت ہوں آتش رخ کا
بجائے دفن کے لاشہ مرا جلا دینا

ہم اسکی یاد میں سوتے ہیں یاد ان بھلا کر
جو آئے صبح قیامت ہمیں جگا دینا

یہ خوب آپ نے سیکھی ہے آجکل تہذیب
بٹھانا اسکو ہمیں شرم سے اٹھا دینا

تجھے دیا ہے جو دل دوسرے کو کیا دینگے
جو دوسرا ہو کوئی اور تو بتا دینا

کیا تھا وعدہ جو روز ازل محبت کا
وہ اس چمن میں محب یاد انھیں دلا دینا

نہ حرم میں نہ عرش پہ دیکھا
دل میں لیکن خدا کا گھر دیکھا

مہر کی سرو قامتوں سے امید
کس نے شمشاد میں ثمر دیکھا

انتہا عالموں کی کچھ نہ ملی
نظر غور سے جا بسر دیکھا

عاشقوں پر ہے خلق پروانہ
سوزش دل کا یہ اثر دیکھا

جس دنیا سے بھاگنے کے لئے
تیری الفت کا ایک در دیکھا

شمس وحدت ہوا جو دل میں طلوع
بگڑے ہوتے ہوئے قمر دیکھا

فخر شاہاں ہے ان کی پابوسی
تیرے قدموں پہ جنکا سر دیکھا

ایک جلوے نے کر دیا بیہوش
کس کو موسیٰ نے طور پر دیکھا

گر پڑے غش سے طور پر موسیٰ
جب اسے بھر کے اک نظر دیکھا

جس کو کچھ بھی خبر ہوی اس کی
اس کو دنیا سے بے خبر دیکھا

جب خودی مٹ گئی تو خود کو محبّ
ذرے ذرے میں جلوہ گر دیکھا

بیکر شراب عشق میں فرزانہ بنگیا
سمجھے غلط ہیں لوگ کہ دیوانہ بنگیا

مستی کا بعد مرگ یہ باقی رہا اثر
میں خاک ہو کے ساغر و پیمانہ بنگیا

پابوسی صنم کی رہی مر کے بھی ہوس
میں سنگ آستانہ جانانہ بنگیا

بیت الحرم کی طرح سے جو دل تھا ہو بہار گھر
عشق بتاں کے فیض سے بتخانہ بنگیا

دل ایک اور اس میں ہزاروں ہی حسن
کعبہ جو تھا خدا کا وہ بتخانہ بنگیا

وہ دیکھتا ہے طور کی ہر دم تجلیاں
جو شمع روئے یار کا پروانہ بنگیا

گذرا تھا حال دل پہ جو درد فراق میں
وہ اہل دل کیواسطے افسانہ بنگیا

خلوت میں وہ یگانہ تھا اللہ رے رشک غیر
دیکھا جو مجھکو بزم میں بیگانہ بنگیا

بویا زمیں میں تیرے عشق کا جو بیج
صد خرمن حیات وہ اک دانہ بنگیا

دل میں جو اس پری کا تصور رہا مدام
اجڑا ہوا مکان پری خانہ بنگیا

آباد دل ہوا جو محبّ اسکی یاد سے
رشک جنان و خلد وہ ویرانہ بنگیا

ہو گیا آہ وہ جوش دل قاتل ٹھنڈا
حشر تک ہوگا نہ افسوس یہ بسمل ٹھنڈا

غم و شادی جہاں سے تو بڑھی اور طپش
دمبدم یاد سے تیری یہ ہوا دل ٹھنڈا

رخ جاناں کا تو جلوہ ہے ہر اکجا لیکن
گرم ہے مہر فلک اور مہ کامل ٹھنڈا

خاکساری سے بجھا آتش خشم و شہوت / کرہ نار ہو جائے خم گل ٹھنڈا
گرمیٔ عشق کی تاثیر تو دیکھا اے لیلیٰ / آہ مجنوں سے ہوا دشت میں محمل ٹھنڈا
آئینے پردوں پہ بھی وہ تاب رخ جاناں ہے / کہ ہے خورشید فلک جس کے مقابل ٹھنڈا
دیکھ لے چہرۂ خورشید میں ہیں داغ سیاہ / گرمیٔ حسن سے رخ سرخ ہے اور دل ٹھنڈا
ہاتھ سے اپنے جو دے لطف سے پیالہ کبھی / گرم پانی بھی ہوا اے حور شمائل ٹھنڈا
جان بچتی ہے ذرا شربت دیدار پلا / ہو چلا ہے تیرے ابرو کا وہ گھائل ٹھنڈا
سرد مہری بھی تیری کام کیا کرتی ہے / کام تو خشک ہے لیکن لب ساحل ٹھنڈا

خوبروئی کی زکوٰۃ اس کو محب دینی ہے
اپنے دیدار سے کردے دل سائل ٹھنڈا

عالم سے جو غافل ہے وہ ہشیار ہوں تیرا / مالک ہے جو کونین کا وہ میخوار ہوں تیرا
پھولے ہیں جہاں گل گل اسمائے الٰہی / میں گلشن عالم میں وہ گلزار ہوں تیرا
کہتا ہے وہ بت دیکھکے خود کو یہ خدا سے / تو مجھ میں ہے میں مخزن اسرار ہوں تیرا
دل لیکے وہ کہتے ہیں یہ کس ناز و ادا سے / کیا دل کی شکایت کہ میں دلدار ہوں تیرا
تو جان سے الطف ہیں گل و آب میں غلطاں / کس منہ سے کہوں طالب دیدار ہوں تیرا
زر دے کے تو یوسف کو زلیخا نے خریدا / میں نقد دل و جاں سے خریدار ہوں تیرا
کیا آج نیا دام محبت میں پھنسا ہوں / صیاد ازل سے میں خریدار ہوں تیرا
یہ درد محبت ہے دوائے غم دنیا / بھاگے جو طبیبوں سے وہ بیمار ہوں تیرا
عالم کے حوادث ہیں مری ذات میں مطبوع / ردی نہ سمجھ مجھکو میں اخبار ہوں تیرا
اغیار سے امید رفاقت کی کہاں ہے / جو غار میں ہمراہ ہو وہ یار ہوں تیرا

لکھا ہے محب جام محبت کو یہ پیکر
اے چشم فسوں ساز میں سرشار ہوں تیرا

چڑھ گیا ہے زنگ دل پہ صحبت اغیار کا — کچھ نیا انداز ہے گفتار کا رفتار کا
مذہب و ملت ہیں دونوں ایک تقویم کہن — نام بھی باقی نہیں اب سبحہ و زنار کا
مسجدیں موجود ہیں لیکن نمازی ہیں کہاں — اس زمانہ میں جماعت نام ہے دو چار کا
کیا الوہیت رسالت بھی ہے کوئی چیز یہاں — پوچھنا انکا نہیں ہے کام دنیادار کا
نوجوانوں کو نہیں اعمال کا کچھ بھی خیال — مٹ گیا ہے خوف کیا دل سے عذاب نار کا
حق کو باطل اور باطل کو سمجھتے ہیں حق — یہ نتیجہ ہے غلط تعلیم کے معیار کا
مادہ کہتے ہیں جسکو وہ ہے باطن کا ظہور — آئینہ کا عکس ہے سایہ ہے یا دیوار کا
کونسی شے ہے نہیں جسکا کوئی باطن یہاں — جسم ظاہر ہے یہ آلہ روح کے اظہار کا
روح نامحسوس حاکم اور ہے محکوم جسم — ہاتھ کرتا ہے وہی جو حکم ہے مختار کا
مادے میں ہے کہاں ادراک فہم و عقل و شعور — ہے اسی انڈے کے اندر خالق اس پردار کا
فلسفی کہتا ہے قوت جسکو وہ ہے ذات حق — مادہ کہتا ہے جسکو وصف ہے اس یار کا
باغ عالم میں اُسی اک ذات کے ہیں رنگ و بو — تخم کی ہستی سے ہے نشو و نما اشجار کا

انتظار حشر زاہد کو محب کو دید ہے
فلسفی ہے سنگ جسکو حس نہیں دیدار کا

عشق جس دل میں نہیں کچھ بھی رخ دلدار کا — اس سرائے دہر میں گھر ہے وہی ادبار کا
زاہدا دنیا میں آکر مئے پرستی ہے ضرور — ہے یہی وقت آخر صوم کے افطار کا
دیکھتا تو ہے مگر تجھ کو نہیں پہچانتا — فلسفی اندھا ہے جو قائل نہیں دیدار کا
آتش نمرود سوز عشق سے ٹھنڈی ہوئی — پوچھ ابراہیمؑ سے حال آتشیں گلزار کا
اک حقیقت جلوہ گر ہے سارے عالم میں مگر — فرق ظاہر بین کی نظروں میں ہے نور و نار کا
لا الہ اور الا اللہ سے ثابت ہوا۔ — ہے کہیں انکار کا مذہب کہیں اقرار کا
ہے ارادہ خلق کا حق کی مشیت کا پیام — سلسلہ اجسام سے تا ہویت ہے تار کا

گبر ہو قطب زماں منصور ہو مصلوب دار
دوست دشمن کا کبھی ہے اور دشمن یار کا

چھوڑ کر ساری کتابیں دیکھتا دلکو رہا
ملگیا مجھ کو پتہ جب مخزن اسرار کا

صاف کر اللہ ہو کے ذکر سے دل کو مدام
آئینہ ہے یہ محل خورشید کے انوار کا

خواہ بت کو پوج یا بیت الحرم کا کر طواف
ایک ہی رشتہ یہاں ہے سبحہ و زنار کا

اتنا کہنے پر کہ میں حق ہوں ہوے منصور قتل
صم و بکم کا محل ہے یہ نہیں گفتار کا

چھوڑ دے اپنی خودی اور جا بنکر اسپر فدا
سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے یہ محب ایثار کا

مشغلہ جنکو نہیں دنیا میں کچھ اخبار کا
کیا مزا آتا ہے ان کو صحبت و گفتار کا

بے عمل کے فائدہ اس وعظ سے کیا واعظو
ہے اثر گفتار میں ہر شخص کے کردار کا

رفتہ رفتہ ذاکر و مذکور ہو جاتے ہیں ایک
فائدہ یہ ہے خدا کے نام کی تکرار کا

قوم کی امداد سے کرتے ہیں رہبر کام سب
فتح کرتی فوج ہے اور نام ہے سردار کا

آپ ہی کے زیر فرماں ہیں یہ سب ارض و سما
شاہ کرتا ہے وہی جو حکم ہے سرکار کا

نیک ہوتا ہی نہیں جس کی طبیعت ہی بری
صحبت گل سے بدلتا رنگ ہے کب خار کا

عاشقی ہے وہ مرض جسپر ہے یہ صحت نثار
خود مسیحا چومتا ہے پاؤں اس بیمار کا

یہ مقابر ہیں گذشتہ زندگیوں کے نشان
فرض ہے اخلاف پر ابقا قدیم آثار کا

راہ گم کردہ ہیں راہبر اور ہادی راہزن
پوچھتے ہو حال کیا اس قوم کے ادبار کا

پہلے اپنے نفس کے پنجہ سے تو دلکو چھوڑا
نام پھر لینا زباں سے ملک کے احرار کا

اصل سب کی ایک ہے نظروں سے پوشیدہ مگر
فرق ہے اشجار میں برگ و گل و اثمار کا

ہم نہیں کہتے نہیں اس ملک میں سچے مگر
کیا ہزاروں میں شمار ان بےغرض و رجا کا

تو چھپائے بھی تو چھپتا عشق کب ہے اے محب
گفتگو سے تیری چلتا ہے پتہ افکار کا

قطعہ

پہلے حجر تھا بعد حجر سے ہوا شجر — حیواں سے رفتہ رفتہ میں انسان ہو گیا
پہلے ملک تھا کرتے تھے طفلی میں پیار سب — اعمال بد سے حیف میں شیطان ہو گیا
رکھا جو میں نے اس چمن دہر میں قدم — ہر گل ہزار جان سے قربان ہو گیا
سر پر مجھے بٹھایا کبھی گود میں لیا — میں سب مکاں والوں کا ارمان ہو گیا
بے مانگے میری ہوتی تھیں سب حاجتیں روا — بے میری جد و جہد کے سامان ہو گیا
بڑھنے لگے جو مجھ میں غضب شک حرص و ضد — ہر شخص مجھ سے گھر میں پریشان ہو گیا
دوڑا میں جنکے پاس امید لطف و مہر — کترا گیا وہ راہ کہ احسان ہو گیا
مجھ کو نہ یہ سمجھ تھی کہ دشمن ہے نفس بد — کہتے تھے لوگ طفل یہ شیطان ہو گیا
آخر کیا پدر نے جو مکتب میں مجھ کو قید — استاد کے ادب سے میں انسان ہو گیا
پڑھ لکھ کے مولوی ہوا اور ہادی جہاں — علم و عمل کے فیض سے رحمان ہو گیا
پیری جو آئی پیر مریدوں کا میں ہوا — فضل خدا سے حق کا بھی عرفان ہو گیا
اس کی مدد سے طے ہوئیں منزلیں کڑی — دشوار جو سفر تھا وہ آسان ہو گیا

حاجت نہیں کسی سے کسی چیز کی مجھے
میں بیٹھا تھا غیب سے سامان ہو گیا

بے عشق یار کفر یہ ایمان ہو گیا — دیر و حرم میں جا کے پریشان ہو گیا
زاہد کو کیا حقیقت و عرفان سے غرض — جنت کے واسطے وہ مسلمان ہو گیا
دنیا میں آخرت کی مسافر کو فکر کیا — پہلے سے آنے جانیکا سامان ہو گیا
آخر ہوا تصور دلدار دلنشین — مالک ہمارے گھر کا یہ مہمان ہو گیا
میں باوجود نطق کے حیواں سے پست تھا — لیکن تمہارے عشق سے انسان ہو گیا

دل میں کیا جو مصحف رخسار کا خیال / میں رفتہ رفتہ آپ ہی قرآن ہو گیا
جز وصل آئی اور اگر دل میں آرزو / پردہ یہ درمیاں میں ارماں ہو گیا
بسمل کی طرح ہم تو تڑپتے رہے ادھر / گذرا جو پاس سے بھی تو انجان ہو گیا
مارے گئے جہاد میں کافر ہوئے وہ پاک / دنیا کے حق میں مرگ یہ احسان ہو گیا
تیرے ہی نور کی تو تھی اس شمع میں جھلک / پروانہ گرد پھر کے جو قربان ہو گیا
وقت کشاد چشم تھی جو غیر پر نظر / ہر گل کا چاک خار سے داماں ہو گیا
ہے بعد مرگ وعدہ دیدار روئے یار / مرنا ہمارے واسطے آسان ہو گیا
نکلا نہ خار غیرت حق جو آنکھ سے / ہنستے ہی چاک گل کا گریباں ہو گیا

ہر گل میں دیکھتا ہوں محب صاف روبرو
یہ خارزار مجھکو گلستان ہو گیا

دشمن ہمارے دل کا یہ ارمان ہو گیا / دنیا کی کشمکش سے پریشان ہو گیا
زرخیزیوں کا علم معادن کی کیا شمار / معمور کان زند سے بیابان ہو گیا
مسدود باب صنعت و حرفت جہاں ہوئے / وہ ملک چند سال میں ویران ہو گیا
دنیا قبول عام کی یہ جوش ہے خبر / برپا مخالفت کا جو طوفان ہو گیا
کیا اختیار آئیں جا نہیں دخل کیا / خود زیست اور مرگ کا سامان ہو گیا
قسمت خلاف ہو تو بنے کام کوئی کیا / ہر خار دشت جسد کا پیکان ہو گیا
پستی میں کیا عروج سے گرنا محال ہے / دم میں ملک بھی کفر سے شیطان ہو گیا
اڑنا ہوا ہمیں کیا ہے زمیں آسماں یہ جا / جسکو محال سمجھے تھے امکان ہو گیا
دنیا میں آ کے بھول گئے اسکو جنہوں نے / کیا آج وہ الست کا پیمان ہو گیا
ہم روز و شب بدلتے ہیں دستور رنگ و بو / ثابت ہماری شان ہے فی الآن ہو گیا
جھگڑے بہت خدا سے فرشتوں نے کی خلاف / آخر خلیفہ حق کا انسان ہو گیا

ہذا کل یوم ھو فی الشان

تعلیم و تربیت سے ہوئیں عورتیں درست
وحشت سرا مکان بھی پرستان ہو گیا

ہر رنگ و بو کے ہیں گل مضمون یہاں محب
رشک چمن یہ آپ کا دیوان ہو گیا

گھر خدا کا ہو گیا جب دیر ویرانہ ہوا
یہ کرامت ہے بتوں کی کعبہ بتخانہ ہوا

نام سے ہے آشنا صورت سے بیگانہ ہوا
زاہد اللہ اللہ کہتے کہتے دیوانہ ہوا

اس پری کے عشق میں جو شخص دیوانہ ہوا
عاقلان دین و دنیا سے بھی فرزانہ ہوا

تخم مردہ خاک میں گر کر اٹھا یہ حشر ہے
آخرت یہ ہے کہ پھر مر کر وہی دانہ ہوا

کچھ خدا کو زاہدو! یہ مئے پرستی ہے پسند
مسجدیں ویراں ہوئیں آباد میخانہ ہوا

اس تکدو سے بھرا کاسہ نہ تیرا اے فلک
اسکے رندوں کا مگر خالی نہ پیمانہ ہوا

ترک دنیا کرکے جب سے کی فقیری اختیار
کلبۂ احزن مرا شاہوں کا کاشانہ ہوا

گنج مخفی عشق کا اسوقت دل ہی میں ملا
جب یہ گھر آباد تیرے غم سے ویرانہ ہوا

نام کو ہے یہ فقیری اصل میں شاہی ہے یہ
تھا گدایانہ جو دل پہلے وہ شاہانہ ہوا

محو حیرت آئینہ ہر دم تھا اس کے سامنے
اور اس کے سر پہ چڑھکر دست رس شانہ ہوا

منہ لگانیسے تو ہر دم روبرو تھا آئینہ
سر چڑھانیسے بہت معزز یہ شانہ ہوا

اس پری کے عشق میں دیوانگی اتنی بڑی
سارا عالم میری نظروں میں پریخانہ ہوا

کلفت ہر دو جہاں سے تب میں چھوٹا ای محب
عقل والوں کی نظر میں جب میں دیوانہ ہوا

اے بے خبر بتا تو کب تک یہاں رہیگا
ٹھہرا سرا میں کبتک یہ کارواں رہیگا

کرتا ہے عمر اپنی کیوں صرف آب و گل میں
کیا مال کیا عمارت کیا خانداں رہیگا

کیا گھر بنا پائیگا اپنی نہ پختگی کی
تیرا نشاں نہ ہوگا لیکن مکاں رہیگا

مٹی میں ملکر آخر ہو جائیگا یہ مٹی
معبود تیرا کب تک یہ جسم و جاں رہیگا

کبتک پڑا رہیگا چکر میں تو دوئی کے
ہستی سے اپنی کبتک تو بدگماں رہیگا

سمجھا ہے خود کو مالک بھولا ہے میزباں کو
مہماں سرا میں کبتک تو مہماں رہیگا

تجھکو عمارتوں کی ہے پختگی کا سودا
کیا یہ زمیں رہیگی کیا آسماں رہیگا

جبتک ہے عشق اسکا آباد ہے یہ عالم
ٹھنڈی ہوی جو آتش پھر کیا دھواں رہیگا

ہے تیرے اور اس کے مابین نفس حائل
گر تو نے اس کو توڑا پردہ کہاں رہیگا

جنگ و وبا ہے ہر دم ستھراؤ ہو رہا ہے
ان سخت آندھیوں میں کیا گلستاں رہیگا

یہ جوش نفس کبتک یہ بزم عیش کبتک
بوڑھا کبھی نہ ہوگا کیا تو جواں رہیگا

آئیگا ٹھوک کر خم جب موت کا فرشتہ
کس بل پہ اپنے نازاں کیا پہلواں رہیگا

یہ سب محجب ہیں اس کے نام و نمود ہستی
سمجھا غلط ہے تیرا نام و نشاں رہیگا

دل سے شیخی کا شیخ بل نہ گیا
خود پرستی کا یہ خلل نہ گیا

حیف اس عشق کی تجلی سے
طور کی طرح دل یہ جل نہ گیا

ان گلوں بلبلوں کے مرنے سے
رنگ گلزار کچھ بدل نہ گیا

وقت گر پہنچا آگیا جس دم
دستگیری سے بھی سنبھل نہ گیا

نہیں توبہ کا وقت ساعت مرگ
کچھ عذاب لحد تو ٹل نہ گیا

بندشوں سے عمل کے چھٹ جاتا
سرحد نفس سے اچھل نہ گیا

وہی کرتا یہاں ترقی ہے
جس کا بیکار ایک پل نہ گیا

گردش آسیا سے وہ نہ بچا
جو ہر اک کالبد میں ڈھل نہ گیا

اُٹھ کے گر پہنچے وہ رہا محفوظ
مثل فوارہ جو ابل نہ گیا

ہر مسافر سرائے دنیا سے
آج تو جائیگا جو کل نہ گیا

مہر اور قہر گئے ہیں وقت جدا
پیش سلطان برمحل نہ گیا

عمل بد کے دیکھ کر انجام　　کیا کلیجہ تیرا دہل نہ گیا
صحبت یار میں تھے کچھ اغیار　　دل سے میں نے کہا کہ چل نہ گیا

اے محب فلسفہ کی بستی میں
اب عرفاں کا کوئی نل نہ گیا

وردِ زبان خلق ترا نام ہوگیا　　بیماریوں سے نفس کی آرام ہوگیا
مرتے ہی اس جہان سے پیدا ہوئے وہاں　　آغاز زیست مرگ کا انجام ہوگیا
دنیا کی نامرادیاں اسباب وصل ہیں　　ناکام جب ہوا تو مرا کام ہوگیا
سمجھا نہ تھا دروغ کی دنیا ہی ہیچ خواں　　میں راستی سے مورد دشنام ہوگیا
اٹھے تو اسکا ذکر ہے سوئے تو اسکی یاد　　عاشق کا شغل یہ سحر و شام ہوگیا
دنیا کی خواہشوں نے کیا آخرش ہلاک　　سمجھے تھے جسکو دانہ وہی دام ہوگیا
دو ہاتھ ہے دماغ خدائی سے بھی بلند　　عرش استوی بتوں کا لب بام ہوگیا
اللہ رے ضیاء رخ ساقی کے عکس سے　　دم بھر میں آفتاب مرا جام ہوگیا
آیا عدم سے اور گیا رہ کے چند روز　　پختہ سفر کے تجربے سے خام ہوگیا
دولت ملی تو صرف گناہوں میں سب ہوئی　　قہر و عذاب بخشش و انعام ہوگیا
رسوائے جہاں ہے ہدایت کا راستہ　　جب نام کی ہوس ہوی بدنام ہوگیا
آخر جو کفر تھا وہ ہوا ملت جہاں　　کہنے سے راز عشق بھی اب عام ہوگیا

رہتا محب ہے اس گل رعنا کا مبتلا
میں زشت رو تھا عشق سے گلفام ہوگیا

دماغ حسن میں ہے ناز کبریائی کا　　بتوں کو کیوں نہ ہو دعوی یہاں خدائی کا
مئے طہور و قصور بہشت و وصل حور　　یہی مآل ہے زاہد کی پارسائی کا
ہزار پردوں کو حسن ازل نے چاک کیا　　کمال جوش ہے ہر گل میں خودنمائی کا

خدا کی راہ میں کر جہد چھوڑ دنیا کو
اگر ہے شوق تجھے قسمت آزمائی کا

خزاں میں ہو گیا ہیں اسکے اب اصل سے ثمر
ملا یہ پھل مجھے اس گل کی آشنائی کا

برنگ سرو ہیں باد خزاں سے ہم آزاد
ثمر بہار ہے اس گل کی آشنائی کا

ہزار رنگ میں آئے بلبلو نہاں ہے عجب جو
وہ ایک داغ گلوں میں ہے بیوفائی کا

خدا کے سامنے بھی جو جھکے نہ سر عاشق
اسے ہے فخر ترے در پہ جبہہ سائی کا

جہاں خدا کی پہنچ بھی نہ تھی وہ بت پہونچا
یہ حال پوچھ لے جبرئیل رسائی کا

ازل سے عاشق و معشوق ایکجان و جسم
خیال خام ہے آپس میں پھر جدائی کا

خدا و خلق خدا سے ہو جسمیں استغنا
نبی کو فخر ہے اس فقر و بینوائی کا

یقیں سمجھ کہ میں جنت کے اس مقام میں ہوں
جہاں کے نام بھی آتا نہیں برائی کا

زباں کو روک محب اگر نہ راز عشق کو فاش
کہ یہ مقام دوئی کا ہے اور جدائی کا

عاشق شیدا نے جتنا راز دل اخفا کیا
اتنا ہی رنگ رخ بیمار نے افشا کیا

تھی پھر منصور سے وابستہ دنیا کی نجات
دی صدا اس نے انا الحق کی تو کیا بیجا کیا

جب نہیں موجود غیر حق تو کیا الزام ہے
کیا انا الحق کا غلط منصور نے دعویٰ کیا

عشق نے بندہ کو اپنی بندگی ہی کام ہے
جو کیا بندہ کے حق میں اس نے وہ اچھا کیا

ہیں وہی اولاد آدم میں بہت شیطان جن
آدمی نے آدمی کو اس جگہہ اغوا کیا

ہمت عالی آدم نے اوٹھایا بار عشق
جو نہ گردوں سے ہوا وہ کام خود تنہا کیا

ہیں کہاں جن و ملک ارض و فلک میں سلسلہ عشق
آدمی کو آدمی کے عشق پر شیدا کیا

جز مسلمانوں کے دنیا میں نہیں ہے قوم اور
جسنے وقت جنگ پاس خاطر اعدا کیا

اس انا الحق کی صدا نے کر دیا افشائے راز
کیا ہو منصور کو گر دار پر رسوا کیا

اہل غیرت تو اپنوں کو بھی کرتے ہیں جدا
ہے موحد وہ کہ جسنے غیر کو اپنا کیا

برسوں محب اردو کی زباں داغ سے سیکھی
ماہر نہ ہوا تیس برس میں بھی زباں کا

حق یاد جو دمبدم رہیگا — دنیا کا نہ کوئی غم رہیگا
جبتک نہ ہو دل میں گنج تجرید — اندیشۂ بیش و کم رہیگا
ہر ظلم بصورت مثالی — گرد اہل ستم رہیگا
جبتک کہ ہے دل میں حب دنیا — تب تک لیتا جنم رہیگا
سر جائے تو جائے عاشقوں کا — پیچھے نہ کبھی قدم رہیگا
دل میں ہے اگر محبت دوست — لبریز یہ جام جم رہیگا
ہے غیب کبھی کبھی حضوری — دایم یونہی زیر و بم رہیگا
جس نے کہ نہ دیکھا اس کا چہرہ — شیدائے رخ عدم رہیگا
خالی نہ رہیگا شیشۂ دل — گر خمر نہیں تو سم رہیگا
ارحام یہاں ہیں لوح محفوظ — لکھتا اپنی قلم رہیگا

اس اوج پہ یہ محبت سر چرخ
قدمو نپہ زمیں کے خم رہیگا

راز وحدت کھلے تو کیا ہوگا — ہر بت سنگدل خدا ہوگا
جب وہ پردہ سے رونما ہوگا — زاہدو حشر تب بپا ہوگا
آئیگی تب خدا کی شکل نظر — جب یہ وہم دوئی فنا ہوگا
نفس کا سحر توڑنے کے لئے — ذکر ہُو موسوی عصا ہوگا
دیکھتا ہے مگر نہیں ہے شناخت — نام اس کا کہیں سنا ہوگا
اپنی قدرت کو آپ خود دیکھے — یہی خلقت سے مدعا ہوگا
دل کی لبیک جو سنیگا کبھی — وہ نہ پھر طالب دعا ہوگا

تم تو پورا کرو الست کا قول — وعدۂ یار بھی وفا ہوگا
حق کے کہنے میں کر نہ یہ وسواس — ہوگا کیا گر جہاں خفا ہوگا
ہوگا جب بندگی میں تو ممتاز — خلعت خاص پھر عطا ہوگا
عاشقوں کو محبؔ تیرا ہر شعر
نسخۂ درد لا دوا ہوگا

اٹھا پردہ تعین کا تو وحدت کا سماں نکلا — جسے سمجھے تھے ہم بت وہ حقیقت میں خدا نکلا
خدا جانے کہ اس منزل کے ہم کیسے مسافر ہیں — ہر اک شے میں سمندر کی ہمارا نقش پا نکلا
شکایت کیا ہے غیروں کی جب اپنے ہی مخالف ہوں — ہر عضو تن بھی تو روز جزا نا آشنا نکلا
درخت خار بوئے تھے تو کانٹوں میں پھنسے آخر — نتیجہ خوب خوبی کا برائی کا برا نکلا
یہ مال و زر یہ کر و فر یہ عز و جاہ دنیا کا — جسے ہم نے ٹٹولا اس کے اندر سے دغا نکلا
کہاں اس باغ میں بے رنج محنت کی ہے عشرت — نہاں ہر پہلوئے گل میں یہاں خار جفا نکلا
کیا ہے تربیت برسوں میں نفس بد کو محنت سے — جسے سمجھے تھے ہم سرکش غلام باوفا نکلا
یہاں سے مر کے پہونچے عالم امثال میں تو کیا — وہاں بھی اے گرفتار اجل دام قضا نکلا
یہ ذکر و فکر ہیں اکسیر شرط قابلیت ہے — بہت کھودی زمیں شور جز پتھر کے کیا نکلا
لطافت اور کثافت حالتیں ہیں ذات واحد کی — سما میں ہے زمیں نکلی زمیں میں ہے سما نکلا
نکالا بھی جو جنت سے نہ چھوڑا دامن اس گل کا
وفا میں بھی محبؔ تو افسر اہل وفا نکلا

دوئی کی ذات میں جلوہ تھا اللہ کھولا پردہ اختر کا — جو نکلا شمس وحدت آگیا دن روز محشر کا
قل اعوذ کو ہم پڑھتے رہے پانچوں نمازوں میں — خیال اللہ جو آیا تو شیطاں پاس سے سرکا
عدوئے نفس پر ہم فتح پائیں تو رسائی ہو — بڑا شہ زور شیطاں ہے محافظ یاں کے در کا
دوئی کو چھوڑتے ہی منزل لاہوت تک پہونچے — زمیں سے تو فلک تک راستہ سالک کے ہے دم بھر کا

مقام غیبت میں پرسش اعمال ہرجا ہے — نشاں ملتا نہیں لاہوت میں کچھ خیر کا شر کا
جو نکلا آفتاب عشق محشر ہو گیا برپا — جسے کہتے ہیں وجہ اللہ وہ چہرہ ہے دلبر کا

محب ہے فرق اطلاق و تقید کا فقط اتنا
دگرنہ آب تو یکساں ہے کوزہ کا سمندر کا

جمال یار سے اتنا بڑا ہے نور آنکھوں کا — کہ ہر ذرہ نظر آتا ہے مجھکو طور آنکھوں کا
وہی تن ہے وہی جاں ہے وہی مشہود و پنہاں ہے — سرور دل وہی ہے اور وہی ہے نور آنکھوں کا
چھپے تھے اس پری کے گول پر نقش گل نرگس — نیا دیکھا ان آنکھوں سے لباس حور آنکھوں کا
اسی کے عشق میں سارے جہاں کو بیخبر پایا — کوئی مسحور چتون کا کوئی مخمور آنکھوں کا
نہ دیکھے اسکو جو دیکھے تو اس کے غیر کو دیکھے — وہ احول چشم ہے یا کور یا معذور آنکھوں کا

جن آنکھوں نے محب اکبار بھی دیکھا جمال اسکا
نہیں جاتا کبھی ان سے ابد تک نور آنکھوں کا

ہر نفس ہے تار مو اس زلف عالمگیر کا — سارا عالم ہے گرفتار آہنی زنجیر کا
اپنی تدبیروں سے جب دام ہلاکت میں پھنسا — تب ہوا قائل گرفتار بلا تقدیر کا
جسطرف دیکھو ادھر آتا ہے وہ چہرہ نظر — جملہ عالم آئینہ ہے یار کی تصویر کا
کیا عذاب گور سے محفوظ رکھے گی تجھے — ہے خیال خام پختہ قبر کی تعمیر کا
صبر و تسلیم و رضا ہے سب بلاؤں کی سپر — پہلوانی پنبہ پر کیا ہے اثر شمشیر کا
عمر بھر تونے چلائے تیر سایہ پر تو کیا — مرغ تو اوپر اڑا اور رہ گیا نشانہ تیر کا
جب اسی کے ہاتھ میں ہے یہ ہماری عقل و رائے — سود ہے پھر تو سراپا ہر زیاں تدبیر کا
معتقد جسکا ہو اسکو حق سمجھ کر پوچھ تو — واسجدوا آدم بیاں ہے مرتبہ ہر پیر کا
دلکی مشغولی خیال یار میں آساں نہیں — اس زمین شور میں لانا ہے جو شیر کا
دیکھ آئینہ میں پہلے اپنے بھی تو خال و خط — گر ارادہ ہے ترا قرآن کی تفسیر کا

ایک نکتہ عشق کا میں نے جو سیکھا ہے محب
ہے وہی تحریر کا منشاء وہی تقریر کا

غم بہت ہے یہاں سے جانے کا — کیا نہیں ہے یقین آنے کا
تو ہی موجود ہر جگہہ ہے مگر — ہے یقیں کسکو تیرے پانے کا
ہے وہی شاد باغ ہستی میں — ذوق ہے جس کو غم کے کھانے کا
جلکے مرنا ہے کار پروانہ — شمع کا کام ہے جلانے کا
یہ شفق ہے کہ جل رہا ہے فلک — دیکھ انجام خون بہانے کا
سچ ہے لہ یحیی و لہ یمیت — سلسلہ ہے یہ آنے جانے کا
ملکے مٹی میں تخم بھر اوٹھا — غم نہیں خاک میں ملانے کا
اس کی صورت کو آنکھ سے دیکھیں — تھا یہ مقصد ہمیں بنانے کا
ڈوب کر بحر عینیت میں نکل — کیا کنارے مزا نہانے کا
قال سے عاشقی نہیں آتی — بیخودی حال ہے دوانے کا

اس فریب نظر چمن میں محب
خوف ہر جا ہے دام و دانے کا

بہشت اپنی سقر اپنا زمین و آسمان اپنا — دو عالم میں بتاؤ تو نہیں کس جا مکاں اپنا
زمیں اپنی فلک اپنا مکان و لامکاں اپنا — ہم ہی ہر جا ہیں لیکن ڈھونڈھے نہیں ملتا نشاں اپنا
پکڑ مضبوط دامن عشق کا اور چھوڑ دنیا کو — جو وہ جان جہاں اپنا تو پھر سارا جہاں اپنا
جنھیں اپنا سمجھتے تھے وہ غیروں سے بھی کم نکلے — جو دیکھا خوب دنیا کو غلط پایا گماں اپنا
ہمیں کیا خوف ہو میزان عدل و روز محشر کا — لیا کرتے ہیں ہم خود آفتوں میں امتحاں اپنا
نہ کھاتے دانہ گندم کبھی شیطان کے اغوا سے — سمجھتے حضرت آدم اگر سر نہاں اپنا
جو بوتے دل میں تخم عشق تو شیریں ثمر پاتے — ہوا باغ جوانی مفت میں صرف خزاں اپنا

جو بھیجے ہیں یہیں سے سوئے دوزخ ایک رستہ ہے
زباں وہ بند کرتے اور سیتے ہیں دہاں اپنا

ہمارے شعر میں بھی رنگ ہے گلہائے مغرب کا
نہ یہ اپنی زباں ہے اور نہ یہ طرز بیاں اپنا

بہار آئی تو آئے باغ میں کیا ہم کو مطلب ہے
نہ بزم اپنی نہ مے اپنی نہ یار مہرباں اپنا

محبؔ وہ داغ ہائے عشق ہیں دل پر اگر دیکھے
تو رضواں بھول جائے آسمانی گلستاں اپنا

کبھی تھا صلب میں گاہے رحم میں ماں کے گھر میرا
سماہے تابہ ارض اللہ واسع ہے سفر میرا

لحد کے بعد دو راہیں ہیں سوئے دوزخ و جنت
خدا جانے کہ کس رستہ سے ہوتا ہے گزر میرا

پریشاں حال رکھا الفت گیسوئے دنیا نے
نصیب دشمناں بھی ہو نہ یا رب درد سر میرا

در دل سے بہم پہونچوں اس طرف تو اس طرف آئے
جو کھلجائے تصور سے تیرے یہ ایک در میرا

جناں و خلد دیکر یار جسکو مول لیتا ہے
ہر اک قطرہ ہے خون اشک وہ لعل و گہر میرا

ادا و ناز ہیں تو مست ہیں بیخود ہیں تیرے غم میں
خدا حافظ حقیقی ہے اُدہر تیرا ادہر میرا

زباں ہے دعوئے الفت ہے دل دونوں کے خالی ہیں
نہ مجھپر ہے اثر اس کا نہ اس پر ہے اثر میرا

مجھے ہے معنوی بیعت جو مولانائے رومی سے
وظیفہ آجکل ہے مثنوی شام و سحر میرا

کبھی میں خاک تھا گاہے تھا نطفہ اور کبھی مضغہ
ہوا ہے ان مقاموں سے بحمد اللہ گذر میرا

مقام ہو یہ میں پہونچا وہ پہونچا عرش اعلیٰ تک
پر جبرئیل سے بڑھکر قوی ہے بال و پر میرا

محبؔ کیا فکر ہے داغ محبت دل میں رکھتے ہیں
اندہیرے میں لحد کی روشنی دیگا قمر میرا

جو اس خورشید طلعت نے نقاب رخ سحر الٹا
نظر آیا ہے کیا اس کے مقابل میں قمر الٹا

دماغ الٹا ہے دل الٹا نظر الٹی جگر الٹا
نہ دیکھا ہو کسی نے دیکھ لے یہ گھر کا گھر الٹا

نہیں ہے غیریت وحدت ہی شخص و عکس میں ظاہر
کہ ہو جاتا ہے سیدھا آئینہ میں دست سر الٹا

دلوں میں کج نہاد وں کے ہے سیدھی بات بھی الٹی
کہ جیسے قمقمے میں عکس آتا ہے نظر الٹا

نظر آئیگی کیا اصل حقیقت چشم ظاہر کو ۔ کہ پڑتا ہے آنکھ کی تپلی پہ ہے عکس شجر الٹا
لڑائی میں عدوئے نفس سے ہر مکر جائز ہے ۔ کہ اہل حرب کرتے ہیں ارادہ ہے سفر الٹا
بلندی سے گرا کرتے ہیں اہل نار سر کے بل ۔ کہ جیسے پھل جھڑی میں اٹھ کے گرتا ہی شرر الٹا
اگر سونے میں راحت اور بیداری میں محنت ہے ۔ تو پھر کیوں تجھکو مرنے سے ہے یہ خوف و خطر الٹا
الٹ دے تو بھی محنت سے طبیعت نفس بدخو کی ۔ علیؑ نے جسطرح سے جنگ میں خیبر کا در الٹا
دماغوں میں کجی ہے اور پھر الٹی سمجھ بھی ہے ۔ نہ دیکھا ہو کسی نے دیکھ لے یہ بام و در الٹا
خدا محفوظ رکھے خلق تا صدہا معذب ہیں ۔ دماغ الٹا ہے دل الٹا نظر الٹی جگر الٹا

ہدایت اور ضلالت اے محب دونوں مقدر ہیں
کوئی آتا ہے سیدھا پیٹ سے کوئی پسر الٹا

کڑی منزل ہے رستہ دور ساماں سفر اتنا ۔ قیامت اسپہ سونا ہے ترا وقت سحر اتنا
خبر بھی ہے کہ ہو جائیگا گھٹ گھٹ کر ہلال اک دن ۔ نہ ہو نازاں عروج چند روزہ پر قمر اتنا
جو دیتا ہی نہیں پھل اسکو جو لٹھے میں جلاتے ہیں ۔ نہ ہو مغرور تو اس باغ میں اے بے ثمر اتنا
نہ ہو جائے کہیں درماں بھی آخر ایک بیماری ۔ مداوا کر نہ میرے درد کا اے چارہ گر اتنا
ہوئے برباد لاکھوں کثرت اولاد و دولت سے ۔ گریں خود ٹوٹ کر شاخیں جو لائے پھل شجر اتنا
جو دیکھا رنگ باغ دہر بلبل نے کہا گل سے ۔ نہ ہو مغرور اپنے حسن پہ اے بے خبر اتنا
خیال یار پختہ ہو تو نکلے ہر بن مو سے ۔ ٹپکتا شاخ سے ہے خود جو پکتا ہے ثمر اتنا
جتا تا صوم باہر ہے تو گھر میں خوب کھاتا ہے ۔ خدا سے تو نہیں ہے خلق سے خوف و خطر اتنا

محب ساقی ہے وہ باقی شراب عشق ظاہر ہے
مے و معشوق سے زاہد کو ہے پھر کیوں حذر اتنا

بڑھایا عمر کو صبح و مسا تار نفس کھینچا ۔ زمین و جسم و جاں کیے آب پینے کو حرص کھینچا
ہزاروں سال کا رستہ خدا کا دم میں طے ہو گا ۔ جو با خدمت مخلوق تو نے دس برس کھینچا

پھنسایا لذتوں نے اسطرح دام محبت میں ۔۔۔ ظروف شہد نے جسطرح سے پائے مگس کھینچا
دکھایا زور اپنا بعد مردن عشق جاناں نے ۔۔۔ اڑا جب مرغ جاں بلبل کا گلشن سے قفس کھینچا
جگایا ضعف پیری نے سفر کے وقت سے پہلے ۔۔۔ بحمد اللہ نہ ہمنے بار احسان جرس کھینچا
نکلجاتے ہیں پھنسکر لذتوں میں عاشق صادق ۔۔۔ اڑا شہباز دست شاہ جب دام ہوس کھینچا
حیات و موت دو نو اک نفس سے کب باہر ہیں ۔۔۔ کبھی باہر کو چھوڑا اور کبھی اندر نفس کھینچا
علوم نو بنو پڑھ پڑھ کے باندہے شعر میں مضمون ۔۔۔ کھلا جو علم و فن کا پھول اسکا ہمنے رس کھینچا
جو آیا دل میں گذرے امید فضل رحمت پر ۔۔۔ خدا کا شکر ہے ہمنے نہ بار پیش و پس کھینچا
ہزاروں دزد و سارق ہیں محافظ مال و دولت کے ۔۔۔ سگاں کو رے دنیا نے نہ داماں عسس کھینچا

محب یہ مہر تاباں کرہ ناری ہوا آخر
جگر سے نالہ آتش فشاں ہمنے زبس کھینچا

جسقدر یہ نفس تیرا عیش سے موٹا ہوا ۔۔۔ اسقدر اللہ کی نظروں میں تو چھوٹا ہوا
کیا ملا جو قوتیں اعمال بد میں صرف کیں ۔۔۔ عمر کھوئی اور تجارت میں تجھے ٹوٹا ہوا
ہے نجاست شرک کی تو دامن دل میں بھری ۔۔۔ ڈھیر کے چھونیسے صاحب کیا نجس لوٹا ہوا
جب سے زشت و خوب کی اصل حقیقت ہے کھلی ۔۔۔ نب سے کانٹا بھی نظر میں ہے گل بوٹا ہوا
بے سزا سخت نفس یہ نہیں دیتا کبھی ۔۔۔ اوستاد خرمن و میموں ہاتھ میں سوٹا ہوا
سکہ زر کی محک سے اور بڑہجاتی ہے قدر ۔۔۔ جب گیا بازار میں لے آبرو کھوٹا ہوا
بات سچی جھوٹ کے ٹانکے سے بالکل ہی گرے ۔۔۔ مس کی آمیزش سے سکہ زر کا بھی کھوٹا ہوا
کچھ عجب منیشن خیالی نے دکھایا انقلاب ۔۔۔ لیس کی عزت ہوئی بے آبرو گوٹا ہوا
لذت دنیائے فانی میں ہوئے پڑ ھکر خراب ۔۔۔ روح تو دبلی ہوی اور جسم کیا موٹا ہوا
ہمت عالی سے ہے انساں کی قدر و منزلت ۔۔۔ کیا ہوا اگر قد جاناں سرو سے چھوٹا ہوا

کی تجارت ہمنے بھی شعر و سخن کی اے محب

نفع سمجھے ہم اسی کو جو ہمیں ٹوٹا ہوا

کندہ ہے مرے دل پہ فقط نام خدا کا
اس مُہر سے کرتا ہوں بیاں کام خدا کا

دنیا کو ملا کرتی ہے مزدوری محنت
ملتا متوکل کو ہے انعام خدا کا

ہر روز ازل صبح ہے اور شام ابد ہے
آغاز خدا کا ہے نہ انجام خدا کا

نذروں میں نیازوں میں یہی راز ہے پنہاں
مخلوق کے کھانے سے ہے تر کام خدا کا

کردے نہ جدا حق سے یہ مشغولی دنیا
کچھ ذکر کیا کر سحر و شام خدا کا

مستوں کو پلاتا ہے وہ خود ہاتھ سے اپنے
مٹی کا پیالہ ہے مرا جام خدا کا

سب کام ترے غیب سے ہو جائینگے غافل
تو اپنی غرض چھوڑ کے کر کام خدا کا

ہے استوی اس ذات کا ہر ذرہ عالم
کچھ عرش ہی محدود نہیں بام خدا کا

صیاد ازل نے جسے تاکا اسے پھانسا
گردن میں ہر اک صید کے ہے دام خدا کا

دو ہاتھ بلند اڑ کے خدائی سے نکل جا
وحدت میں جو پہونچا وہ نہیں رام خدا کا

پہچاننا مشکل ہے عجب اس کا جہاں میں
لیتے ہیں زبانوں سے تو سب نام خدا کا

بتائیں کیا تمھیں اس شوخ کو کہاں دیکھا
نظر جدھر کو گئی اس طرف عیاں دیکھا

تجھی کو دیکھتے ہم تو تمام عمر رہے
گلوں کو دیکھا نہ خورشید و آسماں دیکھا

وہی ہے ظاہر و باطن وہی ہے خود میں خود
ثمر میں تخم ثمر بیج میں نہاں دیکھا

ہوا ہے خانہ دل جس کا تیری منزلگاہ
اسی کا عرش بریں سے پرے مکاں دیکھا

مکاں وہ سعد ہے جسمیں ہو اسکی مہمانی
محل وہ نحس ہے جس نے نہ مہماں دیکھا

کھلی کلی ہے کہیں گل کہیں ہیں پژمردہ
حیات موت کا ہر آن یہ سماں دیکھا

تمھارے عشق کو دل میں چھپائے رکھتے ہیں
یہ آگ وہ ہے کہ جسمیں نہ کچھ دھواں دیکھا

یہ وہم وسوسے گو اے دل کے ہیں آثار
کبھی نہ اہل بصیرت کو بدگماں دیکھا

محب نے دیکھا جو اس گل کا رنگ پردہ سے
نظر اٹھا کے نہ پھر سوئے گلستاں دیکھا

جسکو دیکھا مبتلائے غم رہا
شاد اس دار فنا میں کم رہا

یاد میں تیری نہ گذرا جو کہ انفس
غم رہا جبتک کہ دم میں دم رہا

کیا جئے ہم بے وصال یار آہ
عمر بھر اس زیست پر ماتم رہا

کیا جئے ہم اس حوادث گاہ میں
خوش تو ایک دن اور دس دن غم رہا

تھی گھڑی بھر کی نمود ظاہری
طاق کسریٰ اور نہ جام جم رہا

آرزو گندم کی جب اسکو ہوئی
مطمئن جنت میں کب آدم رہا

عشق تیرا جب ہوا رہبر مرا
راستہ کا پھر نہ پیچ و خم رہا

مرکے بھی چھوٹے نہ شور زیست سے
زندگی کا سلسلہ پیہم رہا

واری قسمت اس آہو چشم کو
عمر بھر سایہ سے میری رم رہا

اس چمن میں ہے وہ شاد آخر محب
مثل شبنم جو بچشم نم رہا

تو ملا تو سارا عالم مل گیا
خاک کو الماس خاتم مل گیا

دم ترا جو خواب غفلت میں کٹا
جان لے وہ خاک میں دم مل گیا

کھائی جو میں نے غذائے یاد یار
اس میں ذوق طبع کا سم مل گیا

رنج بلبل شادی گل سے ہے خوب
شاد وہ ہے جسکو یہ غم مل گیا

پی شراب عشق جس سے ہو نجات
کیا ملا گر کاسہ جم مل گیا

کیوں نہ دل سے جوش زن ہو سب علوم
بحر کامل سے سر یم مل گیا

دیکھئے اس خاک کے پتلے کی دوڑ
خود خدا میں جا کے آدم مل گیا

وہ ملا دم بھر بھی گر مجھکو محب

زندگی کا لطف پیہم مل گیا

جو صید گاہ میں وہ یار آیا تو صید بہر نثار آیا
ہوا پہ از خود سوار آیا قضا کی منہ میں شکار آیا

بپا ہے محشر جہاں میں دیکھو ہے حکم خالق کہ صور پھونکو
اٹھو قبور شکم سے مردو کہ سر پہ روز شمار آیا

یہ بزم عشرت ہے اتفاقی شب جوانی ہے تھوڑی باقی
پلا دے ایک جام اور ساقی کہ نشہ اترا خمار آیا

پھٹینگے شاخوں کے سخت پردے کھلینگے غنچوں کے نیز پردے
اٹھینگے قبروں سے دم میں مردے کہ چمن پہ ابر بہار آیا

ہوا جو نفس لعین کا نیدا تو گرگ نے اسکو پھاڑ کھایا
غضب کو شہوت کو جسنے مارا وہ شیر نر پر سوار آیا

جہاں کا ہر حال میں نے دیکھا سکون دل کو کہیں نہ پایا
لیا زباں سے جو نام تیرا تو دل کو اسدم قرار آیا

بڑی تمنا سے باغ سینچے گلوں کے آخر یہ تھے نتیجے
عروج پر اپنے پھول پہنچے گلے میں لوگوں کے ہار آیا

محب بہت قسمت آزمائی ہوئی اثر تک کبھی سمائی
جو دل میں تقوے پر اسکی پائی ہزار جاں سے پیار آیا

گئے حرم میں تو سنگ پایا صنم میں خاک ہوا کو دیکھا
جو دل کی آنکھوں میں نور آیا تو جسکو دیکھا خدا کو دیکھا

جو زخم تیری نگہ کا کھایا ہزار جاں سے وہ دلکو بھایا
عجب مزہ عاشقی میں پایا جفا کو دیکھا وفا کو دیکھا

ہوا جو میں اس صنم کا عابد تو عین حق کا ہوئیں مساجد
بتوں کے ناز و ادا میں زاہد خدا کے جور و جفا کو دیکھا

کسی کو مژگاں سے تیر مارے کسی کو گلوں کے دستے
تمہاری ناز و ادا میں تمنے قدر کو دیکھا قضا کو دیکھا

نہ کھاتے گندم اگر جہاں میں تو آتے عرفاں کے کب تمہیں
رہے جہنم میں گلستاں میں صواب دیکھا خطا کو دیکھا

ہزار باندھے خیال تم نے مگر نہ معنی حشر سمجھے
اٹھے جو قبر شکم سے مردے مقام روز جزا کو دیکھا

نہ دیکھے آنکھوں سے حق کے جلوے ہمیشہ کھائی دوئی کے دھوکے
رہے بغرض و ریا انہیں کے مخالفت میں ہوا کو دیکھا

میں ہی ہوں باطن میں ہی ہوں ظاہر نہیں حقیقت میں ہی مظاہر
ہوا جو ہستی کا اپنی ناظر فنا کو دیکھا بقا کو دیکھا

محب یہ دولت ہی بوجھ سر پر کھلا غریبوں کو پیٹ بھر کر
نہیں خلو سے ہے نفع بہتر غنی کو دیکھا گدا کو دیکھا

کچھ عجب بدلی ہوئی ہے شہر کی آب و ہوا
دن کو گرمی رات کو سردی جو سامنے ذرا

جنگِ انساں ہے وہاں جنگِ عناصر ہے یہاں
گلفتیاں طاعون کی ہیں تو یوں کہے کوئے سی سوا

اک وبا جاتی اگر ہے دوسری موجود ہے
کچھ عجب جنگِ عناصر کا بندھا ہے سلسلا

علم و حکمت زور دز رپر کیا بھروسہ کیجئے
بس نہیں چلتا کسی کا جبکہ آتی ہے قضا

بوعلی سینا بھی ہو جاتا ہے احمق وقتِ مرگ
زہر ہو جاتی ہے جو دیتا ہے وہ حکمی دوا

کچھ نہیں کرتا کوئی لقمان ہو یا پیرِ شہید
ہاتھ میں اللہ کے بندہ کی ہے موت و شفا

اپنی ہستی کو نہ سمجھا تا کہ ہو جاتی نجات
اس حیات و موت کے چکر میں ناحق تو رہا

ست بھی ہوتا نہیں ہے نیست کیوں ہے خوفِ مرگ
تو وہی ہے گرچہ بدلیں چالتیں تیری سدا

تھا شکم میں ماں کے تو قطرہ مگر اب بیر ہے
روز آئی موت تجھپر اور پھر زندہ ہوا

زندگی کا سلسلہ اس موت سے ہوگا نہ ختم
تخمِ مردہ گڑ کے زیرِ خاک ہوتا ہے ہرا

اس حیات و موت کے وسواس سے جلدی نکل
ہر نفس دل میں محب کر رات دن ذکرِ خدا

کعبہ سے بتکدہ کی طرف سر کے بل گیا
اس راستہ سے ارض و سما سے نکل گیا

تیرے کرم سے طے ہوئیں ساہستی کی منزلیں
چاہ بلا میں نفس کی گر کر سنبھل گیا

سیتی ہے موت جامۂ ہستی کو کاٹ کر
کیا روح کا بگڑ گیا قالب بدل گیا

اپنی خودی کو چھوڑ کے ہو عینِ آفتاب
پروانہ گر کے شمع پر دم بھر میں جل گیا

تیری طرف سے منھ نہ پھرا وقتِ حشر بھی
دریا کا رخ بدل گیا اور کوہ ٹل گیا

غافل حیات حشر ہے اور موت نشر ہے
کیوں نام حشر سن کے کلیجہ دہل گیا

کچھ تو ہی حسن و عشق میں روزِ ازل سے لاگ
دیکھا ادھر حسین کوئی اور دل مچل گیا

دوزخ میں اہلِ نار کی حالت وہی رہی
جلنے کے بعد بھی نہیں رسی کا بل گیا

قالب بغیر روح کو اکدم نہیں قرار
تیار دوسرا ہوا جب اک محل گیا

دیکھا نہ پھر کے موئے خدا وقتِ مرگ تک
شیطاں کا سجدہ حضرتِ آدم پہ چل گیا

حکمت بغیر قدرت کامل کہاں محبؔ
ناکے میں کسطرح سے سوئی کے جبل گیا

پیری میں ہے خیال کسی گلعذار کا — فصل خزاں میں آیا ہے موسم بہار کا
کر، جتناب نشۂ دولت میں تو مستت نہ — وہ چند ہے سرور سے عرصہ خمار کا
آتا نہیں ہے کام کچھ اہل قبور کے — گنبد فلک سے بھی ہو جو اونچا مزار کا
آتا پیام یار ادہر سے ہے دمبدم — ہر دلمیں سلسلہ ہے اسی ایکتار کا
اعداد میں بھی رکھتے ہیں اس ایک پر نظر — دو چار کا خیال نہ دس کا ہزار کا
کرتے ہیں تیری راہ میں جو خود کو خاک پا — ہر ذرہ مہر و ماہ ہے اُن کے غبار کا
عیسیٰ خدا کے بیٹے تھے منصور عین حق — دونوں کو افتخار تھا مصلوب دار کا
دیدار یار پر ہے قیامت کا انحصار — ہر روز انتظار ہے روز شمار کا
دل کو تپش ہے مہر کی اور شکوہ چاندنی — باہم مقابلہ ہے یہاں نور و نار کا
سب کو عروج عام ہے اچھا ہو یا برا — سر ہے مقام گل کا تو آتش ہے خار کا
کثرت گلوں کی قبر پر ہر وقت ہے محبؔ — جوبن بہار پر ہے دل داغدار کا
دیکھا جو بت کو اللہ بھولا — وہ کعبہ بھولا وہ راہ بھولا
عیش و طرب کی کی جس نے عادت — شہر و رعایا وہ شاہ بھولا
حرص و ہوا کی کی جس نے طاعت — وہ شاہ حق کی درگاہ بھولا
آئی جوانی شیطاں نے گھیرا — راہ ہدایت بیگاہ بھولا
گذری جوانی عاشق کی ساری — کیا نالہ بھولا کیا آہ بھولا
ناگاہ آیا جب وقت رحلت — سب مال چھوڑا سب جاہ بھولا
اعمال بد کی ٹھوکر جو کھائی — ساری عداوت بدخواہ بھولا
جسنے کہ دیکھی درگاہ دل کی — دیر و حرم کی وہ راہ بھولا

دیکھی محب نے جب اسکی صورت
اپنی خودی کو ناگاہ بھولا

خاک ہوا تو جب ملا۔ مرتبہ بوتراب کا
فرش سے عرش تک گیا۔ اوج ہی کیا سحاب کا
غیر ہے یار کا کہاں۔ خلق ہے وہم اور گماں
کہتے ہیں جسکو یہ جہاں وہ ہے طلسم خواب کا
مست کا تیرے مرتبہ۔ ساتوں فلک سے ہے سوا
جسکے ملک ہیں بوس پا حال ہے یہ خراب کا
سب میں اسی کی ہے جھلک۔ مہر ہو ماہ یا فلک
جملہ عدو کی جان ہے یک گرہ ہے یہی حباب کا
عشق نے تیری جان جاں۔ کردیا پیر کو جواں
بزم شراب و مہوشاں شغل ہے یہ شباب کا
لوح صفا پہ دہر کے سب کے عمل ہیں چھپ رہے
حشر کے دن ہے سامنے ہر ورق اس کتاب کا
زاہد خشک بیخبر۔ صوم سے مئے ہے خوبتر
سر ہے سجود میں مگر دل ہے کہاں جناب کا
نور سحر کے روبرو۔ ظلمت شب کی جستجو۔
دل کو بنا جوان تو۔ شوق نہ کر خضاب کا
شیخ جو چاہے سو کرے۔ کعبہ سے عرش تک پھرے
وہ تو محب ہے سامنے وہم نہ کر حجاب کا

وہ قمر آیا جو کعبہ میں تو بت گر چمکا
گھر خدا کا ہوا بت خانہ کا اختر چمکا
ذبح کرنے سے مرے ظلم ستمگر چمکا
فلک صبر پہ مظلوم کا اختر چمکا
سر بالیں جو مرے خواب میں آیا وہ قمر
رات خورشید قیامت مرے سر پر چمکا
جلوہ یار سے تھا خانہ دل برج فلک
ذرہ ذرہ جو ہوا مہر تو سب گھر چمکا
کھل گیا فرش سے تا عرش وہ سب عالم خلق
خانہ دل میں جو عکس رخ انور چمکا
آتش عشق نے پیدا کیئے خورشید فلک
آہ سے چرخ بنا سوز سے اختر چمکا
تابہ رخسار ہے جو مہ قمر نورانی
اوسی چاندنی میں وہ تیرے کان کا گوہر چمکا
نفس بدخو کے بگڑنے سے نہ گھبرا سالک
جب کیا قصد سواری کا تو یہ خر چمکا
شرم سے چھپ گیا خورشید فلک زیر سحاب
ضو سے رخسار کے جب کان کا گوہر چمکا

ظلمت نفس گئی صبح قیامت آئی
شمس وحدت جو محب جسم کے اندر چمکا

ساقی پلا دے جام مئے عشق ذات کا
مٹ جائے دل سے نام حیات و ممات کا

اپنی خودی کو چھوڑ کہ آئے نظر خدا
پردہ پڑا ہے ذات کے رخ پر صفات کا

دن کثرت ظہور سے ہنگام حشر ہے
وقت خفائے وصل ہے پردہ ہے رات کا

پروا نہیں ہے ہم کو عذاب جحیم کی
پروانہ ہے یہ عشق ہماری نجات کا

روشن ہے داغہائے جگر سے تمام گھر
ہر رات ہے گماں یہاں شب برات کا

سجدہ کریں خدا کو کہ پوجیں بتان دیر
رستہ ہے ایک عشق ہماری نجات کا

رندوں کی مجلسوں میں مئے و مے کا ذکر کر
کر واعظ زاہد و مفتی سے صوم و صلوات کا

والنون والقلم سے جو کھینچتی ہیں صورتیں
اعزاز پھر نہ کیوں ہو قلم اور دوات کا

کہتا ہے پیر کان میں سالک کے راز عشق
بھاری ہے دو جہان سے بھی حل ایک بات کا

اللہ اور خلیفہ اللہ وہ نہیں
مالک ہے جانشیں خدا کائنات کا

ہم اس مقام عشق میں پہنچے ہیں اے محب
نام و نشان نہیں ہے جہاں شش جہات کا

وہ عاقل ہے جو دور گل میں بھی خنداں نہیں ہوتا
خزاں آنے سے بلبل کی طرح نالاں نہیں ہوتا

زمیں سے خود بخود آتا ہے باہر دانہ مدفون
چھپانے سے بھی راز عاشقی پنہاں نہیں ہوتا

ثبوت عصمت یوسف یہی پست زلیخا ہے
گریباں چاک ہوتا ہے مگر داماں نہیں ہوتا

یہ کوہ و دشت و صحرا عاشقوں کا توشہ خانہ ہے
گھروں میں بے نواؤں کے سر و ساماں نہیں ہوتا

محبت دل میں پیدا کر کہ ہے وہ وصف انسانی
غرور و خشم و شہوت سے کوئی انسان نہیں ہوتا

کہیں کیا آدمی ان کو جو محو فکر دنیا ہیں
غلام حرص و شہوت اس قدر حیوان نہیں ہوتا

گدا کا شکر کر غافل کہ ہے وہ خیر کا باعث
جو دنیا لوٹ آتا ہے تو کچھ احسان نہیں ہوتا

نظر اسوقت صورت خیر و برکت کی نہیں آتی — کہ جب گھر میں ہمارے ایک بھی مہماں نہیں ہوتا
جو نعمت کی ہیں چیزیں کچھ انھیں کی قدر ہوتی ہے — مگر الماس نادر کا کوئی پرساں نہیں ہوتا
نہیں کچھ کھیل لڑکوں کا محبت جاں نثاری عاشق
جسے کہتے ہیں آساں لوگ وہ آساں نہیں ہوتا

ابد تک اے صنم مر مر کے جاؤنگا پھر آؤں گا — نہ ہوگا وصل جبتک میں ترے گھر سے نہ جاؤنگا
مری آنکھیں جو روشن ہوگئیں عشق ذات احمد سے — تو اس خورشید کو ہر ذرہ عالم میں پاؤں گا
کبھی چھپتا جو میں اس نفس امارہ کے پنجے سے — تو گلہائے مضامیں جنت اعلی سے لاؤں گا
جو دیکھوں گا کبھی میں اس گل خوبی ہستی کو — تو میں گل کی طرح پھولا نہ جامہ میں سماؤنگا
عمر بھی میں امارت کے مزے اس وقت آینگے — پلاؤ کی طرح نان جویں کو جب میں کھاؤنگا
سمجھونگا محبت حق ہے اور شیطان نفرت ہے — میں بھاگوں کو بلاؤنگا وہ روٹھوں کو مناؤنگا
خودی کو چھوڑ کر نکلا جو امارہ کے چکر سے — تو اپنے گھر میں میں خود مرشد کامل کو پاؤنگا
جو اس کے عشق کی دل میں محبت نے آگ رکھی ہو
تو اس آتش سے دل کی خانہ ہستی جلاؤنگا

ردیف ب

چھوڑ جہاں سراب عمر نہ کر تو خراب — وقت کو کر صرف خواب اور نہ کھا پیچ و تاب
مے سے بچا متقی دل میں ہے لیکن دوئی — شرک عبادت ہوی کچھ نہ ملا جز عذاب
عشق ہے پیری میں زور ورنہ جوانی ہے گور — اب تو ہے مستی و شور پیتے ہیں ہر دم شراب
پھرتے ہیں کیا بیقرار اہل جہان بیشمار — حرص و ہوس کے شکار دونوں جہاں میں خراب
رنج و خوشی و ممات وہم کی ہے کائنات — زندگی بے ثبات خواب ہے یا ہے سراب

آئی جو حالت گئی تھی وہ بری یا بھلی — صدمہ و رنج و خوشی سب ہیں یہاں نقش آب

ترک اضافات کرو ہم دوئی سے گذر — ایک سمجھ خیر و شر اور عذاب و ثواب

آتش ہجر حسین نعمت دنیا و دین — قابل خوردن نہیں خام ہے جبتک کباب

دیکھتا ہوں جابجا منھ میں اسی کا سدا — ہوگیا محشر بپا اٹھ گیا رخ سے نقاب

نشۂ غفلت میں چور فکر و تردّد سے دور — دل میں ہے ہر دم سرور اور ہے قائم شباب

بحر سے موجیں اٹھیں اٹھ کے اسی میں گریں — ایک ہی دریا ہیں ہیں دیکھیہ تو لاکھوں حباب

فکر کی اور ذکر کی دل میں جو کثرت ہوئی — برق چمکنے لگی جھوم کے آیا سحاب

شغل تصانیف سب چھٹ گئے بجز ذکر رب

دل ہے محب طور اب چشم میں آیا ہے آب

گرچہ پیری میں عشق ہے نایاب — وقت ہے عاشقی کا عین شباب

اس کے ملنے کے ہیں یہی اسباب — کہ کریں ہم خودی کو اپنی خراب

کیا خدا کے سوا ہے اور کوئی — اسکا دیتا ہے کون ہم کو جواب

ہوگیا کل من علیہا فان — روے جانان سے اٹھ گیا جو نقاب

برتر از عرش جب چلے احمدؐ — تھامی اللہ نے خود انکی رکاب

تیری ہستی ہے عین ہستی حق — جسطرح سے کہ بحر میں ہے حباب

زندگانی ہے بحر تو غواص — اور اللہ ہے دُر نایاب

پار بیڑا ہوا خدا جو ملا — بحر عرفان حق نہیں پایاب

فکر دنیا و دین ہے غم آور — دافع غم ہے شغل عشق و شراب

اس کی جانب جو کرے منسوب — نہ ہوا حشر میں عمل کا حساب

بے عمل کو ہے علم ناکارہ — گر پڑھیں بھی تمام عمر کتاب

پیروے ابو تراب ہے یہہ — خاکساری سے ہوگیا ہوں تراب

ایک بالذات ہے خدا کی ذات — اور سارا جہان ہے نقش بر آب
مئے وحدت سے ہے دلوں کو سرور — اور دنیا کے سوز و غم سے کباب
علم توحید ایک نکتہ ہے — سب علوم جہان کا لب لباب
عمر بھر گر پڑیں خدا نہ ملے — ان کتابوں کو دور سے آداب

عاشقی کی محب سند ہے یہی
کہ ہو مجنون یار جنگ خطاب

زاہد پیے گا گوشہ مسجد میں گر شراب — روح الامیں کے دم میں لگا دیگی پر شراب
دیر و حرم کو توڑ کے بتخانہ کو بناؤ — اے زاہدان خشک خدا کا ہے گھر شراب
ہے عشق و خمر دونوں میں مستی و بیخودی — اس عشق عقل سوز کا ہے جسم و سر شراب
قائم شراب عشق پہ بنیاد دہر ہے — دراصل ہے حقیقت ابر و گہر شراب
طوفان بے تمیزی دنیا سے ہو نجات — ہو جاؤں عقل چھوڑ کے میں غرق در شراب
پھرتے ہیں اس کے گرد شب روز بد حواس — کیا پی گئے ہیں عشق کی شمس و قمر شراب
پیتے ہی اور بڑھتی ہے قوت سرور عقل — کرتی نہیں خراب دماغ و جگر شراب
خطرات نفس سے دل میخوار پاک ہے — کرتی ہے دور دل سے ہمارے خطر شراب
چڑھتے ہی نشہ ہو گئے بغض و حسد ہرن — ہے نفس بد خصال کو تیغ و تبر شراب
آتا ہے مدتوں میں کہیں میکشی کا فن — رسوائے خلق ہوں جو پئیں بے ہنر شراب
گر نفس کو ضرر رہے تو دل کو سرور ہے — دنیا میں دیکھ لیجئے ہے خیر و شر شراب
دل میں جو ہو سرور تو کیا ہے تکان اُڑ — منزل کڑی ہے پی کے چل اے آبر شراب
واعظ کو کیا سرور مئے عشق کی خبر — انسان پی رہے ہیں کہ پیتے ہیں جن شراب
نشہ چڑھا جو مئے کا تو اسرار کھل گئے — ہفت آسمان کی دیتی ہے مجھکو خبر شراب
دل صاف و پاک چاہئے ساقی کا کیا قصور — ناپاک جام ہو تو کرے کیا اثر شراب

زاہد بُرا نہ مان کہ ہر جا ہے ذوق شوق گر ہے مئے طہور اُدھر تو اِدھر شراب

ڈھونڈینگے روز حشر محبؔ سب شفاعتیں

مانگیں گے تیرے عاشق شیدا مگر شراب

ہے طلسم عالم ہستی بھی اے ہشیار خواب
دیکھتے ہیں عین بیداری میں اسرار خواب

دیکھتے ہی دیکھتے جاتی ہے کیا حالت بدل
رنج و شادی خواب ہیں اور درہم و دینار خواب

دم کے دم میں مٹ گئی اکبر کی سب شاہنشہی
تھا مرقع نورتن کا اور وہ دربار خواب

جاگتا ہے یا کہ سوتا ہے خبر مجھ کو بھی نہیں
کیا نہیں ہے یہ مکاں یہ یا یہ گلزار خواب

شب عروسی کی تو گذری کس خوشی سے عیش میں
صبح کو تھی بزم وہ دولہا دولہن کے ہار خواب

غافل اہل دنیا سے تھے اور حق سے تھے آگاہ
تھا خلیل اللہ کو وہ نار کا گلزار خواب

ہیچ ہیں اربعہ عناصر اصل ان کی ہے وہی
ہے ہوائے گلشن دنیا و آب و نار خواب

دل میں کانٹے ہوں تو پھر پھولوں کی سیجیں خاک ہیں
ہو گیا ہے غیرت سے چشم میں کیا خار خواب

اہل دنیا چونک پڑتے ہیں پریشان خواب سے
دیکھتے ہیں اہل دل پُر لطف پر اسرار خواب

اہل دل بیدار ہیں اور اہل دنیا خواب میں
خواب کو بھی جانتا ہے خواب میں بیدار خواب

روز کے اعمال آجاتے ہیں شب پیش نظر
ہے خیال و وہم کے اشکال کا ادبار خواب

بعد مر کے بھی رہیں گے زندگانی کے خیال
دیکھتا ہے بزم مئے کے رات بھر میخوار خواب

تیرے ہی اعمال کی صورت ہے دوزخ اور بہشت
دیکھتے ہیں قتل و خون کے رات بھر اشرار خواب

فکر دنیا کا بجز مستی مئے کے کیا علاج
دور کر دیتا ہے رنج و فکر کا آزار خواب

عالم دنیا سے سوئے آخرت ہے دم کی راہ
موت سے آگاہ کرتا ہے ہمیں ہر بار خواب

زندگی کی راہ ہے خوف و رجا کے بیچ میں
دیکھتا اکثر ہے صحت مرگ کے بیمار خواب

رات دن رہتا ہے تیری ہی تصور میں محبؔ
عین بیداری میں کہتے ہیں اسے ہشیار خواب

عشق میں تیرے جو ہیں خانہ خراب — ہیں وہی دونوں جہاں کے آفتاب
چشم دل سے دیکھ ہر دم روئے یار — کھا نہ دھوکا ہے یہ سب عالم سراب
چشم حق بیں سے رخ دلدار دیکھ — آفتاب آمد دلیل آفتاب
تو بہ تو جلوے ہیں حسن یار کے — ہر ادا میں رنگ لاکھوں لاجواب
دیکھکر آئینہ خود وہ دنگ ہیں — عکس باطل ہے حقیقت کا جواب
تیرے رخ کے نور سے اے شعلہ رو — ہیں یہ روشن آفتاب و ماہتاب
دیدۂ حق بیں میں اے احول لگا — ایک ہیں دونوں میہ تاب آفتاب
عشق میں کچھ بھی مزا آتا نہیں — دل جگر دونوں نہ ہو جبتک کباب

تاب نظارہ ہے کس کو اے محب
دیکھ عکس مہر خاور زیر آب

ردیف پ

یہ عالم جسم ہے اور جان ہیں آپ — خدا کی سر سے تا پا شان ہیں آپ
میری آنکھوں سے دیکھے کوئی صورت — حسینان جہاں کی جان ہیں آپ
ہر اک شئے آپ کی خاطر یہاں ہے — یہ دنیا میزبان مہمان ہیں آپ
جو دائم روح ہے اور جسم حادث — تو واجب آپ ہیں امکان ہیں آپ
جو اوپر قہر ہے تو مہر اس پر — کہیں شیطاں کہیں رحمان ہیں آپ
جو غیروں کے ہیں آپ اسباب شادی — تو مایوسوں کے بھی ارمان ہیں آپ
یہاں ہے کون حق کی مردم چشم — ذرا تو دیکھئے انسان ہیں آپ
سراپا ہیں کلام و آیت حق — قسم قرآن کی قرآن ہیں آپ

بتوں کو چھوڑ کے کعبہ کو جائیں
جناب شیخ بے ایمان ہیں آپ

جسے کہتے ہیں عالم عین حق ہے
اگر سمجھیں جدا نادان ہیں آپ

بدلتے دمبدم ہیں رنگ و صورت
کہ یوم کل ہو فی الشان ہیں آپ

محب دیکھی ہے کس کی دلنشیں صورت
مثال آئینہ حیران ہیں آپ

ظاہر عالم اور خفا ہیں آپ
بت بھی ہیں آپ اور خدا ہیں آپ

سارے عالم میں آپ ہی کے صفات
ذات ہر شئے سے کب جدا ہیں آپ

آپ ہی ہیں عناصر عالم
کہیں آتش کہیں ہوا ہیں آپ

آشنائی ہے آپ کی مطلق
کس ونا کس کے آشنا ہیں آپ

دونوں اوصاف آپ میں ہیں عیاں
بے وفا بھی ہیں باوفا ہیں آپ

سارے افعال آپ کے ہیں حسین
ہر خطا پر بھی بے خطا ہیں آپ

مختلف ہیں عجیب آپ کے رنگ
خود بنی اور خود بنا ہیں آپ

بینوا ہیں کہیں کہیں قارون
ہیں سلیمان کہیں گدا ہیں آپ

کہیں عیسیٰ ہیں دار پر مصلوب
کہیں چنگیز پر خفا ہیں آپ

کہیں عثمانؓ عمرؓ علیؓ صدیقؓ
کہیں سردار مصطفےٰ ہیں آپ

دم میں لاکھوں ہی رنگ لائے ہیں
کیا ریاکار بے ریا ہیں آپ

شخص ہیں آپ آئینہ عالم
اپنے ہی آپ خودنما ہیں آپ

خود یزید اور خود ہیں شمر لعین
خود حسینؓ اور کربلا ہیں آپ

آپ شیطان آپ ہی رحمان
کون جانے کہ اور کیا ہیں آپ

آپ ہی ہیں ملک پری جن دیو
دشت میں غول پر دغا ہیں آپ

آپ آدم ہیں اور حوا ہیں
شجر جنت اژدہا ہیں آپ

جو کہیں آپ کو محبّ ہے بجا۔
بندۂ عاجز اور خدا ہیں آپ

ردیف ت

پوچھو منصور سے بام وحدت — سب سے مشکل ہے مقام وحدت
کچھ سمجھتے نہیں توحید ہے کیا — سن لیا ہے کہیں نام وحدت
آیا خورشید قیامت کا یقیں — دیکھکر رند کا جام وحدت
دمبدم دل میں گذرتے ہیں خیال — ہر تجلی ہے پیام وحدت
دلمیں تیرے ہے خیالات کا تا — حق سے آتے ہیں پیام وحدت
دم میں اکبارگی دشمن کو ترے — کاٹ دیتی ہے حسام وحدت
بھاگئے خود آپ خیالات دوئی — جب ہوا دل میں قیام وحدت
رات کی طرح سے بھاگی کثرت — آیا گردش میں جو جام وحدت
تا کہ مٹ جائے تیرے دل سے دوئی — کان سے سن یہ کلام وحدت
بچکے جاتے نہیں مرغان الست — عین کثرت میں ہے دام وحدت
کر خدا جان کے ہر بت کو سلام — یہی ہوتا ہے سلام وحدت
اسقدر تو ہو رخ یار میں محو — خواب ہو جائے مقام وحدت
سب رسولوں سے تھے آگے دو گام — تھا محمدؐ کا مقام وحدت
مل سکے اللہ سے معراج کی رات — لائے بندوں کو پیام وحدت
پی مئے عشق رات دن جو ملے — حوض کوثر ہے یہ جام وحدت

حق ہی سنتا ہے محبّ شعر ترے

ہے یہ مقبول کلام وحدت

محمد جان ابدان رسالت — محمد سرو بستان رسالت
نہوتا گر وجوب ذات احمد — کبھی ہوتا نہ امکان رسالت
ہزاروں یوں تو گذرے ہیں انبیا میں — محمد ہیں عجب شان رسالت
ہوے پیدا شکم سے آمنہ کے — امید خلق و ارمان رسالت
انہیں کے نور سے روشن ہوے ہیں — چراغان شبستان رسالت
بچایا عشق کے ہاتوں سے کس نے — گریبان اور دامان رسالت
خلیل و عیسی و موسی و احمد — یہی تھے چار ارکان رسالت
ولایت بندۂ عشق احد ہے — شریعت ہے یہ سامان رسالت
محمد پر ہوی تھی ختم توحید — نہ کیوں خاتم ہو پایان رسالت
ولایت او رنبوت میں ہے یہ فرق — ولی ہے زیر فرمان رسالت
عدالت نفس یہ ہوتی نہ قائم — نہوتی شرع ایوان رسالت
تفاسیر و حدیث و فقہ و قرآن — یہ ہیں سامان ایوان رسالت
رسولان سلف نکلے یہیں سے — زمین شام ہے کان رسالت
در نایاب ہے حفظ قرآن — حدیثین بھی ہیں اعیان رسالت
ہوے ہیں مدعی کاذب تو لاکھوں — نہیں ہر شخص شایان رسالت
ہر ایک دور زمانہ میں نذور — دیا کرتے ہیں اعلان رسالت

محب قرآن میں ہیں روحی لذائذ
بچھا ہے سامنے خوان رسالت

یہی دنیا تو ہے دار محبت — یہیں ہوتا ہے اظہار محبت
کہاں معشوق کوئی باوفا ہے — بزیر گل ہیں کچھ خار محبت

انا الحق کہہ کے نا حق ہو نہ رسوا — نہ کر اظہار اسرار محبت
الست ربکم سے یہ غرض تھی — لیا تھا ہم سے اقرار محبت
ہوا مردود عالم وہ حسد سے — کیا شیطاں نے انکار محبت
نہ یاد حق نہ خدمت خلق حق کی — نہیں ہرگز یہ اطوار محبت
نہ اوٹھا جو زمین و آسمان سے — اٹھایا ہمنے وہ بار محبت
جسے دیکھو وہ ہے دنیا کا طالب — نہیں ملتے طلبگار محبت
عمل پیچھے ہے پہلے کر تو پیدا — خیالات اور افکار محبت
نظر کے سامنے ہو عالم غیب — جو آئیں دل میں انوار محبت
نیاز نذر طاعت خدمت یار — یہی ہوتے ہیں آثار محبت
بتاتا کون اس دنیا کے گھر کو — نہ ہوتا گر یہ معمار محبت
ہوا جب رشتۂ الفت دلوں میں — تو آتے خود ہیں اخبار محبت
غرض رکھتے نہیں ہر دو جہاں سے — وہ مستغنی ہیں سرشار محبت
محبت ہے غرض سے بوالہوس کو — نہیں رکھتے غرض یار محبت
عمل تکذیب کرتا ہے زبان کی — موثر کیا ہو گفتار محبت

محب خود جل کے پروانے ہوا خاک
جو بھڑکی شمع کی نار محبت

نالوں نے خوب سیر دکھائی تمام رات — چھوڑا کئے انار ہوائی تمام رات
گذری تمام رات تصور میں یار کے — آنکھوں میں میری نیند نہ آئی تمام رات
کرتے ہی فکر یار ہوئی چشم دل جو وا — پیش نظر تھی ساری خدائی تمام رات
پردے میں عشق مجنون و لیلی کے یار کو — اپنی ہی سرگذشت سنائی تمام رات
جاگا نہ یاد حق میں کہ ہوتا نہ جہاں — ہر روز خواب جہل میں گنوائی تمام رات

اس شمع رو کے عشق نے کس کس کے بھیس میں
مرقد پہ میری شمع جلائی تمام رات

افکار دنیوی نے جو دلپر کیا ہجوم
دم بھر بھی مجھکو نیند نہ آئی تمام رات

اپنے ہی حسن و ناز میں مصروف وہ رہے
آئینہ دیکھا زلف بنائی تمام رات

رونے نے دوستوں کے پریشان کردیا
راحت بوقت مرگ نہ پائی تمام رات

جل جل کے خاک ہوگئے پروانے بزم میں
کس شمعرو نے آگ لگائی تمام رات

تھا یار دل میں اور سمجھتے تھے اسکو دور
کیا بند ہوگیا تھا وہم جدائی تمام رات

وہ شمعرو تھا پاس مانع حجاب تھا
لڑتا رہا میں دل سے لڑائی تمام رات

بیٹھا رہا میں بستر غم پر جھکائے سر
لذت جو اس کی یاد میں پائی تمام رات

غربت پہ ان کی پیستی ہیں دانت چکیاں
کرتی ہیں روز جو کہ پسائی تمام رات

یاروں کی یاد کا جو بندھا رات کو خیال
پائی نہ بندشوں سے رہائی تمام رات

کل رات کو پڑوس میں مولود تھا یہاں
مولودیوں نے دھوم مچائی تمام رات

شب رت جگے کی رسم میں آیا جو رشک ماہ
کرتا رہا محب کی برائی تمام رات

کونسا کام ہے جس میں نہیں ناکام بہت
کیا نہیں عشق دلارام میں بدنام بہت

سارے پیشوں سے جہاں کے ہے تصوف بہتر
اس میں نقصان ہے کم اور ہے انعام بہت

یوں تو دستار کے چھجے کے ہیں صوفی لاکھوں
پختہ کاران میں بہت کم ہیں مگر خام بہت

طالب صادق و مردان خدا ہیں کمیاب
یوں تو صیاد بہت ہیں مرغ بہت دام بہت

اسم اللہ نہیں فرضی و وہمی ہرگز
تو ہی ہو جائے مسمّی جو رٹے نام بہت

صبح اور شام وہ ہے جس میں کہ تو آئے نظر
ورنہ ہوتے ہیں یہاں صبح بہت شام بہت

اک مسلماں نہیں آتا ہے نظر لاکھوں میں
لوگ سمجھے ہیں کہ ہیں پیرو اسلام بہت

قابلیت جو طلب کرتی ہے دیتا ہے خدا
پہلے میخوار تو ہو ساقی گلفام بہت

طاعت نفس سے راحت نہیں ملنے کی کبھی   ترک کرتے ہیں مگر اس کے ہے آرام بہت
دل سے دل کو جو ہوئی راہ تو کیا حاجت خط   بوالہوس بھیجتے ہیں نامہ و پیغام بہت
بڑھ گئی اور تکلف سے ہماری تکلیف   عیش و آرام کے دنیا میں ہیں آلام بہت
حسن سیرت کے مقابل نہیں حسن صورت   کم ہیں خوش خلق یہاں اور گل اندام بہت
چاہتا گر ہے کہ دنیا میں ہو عزت حاصل   بخل کو چھوڑ کے کر بخشش و اکرام بہت
خاتمہ اچھا ہوتا. تو ہیں کسی کے نہیں   نیک انجام ہیں کم اور بد انجام بہت
خدمت خلق وہی ہوتی ہے مقبول خدا   جسمیں تعریف ہوں کم اور ہو دشنام بہت

جا محبّ اونچی دوکانوں کی نہ تو شہرت پر
مال اچھا نہیں مشہور ہے گو نام بہت

ذات ہے بحر و آب کی صورت   خلق موج و حباب کی صورت
دیکھا احمد نے کیا شب معراج   کیا خدا تھا جناب کی صورت
سبق عشق جب پڑھا میں نے   پھر نہ دیکھی کتاب کی صورت
غافلوں کے دلوں میں وقت سزا   آئی روز حساب کی صورت
خود کو سمجھے نہ ہم خدا افسوس   ہے یہی تو حجاب کی صورت
جسنے دیکھی تجلی رخ یار   دیکھے کیا آفتاب کی صورت
کور چشمان دل تو ہیں معذور   دیکھیں کیا آفتاب کی صورت
دیکھ تو دل میں بند کرکے آنکھ   رات بھر ماہتاب کی صورت
دیکھ اہل غضب میں وقت ضرر   سانپ کے پیچ و تاب کی صورت
عین ثروت میں فکر دولت دو ل   یہ بھی ہے اک عذاب کی صورت
یہ صفات اور یہ عالم محسوس   ذات پر ہیں نقاب کی صورت
ہے یہی عشق یار و شغل شراب   رنج و غم سے نجات کی صورت

خدمت خلق کر کے خود سے چھٹے	غم سے یہ ہے برات کی صورت
عاشقوں میں کہاں تغیر جسم	ہے بوڑھا یا شباب کی صورت
جز ترے کل من علیہا فان	ہے جہاں نقش آب کی صورت
کور زاہد کبھی نہ دیکھیگا ؛ ؛	مئے معشوق شباب کی صورت

میٹ دل سے عجب نہ کر تو فکر
سب عذاب و ثواب کی صورت

بحر ہے ایک اور حباب بہت	کیوں نہو کثرت حجاب بہت
اس تغیر سے ہے ظہور جہاں	کیوں نہو دل میں انقلاب بہت
تب بنے کام دل کے حسب مراد	جب ہوے عشق میں خراب بہت
شمس ہستی کا ہے جواب کہاں	ذہن میں گو ہیں آفتاب بہت
ہیں کہاں عاشقاں بادہ پرست	ساقی و ساغر و شراب بہت
پہلے کس کو وہ منھ لگاتے ہیں	مہر کم اور ہے عتاب بہت
چھوڑ لذات فانی دنیا	ان میں ہے رنج و پیچ و تاب بہت
یہ تو شایاں نہیں کریمی کے	دے کے بندوں کو لے حساب بہت
بے ترے عشق کے نہ علم آیا	ہم بھی پڑھتے رہے کتاب بہت
کھل گیا جن پہ ہے مثال کا دار	دیکھتے ہیں وہی تو خواب بہت
زیست کا اعتبار کس کو ہے	دم میں بگڑے ہیں نقش آب بہت
نہ ملا ایک مرشد کامل	یوں تو ہیں حضرت و جناب بہت
کیا سمجھتا ہے دہر خالی ہے	ہر قدم پر ہیں بوتراب بہت
جنگ و دولہ ہوے تو کیا حاصل	زر و جاگیر کم خطاب بہت
رند و زندیق و ملحد و مجنون	تیرے عاشق کے ہیں خطاب بہت

رائے ذاتی تو نہیں کوئی اپنی　　ہیں کتابوں کے انتخاب بہت

عشق کی راہ کیا محب طے ہو
صبر کم ہے مگر شتاب بہت

دیکھ ہر شئے میں یار کی صورت　　ہے یہ دل کے قرار کی صورت
دیر میں بت ہے یار کی صورت　　کعبہ خالی ہے دار کی صورت
عشق اس کا شباب پیری میں　　یا خزاں میں بہار کی صورت
عہد طفلی ہے اور عشق صنم　　ہے یہی ہونہار کی صورت
کور باطن کی کیا زیارت وعرس　　دیکھتے ہیں مزار کی صورت
زنگ دل ذکر و فکر دنیا ہے　　آئینہ پر غبار کی صورت
دل میں ہر دم پیام آتا ہے　　تیرا دم ہے یہ تار کی صورت
ذکر سے بھاگتے شیاطین ہیں۔　　ہے دلوں میں حصار کی صورت
وہ جو آجائیں زندگی ہو جائے　　موت ہے انتظار کی صورت
نشہ عشق کا سرور نہ پوچھ　　ہے یہ دنیا خمار کی صورت
شب عجب تازگی تھی چہرہ پر　　خاک ہے صبح ہار کی صورت
آخرت ہے گل امید حیات　　اور دنیا ہے خار کی صورت
چار عنصر ہیں اور پانچ حواس　　خلق ہے پانچ چار کی صورت
وہ بھی شان جلال ہے اسکی　　جسکو کہتے ہیں نار کی صورت
غضب و کینہ وعداوت وحقد　　ہیں یہ سب مار و نار کی صورت
ہر طرف منہ زار ہے تیرے　　اور سخن ہے شرار کی صورت
عمل زشت سے ہوئی ہے مسخ　　ایک کی کیا ہزار کی صورت

بیقراری محب جو حد سے بڑھی

ہوگئی خود قرار کی صورت

جہاں میں سیکھ دیوانے کی عادت | کسی ایک دہن میں لگجانیکی عادت
نہ کھلائیگا وہ جا بناز عاشق | نہیں ہے جس میں پروانیکی عادت
زمیں میں چھپ کے خود آتا ہے باہر | یہی ہے راز اور دانیکی عادت
پڑی ہے جب سے پاتا ہو عجب لطف | ہر اک شے میں ملے پانیکی عادت
شکر سے کم نہیں کچھ تلخی زہر | ہوی جب زہر کے کھانیکی عادت
قیامت ہو جو وہ بے پردہ ہو جائے | بہت بہتر ہے شرمانیکی عادت
ہر اک معشوق میں پاتے یہی ہیں | جھلک دکھلا کے چھپ جانیکی عادت
محبت اور کرتی ہے زیادہ | تحائف کچھ نہ کچھ لانیکی عادت
فراوان گنج مخفی دل میں رکھنا | یہی ہوتی ہے ویرانیکی عادت
دیا کرتا ہے کیا حوروں کی ترغیب | پڑھی واعظ کو بہکانیکی عادت
بدی سے بد کہیں بھی چونکتے ہیں | تجھے ناحق ہے سمجھانیکی عادت
بچائیگی تہیدستی سے تجھکو | یہی دینے کی دیوانیکی عادت
نہیں اچھا ہے سر چڑھنا کسی کے | بلائیں لائیگی ستانیکی عادت

قطعہ

یہ سینہ ہے کوئی نقارۂ صبح | یہ نے کے شور چلانیکی عادت
کہا کرتے ہیں دو نون غافلون سے | کہ چھوڑو صبح سوجانیکی عادت

محب بکتا ہے کیا کیا شاعری میں
کہان جاتی ہے دیوانیکی عادت

ہے نظر میں جو یار کی صورت | کم نہیں گل سے خار کی صورت
ما سوا کا خیال ہے دل میں | آئینہ پر غبار کی صورت

لاش کی شکل ہے دل مردہ — اور سینہ مزار کی صورت
شیر کی شکل ہے غضب تیرا — اور ہے کینہ مار کی صورت
حسب اعمال صورتیں ہیں بنیں — دیکھ روز شمار کی صورت
پوچھ منصور سے مقام انا — ہے یہ معراج دار کی صورت
کھا نہ دھوکا پری کی نالش سے — ہے بہ دل وہ نار کی صورت
دل وحشت زدہ کو ذکر حبیب — ہے یہی ایک قرار کی صورت
اس حصار فلک سے عاشق کو — نظر آئی فرار کی صورت
دہر کی کشمکش سے کیا نکلیں — آسماں ہے حصار کی صورت
عیب مشہور کے ہنر میں محب — چاند ہے داغدار کی صورت

ردیف ٹ

دمبدم نام اوس کا دل میں رٹ — کھل ہی جائیگا دل کے در کا پٹ
آڑے آتا ہے راہ الفت میں — ہے یہ شیطان بھی نرا نٹ کھٹ
سیکڑوں رہ گئے ہیں سست قدم — دوڑ اس راہ عشق میں سرپٹ
ساتھ دشمن کا راہ پیچیدہ — ہر قدم پر ہے نفس سے کھٹ پٹ
جان جائے ہزار دشمن ہوں — ایک قدم راہ عاشقی سے نہ ہٹ
دل میں رکھ دمبدم خیال اس کا — پھیر تسبیح کو نہ تو کھٹ کھٹ
کوچۂ عشق میں قدم کو جما — دین و دنیا کے راستوں سے پلٹ
گریہ و خوں عاشقاں سے ہے تر — پاؤں اس راہ میں نہ جائے رپٹ

قبر عاشق پہ بعد مرنے کے ۔ گل خوں کے ہزار ہیں جھرمٹ
چھوڑا اہل جہاں کا تو پیچھا ۔ سایہ کی طرح اہل دل سے لپٹ
بزم مستاں میں شکر ہے کہ ملی ۔ کچھ بقیہ شراب کی تلچھٹ
تو کسی کو جھڑک نہ غصہ سے ۔ اپنے ہی نفس بد کو ڈانٹ ڈپٹ
تنگدستی میں ہو نہ تنگدلی ۔ پھیل دریا کی طرح اور نہ سمٹ
جب سے ہے دوستیٔ روح لطیف ۔ رات دن نفس بد سے ہے کھٹ پٹ
رحم کر اس پہ جب آئے غضب ۔ شیر کی طرح نفس بد پہ جھپٹ
بدر گھٹنے سے عید کا ہے ہلال ۔ خاکساری سے تو بھی اتنا گھٹ
دیکھ بکھری ہے ہر طرف بارود ۔ کہہ نہ دل میں جو آئے سب چھٹ پٹ

ہیں یہ سمجھا محب کہ وہ آیا
کان میں آئی جب کوئی آہٹ

جاتا کدھر ہے کعبہ کو لیکر گناہ کی پوٹ ۔ گرچہ ہتا خدا کو ہے بت کے قدم پہ لوٹ
ہوتی نہیں صفائی دل صدق کے بغیر ۔ جبہ سے تو ریا کے ہے بہتر فراگ کوٹ
دنیا ہے اعتبار و توہم کا ایک نام ۔ چلتے ہیں سیم و زر کے مقابل میں آج نوٹ
ہمدردی زباں پہ نہ جا تا کہ خود غرض ۔ روتے تو مجلسوں میں ہیں دل پر نہیں ہے چوٹ
زیبا نہیں فقیر کو شاہوں کا کر و فر ۔ گدڑی میں فاقہ مست کی کیا بادلے کی گوٹ
گھوڑوں کو کھائیں وہ کہ جو ہیں اسپ کے سوار ۔ اصحاب فیل کھاتے ہیں عشرہ میں غم کی روٹ
جنت نظیر ثانی کشمیر کیوں نہ ہو ۔ ٹوسی کے گرد باغ ہیں اور بیچ میں ہے ٹبی
ہاتھ آیا کچھ نہ حسرت و ارمان کے سوا ۔ دنیا کی طمطراق پہ ہیں جو کہ دل سے لوٹ
کھلتے مراقبہ سے ہیں شیطاں کے داؤ پیچ ۔ دشمن سے کیا لڑیگا کہ سیکھی نہیں نبوٹ
کرتے ہیں مجلسوں میں موافق کو انتخاب ۔ لیتے نہیں ہیں اپنے مخالف سے کوئی ووٹ

۱ ندی ۔

ملتی نہیں ہے مفت کہیں دولت وصال
عشاق پہلے رکھتے ہیں دل کو بہا دہرات

گرچاہتا ہے دوستی روح پاک ذات
اس نفس بدشعار کی گردن کو پہلے گھونٹ

پرکھیں گے جوہری تیرے اشعار کو محب
جاتی نہیں ہے بحر سرائی سے زر کی کھوٹ

اس کے دلبر میرے آہوں کا اثر سچ ہی کہ جھوٹ
دل یہ کہتا ہے کہ ہے لیکن خبر سچ ہی کہ جھوٹ

عاشقوں کا حشر ہوگا اپنے معشوقوں کے ساتھ
کچھ تو سوچو دل میرا یہ خبر سچ ہی کہ جھوٹ

جب وہی جان جہاں ہر رنگ میں ہے جلوہ گر
غور کر دل میں رخ شمس و قمر سچ ہے کہ جھوٹ

رنج و راحت تجکو آئی ہے کہاں سے دل میں سوچ
نیک و بد اعمال کا تیرے ثمر سچ ہے کہ جھوٹ

گندم شہوت کے کھانے سے نکالے ہم گئے
خشم و شہوت کا جہاں میں شجر سچ ہے کہ جھوٹ

وقت سرمایہ ہے تیرا کھو نہ مال و جاہ میں
اس خریداری میں سرتا پا ضرر سچ ہے کہ جھوٹ

نفس کے بندوں کو توڑ اور روح کو آزاد کر
خانہ زندان دنیا تیرا گھر سچ ہے کہ جھوٹ

فرش سے تا عرش اوڑتے ہیں ہزاروں اولیا
آدمی میں جبرئیلی بال و پر سچ ہے کہ جھوٹ

عشق دائم چھوڑ کر ہیں مبتلائے رنج دہر
اہل دنیا کے سروں میں مغز بر سچ ہے کہ جھوٹ

دین و ایمان مال و جاہ و آبرو جائیں سب
عشق کے رستے میں خوف و خطر سچ ہے کہ جھوٹ

کچھ خبر بھی ہے تجھے اے بیخبر تیرا محب
یاد میں تیری ہے وہ آٹھوں پہر سچ ہے کہ جھوٹ

ردیف ث

خلق سے آرزوئے دانہ عبث
سایۂ مرغ ہے نشانہ عبث

زال و دنیا سے کیا محبت و عشق
اس کے پیچھے ہے تو دیوانہ عبث

کیا بنایا زمانہ سازوں نے — دہر بیکار ہے زمانہ عبث
خلق سے یہ امید و بیم عبث — اسپ عکسی پہ تازیانہ عبث
اس کے در پر رگڑ یہ پیشانی — بادشاہوں کا آستانہ عبث
مالک الملک کی اطاعت کر — شاہ سے خلق خادمانہ عبث
جنہیں کوئی نہ سوز ہو نہ گداز — ایسے اشعار عاشقانہ عبث
خود نہ جب دلیں عشق و مستی ہو — مئے و معشوق کا ترانہ عبث
جائیں کیا بت کدہ سے کعبہ کو — جب نہیں اہل خانہ خانہ عبث
بتکدہ جا کے دیکھ صورت یار — اور کعبہ کو شیخ جانہ عبث
اہل دولت ہیں اپنے مطلب کے — ان کی تعظیم خادمانہ عبث
کیا نصیحت کا سنگ دل پر اثر — ڈال پتھر پہ تو نہ دانہ عبث
حال دل سے ہوئے نہ وہ واقف — ہم سنایا کئے فسانہ عبث
اپنی بیتی کہیں تو کچھ ہو اثر — لیلیٰ مجنوں کا ہی فسانہ عبث
بلبلو فصل گل ہے دو دن کی — کیا بناتے ہو آشیانہ عبث
کون مرتا ہے کون جیتا ہے — خون آنکھوں سے تو بہانہ عبث

خود پرستی نہیں محب جس جا
کوتوالی عبث ہے تھانہ عبث

ردیف ج

عشق جو کل تھا وہ شرارہ ہے آج — روشنی بر سر مزار ہے آج
دے مئے عشق مجھکو تھوڑی سی — ساقیا سستی خمار ہے آج

دفن کتنے حسین ہوئے ہیں یہاں — سارا میدان لالہ زار ہے آج
کیا برے تھے عمل حسینوں کے — گل نازک کا جفت خار ہے آج
بیقراری میں عمر سب گذری — جب خودی مٹ گئی قرار ہے آج
جانے کل نفس کسطرف پٹکے — اسکے زیر راں سوار ہے آج
تجھے جوانی میں موت سے غافل — اور پیری میں انتظار ہے آج
واہ ری قدر دانی دنیا — ناصح غمگسار خوار ہے آج
کل نہ دیکھوگے خار و خس کے سوا — گرچہ ہر جا گل ہزار ہے آج
کیا الٹ پھیر ہے زمانے کا — لیل کل تھی تو پھر نہار ہے آج
ذکر اسکا درخت طوبیٰ ہے — باغ جنت اسی کا یار ہے آج
دوزخی کہہ رہے ہیں دوزخ میں — آتش غیض سخت نار ہے آج
دیکھ زاہد یہ عشق کے ثمرات — مئے ہی ساقی گل عذار ہے آج
آنکھ وہ ہے جو تیری ہیسنا ہو — یونتو نرگس بھی چشم دار ہے آج
جی اٹھے بعد مرگ اہل فنا — باغ ہستی میں کیا بہار ہے آج
ذکر ہر دم انا کا کرتا ہوں — سارے عالم پہ اقتدار ہے آج

اس کی رحمت سے کیا عجب ہے عجب
پاک ہو جو گناہ گار رہے آج

ردیف چ

حور جنت کے لئے کفر پہ تلوار نہ کھینچ — جاہ و دولت کیلئے آپ پہ ادبار نہ کھینچ
قطع کر ترک لذائذ ہے یہ سب طول عمل — نقد و زر کی محبت کا کبھی بار نہ کھینچ

سخت الفاظ سے شمشیر کھنچا کرتی ہے
سلسلہ بحث کا اور رشتۂ تکرار نہ کھینچ

کچھ سوا گور و کفن کے نہ ملا دولت سے
رنج دنیا کبھی بھولے سے بھی زنہار نہ کھینچ

کر نہ مستوں سے کبھی بھول کے بحث عقلی
ہاتھ زر آئیگا کیا دامن گل خار نہ کھینچ

لکھ نہ مضمون برانگیختہ شہوت نفس
خلق کو دام تنزل سے سوئے نار نہ کھینچ

جس سے زر ہاتھ نہ آئے وہی فن ہے منحوس
صنعت شعر کی محنت پے ادبار نہ کھینچ

ایک کوڑی کو بھی بکتا نہیں بازار میں شعر
ذلت ہیچ سرائی سر دربار نہ کھینچ

گر عبادت کو کہیں جائے تو کر غم کو غلط
آہ پر درد کبھی بر سر بیمار نہ کھینچ

علم دنیا نہیں دیتا غم دنیا سے نجات
دیکھ پچھتائیگا تو محنت بیکار نہ کھینچ

آگ لگ جاتی ہے دنیا میں دل آزاری سے
آپ خود اپنی طرف برق دل آزار نہ کھینچ

ناسخن فہم سے کیا قدر سخن کی امید
کس مپرسی کی خجالت سر بازار نہ کھینچ

اپنی رفتار سے چیونٹی کو بھی نہ دلکو دکھا
جانب خود غضب عادل جبار نہ کھینچ

شعر وہ خوب ہے جس میں کہ ہو بیساختہ پن
لفظ گھڑ گھڑ کے کبھی ذہن سے اشعار نہ کھینچ

صورت اصل بھی بننے سے بگڑ جاتی ہے
اتنا خود آپ کو لوگوں میں طرحدار نہ کھینچ

رنج نہ کر نفس کو ہر دم کی ریاضت سے کبھی
اسپ کی باگ زیادہ دم رفتار نہ کھینچ

پھر میاں [ف] چھوڑ کے کب ہیں جو بنا الٹی کی
آرزو چھوڑ مگر منت اشرار نہ کھینچ

عشق کی بحث کبھی شیخ و برہمن سے نہ کر
ٹوٹ جائیگا عجب رشتۂ زنار نہ کھینچ

ردیف ح

عشق ہے دل میں تخم جانکی طرح
سارا عالم ہے بوستاں کی طرح

ف۔ شیخ صدرالدین عرف شیخ صدو۔

بتکدہ تو ہے عرش کی جاں کی طرح
اور کعبہ ہے لامکاں کی طرح

روح تیری ہے آسماں کی طرح
جسم تیرا اگر جہاں کی طرح

دل میں رہکر نہ سامنے آیا
کیا کہے کوئی ہے کہاں کی طرح

کیا بناتا محل ہے دنیا میں
تو تو آیا ہے مہماں کی طرح

بے سوالی سوال ہے میرا
رزق پاتا ہوں بے زباں کی طرح

رکھ زباں تیر کی طرح سے راست
دل ہر ایک شخص ہے کماں کی طرح

کچھ تو شیطان کو ہے اس سے لگاؤ
جو وہ بیٹھا ہے پاسباں کی طرح

پیر ہو یا مرید یا کوئی اور
رکھ نظر سب بدگماں کی طرح

تخم حق اور ہے شجر عالم
ہو بہو ہے عیاں نہاں کی طرح

عشق ہے تخم اور فکر شجر
اور عمل حور اور جناں کی طرح

ہے زبان وہ کہ جس سے غیر ہو دوست
ورنہ سوسن بھی ہے زباں کی طرح

مختصر ہو مگر فصیح و بلیغ
ہو نہ تقریر داستاں کی طرح

ہے مضامین عشق آب حیات
اور زباں ابر درفشاں کی طرح

سارے عالم کی جان انساں ہے
اور انساں میں عقل جاں کی طرح

ہے کبھی فصل گل کبھی ہے خزاں
ہے یہ انسان بوستاں کی طرح

زاہد خشک گر پئے مئے عشق
پیر بھی ہو تو ہو جواں کی طرح

رزق پہونچا محب بغیر سعی
ملگیا گھر بھی آشیاں کی طرح

ردیف خ

اک اور بھی دنیا ہے جہاں شمس و قمر سرخ
ہر بحر وہاں سرخ ہر اک موج گہر سرخ

پیری میں لیا شیخ نے کس شوخ کا یہ رنگ
لالہ کی طرح ریش و بروت ابرو و سرخ

گلزار ہے اس سرخی رخسار کا پرتو
ہے عکس پری لال تو آئینہ کا گھر سرخ

سرخی ہے جو سوزش ہے تو سبزی میں ہے ٹھنڈک
دیکھا نہیں گل لال ہوا اور برگ شجر سرخ

ہر رنگ میں ہے شان جمالی و جلالی
پہلے تو ہرا بعد میں ہوتا ہے ثمر سرخ

ہے آتش غیظ و غضب و نار جہنم
گر غور سے دیکھو تو اُدھر سرخ اِدھر سرخ

گل حوض میں اترا ہو وہ رنگ گل احمر
تھا عکس سے سرخی کے وہ خود تا بہ کمر سرخ

آنکھوں پہ چڑھی سرخ تعصب کی جو عینک
سب ابیض و اسود بھی تو آتا ہے نظر سرخ

دولا سے کہتے ہیں کہ جامہ نہیں کچھ سرخ
ہیں ہاتھ بھی پاؤں بھی لب و ریش بھی سرخ

جرات کوئی دیکھے کہ ہزاروں میں کہیں چھوٹ
تلواریں وہ پیہ نہیں لیکن ہے سپر سرخ

دیوانگی سنگ ہے یہ خونریزی دنیا
کیا فخر ہے گر ہو بھی گئے تیغ و تبر سرخ

چہرہ یہی آئینہ ہے احساس دلی کا
باتیں تو بہت نرم ہیں چہرہ ہے مگر سرخ

کر ذکر خدا تا کہ ہو دل نور خدا کا
کیا آگ وہ آہن نہیں ہو جائے اگر سرخ

پیتے ہیں مئے عشق کے ہر دم جو پیالے
مستوں کے رہا کرتے ہیں کیا دیدۂ تر سرخ

بے رنگ جو بارنگ نظر آئے عجب کیا
آئینہ جو ہی سرخ تو ہے شمع کا سر سرخ

ظاہر کی صفائی سے مصفا نہیں باطن
گل سرخ ہے لیکن ہے کہاں داغ جگر سرخ

اس گل کی جبیں پر ہیں محبت عرق کے قطرے
دیکھے نہوں آنکھوں سے تو لے دیکھ گہر سرخ

ردیف د

حمد آسان ہے پہ مشکل ہے ثنائے احمد
آپ اللہ ہے خود مدح سرائے احمد

بھیجتا خود ہے خدا اُس پہ درود اور سلام | دونوں عالم میں نہیں کوئی سوائے احمد
تھی نہ محبوب خدا اور خدا میں جو دوئی | عین اجابت تھی جو تھی حق سے دعائے احمد
ذات احمد میں احد میں نہیں جب فرق کوئی | عین اللہ کی الفت ہے ولائے احمد
تھا جو مقصود کہ ہو باطن وحدت کا ظہور | ہر دو عالم ہوئے مخلوق برائے احمد
نور وحدت تجلی ہے زمیں سے تا عرش | دیکھتے ہم تو ہیں ہر شے میں لقائے احمد
میم مخلوق کا تھا ایک ہی پردہ حائل | جب وہ اٹھا تو احد میں ہے فنائے احمد
واجب امکاں کا جو فرق تھا جب دور ہوا | پھر تو ہے ذات احد عین بقائے احمد
کونسی جا ہے جہاں نور نہیں احمد کا | ارض سے تا بہ فلک دل میں ہے جائے احمد
جسکو سمجھے ہیں خطا وہ تو ہے در اصل ثواب | مدعی ڈھونڈھتا ناحق ہے خطائے احمد
ماہ و خورشید کی ہو اصل حقیقت معلوم | بے نقاب اپنا جو رخسار دکھائے احمد
ورد ہر شب جو کیا میں نے درود اور سلام | بخت بیدار ہوئے خواب میں آئے احمد
قبر پر عاشق شیدا کے برائے تسکیں | کون کہتا ہے کہ تشریف نہ لائے احمد
ہے یہی کلمہ توحید شفاءٌ للناس | ہر مرض میں ہے مجرب یہ دوائے احمد
ہاتھ احمد کا ید اللہ ہے شک اس میں نہیں | جام کوثر کا بھی ہوں گا جو پلائے احمد
مرتبہ کون محمدؐ کا بھلا جانے گا | سر پہ جب عرش معلی کے ہی پائے احمد

ہے محمدؐ کی محبت فرض محبت سب کی
خلق کے واسطے وہ خلق برائے احمد

یہ ہے محبوبیت آن محمدؐ | کہ ہر عاشق ہے قربان محمدؐ
نہ جائیگا سقر میں کوئی مومن | یہی ہے عہد و پیمان محمدؐ
مقام احمد مرسل ہے وحدت | خدائی بھی ہے قربان محمدؐ
بچائی کشتئ عالم بھنور سے | یہی کیا کم ہے احسان محمدؐ

محمد ظاہر و باطن احد ہے — یہ اوس کی جان وہ جان محمدؐ
جواب اسکا ہوا ہے اور نہ ہوگا — وہ ہے بے مثل قسم آن محمدؐ
کریگا فرق کیا نیکی بدی میں — نہ دیکھا جس نے فرقان محمدؐ
بظاہر عبد اور باطن میں حق ہے — خدا کی شان ہے شان محمدؐ
مدینے اور کعبہ میں ہے یہ فرق — یہ حجرہ ہے وہ ایوان محمدؐ
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ — یہ چار عنصر تھے اعیان محمدؐ
غذائے روح کے طالب کہاں ہیں — بچھا ہے ہر جگہہ خوان محمدؐ
نہیں موجود کوئی جز خدا کے — یہ ہے توحید ایمان محمدؐ
وہ اپنی ذات سے واجب ہے لیکن — تعین سے ہے امکان محمدؐ
کہاں گلزار ایماں میں خزاں ہے — تر و تازہ ہے بستان محمدؐ
یہ کسکا مرتبہ ہے دو جہاں میں — کہ ہیں جبریل دربان محمدؐ

لکھیگا کیا محب تو نعت احمد
خدا ہے خود ثنا خوان محمدؐ

قدم قدم ہے رہ عشق میں نہاں صیاد — خدا کا فضل جو ہوساتھ پھر کہاں صیاد
وہ مرغ چھوٹ گیا دام اور دانے سے — بنایا جس نے کہ طوبیٰ پہ آشیاں صیاد
بزیر سبزہ و گل صد ہزار دام نہاں — در چمن پہ ہے افسوس پاسباں صیاد
نکلنا اس قفس عنصری سے مشکل ہے — زمین دام بنا وہ ہے آسماں صیاد
میں دست حضرت حق کا ہوں باز پروردہ — مکان میرا ہے دراصل لامکاں صیاد
ہزار حیف یہاں آکے میں اسیر ہوا — دگرنہ دام کہاں اور تھا کہاں صیاد
خدا ہی دام سے نقطوں کے بلبلوں کو بچائے — کہ آج بر سر منبر ہے خوش بیاں صیاد
قفس میں رہ کے پر و بال عشق پیدا کر — نہ کہہ یہ راز کہ سن پائے بدگماں صیاد

خودی کو توڑ بیٹھا دل کو سب کی الفت سے
کہ گل ہے دام نہاں اور باغباں صیاد

زمیں سے تا بہ فلک ایک دام پھیلا ہے
ہوا و آب و گل و آتش جہاں صیاد

قفس میں نالۂ بلبل سے آگ ہو نہ لگی
کہ اٹھ رہا ہے سر باغ سے دھواں صیاد

لگا رہا ہے بڑے فکر و فن سے جال وہاں
کہ عقل صید کا لیتا ہے امتحاں صیاد

نہیں ہے سہل جہاں میں یہ فن صیادی
کہ پہلے دیتے ہیں اس فن میں امتحاں صیاد

ہزار حیف کہ پیری میں صید عشق ہوا
ضعیف بلبل نالاں ہے اور جواں صیاد

خزاں کے آتے ہی وحشت سرا ہوا گلشن
نہ گل کا نام نہ بلبل کا ہے نشاں صیاد

قفس ہے گنبد افلاک جس میں در ہی نہیں
کشش زمین کی ہے دام اور انس و جاں صیاد

عجب کئے ہیں مضامیں شکار ہم نے بہت
ہمارا ذہن رسا بھی تو ہے نہاں صیاد

ہر نفس دل میں کر خدا کو یاد
چھوڑ فکر جہان بے بنیاد

ہے بنائے فساد دیر و حرم
اور جھگڑے ہیں ملت ہفتاد

ہم ہوائے جہان فانی ہیں
مفت کرتے ہیں عمر کو برباد

غم و شادی جہاں میں توام ہیں
یار غمگیں و گورکن دلشاد

لے نہ جلسوں میں نام آزادی
پہلے تو خود ہو نفس سے آزاد

صید گاہ چمن میں دام ہیں گل
مرغ دل صید باغباں صیاد

دل کو مصروف ذکر یار کیا
پڑ گئی آ کے سر پہ جب افتاد

مر گئی قوم عاد و ہود سبھی
جانتی ہے خدا کے دوست کو یاد

لاکھ تعلیم و تربیت ہو کہیں
کیا بدلتی ہے آدمی کی نہاد

رنگ آمیزی جہاں پہ نہ جا
ہیں ہر اک رنگ میں نہاں صیاد

نہ سنا داد کی غرض سے کلام
مرض قلب و روح ہے یہ داد

ہے مقید کا عشق آفت جاں مر گیا سر کو پھوڑ کر فرہاد
چھوڑ آبادی جہاں کی فکر سیکڑوں جس سے ہو گئے برباد
ننگ دیر و حرم ہیں کیوں نہ بچیں اقرب حق ہیں مرتبہ میں جماد
ہے دورنگی اصول ہر مذہب جس سے پیدا ہوئے ہزار فساد
گل بھی ہنستے ہیں عشق بلبل پر شکل صورت پہ نالہ و فریاد

عشق خانہ خراب ہے وہ عجب
جس سے دل عاشقوں کے ہیں آباد

ردیف ذ

پی بھی جا دیر نہ کر عشق کا اک جام لذیذ خشکی زہد نہیں زاہد ناکام لذیذ
مبتدی کو بھی رہ عشق میں ملتا ہے مزا ہے اسی باغ کے اشجار کا پھل خام لذیذ
قہر آلودہ نظر یار کی رحمت ہے مجھے شہد سے بھی ہے سیوا تلخی بادام لذیذ
کاہلوں کو نہیں راحت میں بھی کوئی لذت بعد محنت کے ہے بیکاری و آرام لذیذ
مرغ پابستۂ دنیا کی رہائی ہے محال ہو گیا ہے اسے دانہ یہ تہ دام لذیذ
دل جو خوش ہو تو ہر اک شے میں ہے دنیا کے مزا غم میں ہوتا نہیں کھانا سحر و شام لذیذ
ذکر کی تیری حلاوت کوئی دل سے پوچھے چاٹتی لب ہے زباں وہ ہے ترا نام لذیذ
خدمت خلق جو کرتے ہیں وہی واقف ہیں کتنے ہوتے ہیں رہ عشق میں دشنام لذیذ
توڑنا نفس کا مقصود عبادت ہے مگر نفس والوں کو نہیں روح کے احکام لذیذ
کھانا دھوکا کہ ہے تسلیم و رضا تیرا مقام ہوں نہ جب تک کہ تجھے نفس کے آلام لذیذ
کامیابی ہے رہ عشق میں ثابت قدمی ابتدا تلخ ہے اور یہ آخر انجام لذیذ
مال و زر عزت و شہرت سے ہوا کیا حاصل نشۂ مے سے ہوئی تلخی ایام لذیذ

بادۂ عشق کا قسمت میں کہاں ساغر ہے — اس کی تلچھٹ بھی تو ہے ساقی گلفام لذیذ
اہل دنیا کو نہیں صرف خوشی شادی میں — ہے طعام اور ولیمہ کا بھی پیغام لذیذ

میوۂ جنت اعلیٰ میں سمجھتا ہوں عجب
لب شیریں سے نکلتے ہیں جو دشنام لذیذ

ردیف ر

مہر و وفا سے بدلے انکا عتاب کیونکر — لے تابش محبت ہم ہو سحاب کیونکر
کیا عشق نے دکھایا پائیگا کون اس کو — پیری میں ہے ہمنے پایا لطف شباب کیونکر
جو غرق عینیت ہیں ہو نکلینگے خاک کو — ہوتا ہے بحر و گرداں قطرہ حباب کیونکر
کامل سے پوچھ پہلے اسرار عشق جاناں — پھر دیکھ خوں عاشق ہوتا ہے آب کیونکر
غافل ادھر سے جو ہے واقف ادھر وہ ہے — دیکھا کبھی ہے تونے آتا ہے خواب کیونکر
جو یہ سمجھتے ہیں خود کو سمجھینگے وہ نہ ہرگز — بندہ میں اور خدا میں آیا حجاب کیونکر
کچھ نفس سے جو چھوٹیں پھر نور حق سے دیکھیں — ہوتا ہے خود خودی سے انساں خراب کیونکر
ہر فعل نیک و بد کا جب ہے وہی تو فاعل — پھر روز حشر مجھسے لینگے حساب کیونکر
غلبہ سے نفس بد کے آیا جو زنگ دل پر — ظلمت میں ہیں نے دیکھا ہے آفتاب کیونکر
وہ ذات ایک ہی ہے اس کے سوا نہیں کچھ — پوچھیں جو دوسرا ہے دینگے جواب کیونکر
پہنچا براق اس کا بالائے عرش اعلیٰ — جبریل پست تر تھا تھامے رکاب کیونکر
ہجر بتاں میں رہکر برسوں جلایا میں دل کو — ہو جائے ایکدم میں پختہ کباب کیونکر

غالب عجب بدلنا ممکن اگر نہیں ہے
بارش کی شکل میں پھر آیا سحاب کیونکر

کاٹا ہے زندگی کو عشق صنم میں رو کر — حاصل صفا یہ کی ہے داناں دل کو دھو کر
تنزیہ کو تو سمجھا تشبیہ کو بھی دیکھوں — آیا ہوں بتکدہ میں راہ حرم سے ہو کر
آتا نظر وہی ہے جسجا میں دیکھتا ہوں — آخر رہا یہ دیدہ سارا جہاں ڈبو کر
گر چاہتا ہے نار قہر خدا سے بچنا — اس زندگی میں سب پہ تخم کرم کی بو کر
ملتا نہیں وہ اسکو جو ایک سے نہ ہووے — پایا ہے اس صنم کو دنیا و دیں کو کھو کر
یہ ظلم وہ نہیں ہے قیمت ادا ہو جسکی — لاتا ہوں موتیوں کو جنت سے میں پرو کر
ہوتا ہے جب خطا سے داماں روح میلا — کرتی ہے تیری رحمت پاک اسکو آپ دھو کر
یہ زندگی ہے سونا اور موت صبح اٹھنا — مردہ سمجھ رہا ہے گویا اٹھا ہوں سو کر
چھوٹا محاسبہ سے سمجھا جو بات تہ کی — سب فعل ہیں اسی کے جی چاہے تیرا جو کر
اعمال شر سے کسکو ہے خیر کی توقع — کھایا ہے سیب کس نے حنظل کا بیج بو کر
آخر اسی نے دیکھا روز وصال جاناں — کاٹی ہے رات جس نے ہجر صنم میں رو کر
انساں کا مارنا ہے کس دین میں گوارا — نفس لعین کو اپنے تیغ احد سے دو کر

گر چاہتا ہے عشق جاناں عجب تو پہلے
تسبیح و خرقہ پہلے میخانہ میں گرو کر

مصیبت آپڑے جب تیرے سر پر — تو کر لطف و کرم بے بال و بے پر
خدا و بت ہیں دو نو نام اس کے — یہی اسما تو ہیں پردے نظر پر
تری ہے کونسی شے اس جہاں میں — کیا ہے تو نے قبضہ کس کے گھر پر
خدا کا مال تو مالک بنا ہے — وبال اس جھوٹ کا ہے کس کے سر پر
اگر ہے جوہر ذاتی کسی میں — لگا دیتے ہیں یہ علم و ہنر پر
جو ماریں نفس کو پہنچیں خدا تک — کہ ہے شیطان درباں اسکے در پر
صداقت آبروئے آدمی ہے — کہ جیسی آب ہوتی ہے گہر پر

جو ان اللہ معکم پر یقیں ہے	تو پھر غالب ہے تو خوف و خطر پر
نہ اٹھینگے کبھی بیٹھے سو نہ بیٹھے	مثال نقش پا اس رہگذر پر
جسے کہتے ہیں سب انسانِ کامل	حکومت ہے اسی کی خشک و تر پر
ہوا عالم مگر جاہل خدا سے	کتابیں بار ہیں سب پشت خر پر
چلے دنیا سے لیکر علم دنیا	کبھی سر پر کبھی پشت و کمر پر
پس از مردن جہاں کی حسرت و یاس	نمک چھڑکا کئے زخم جگر پر
ثمود و لوط کی امت تھی واقف	کہ رکھتے ہیں نہاں ننگ و شرر پر
خدا کو چھوڑ کر امید ان سے	نہیں قادر ہیں جو نفع و ضرر پر
ضرر بھی نفع ہو جب بے غرض ہو	نہیں الزام کشتی کا خضر پر

مقدم گرچہ ہیں حالی و غالب
فضیلت کیا محبؔ گل کو بشر پر

ہے وہ سودائے زلف کی زنجیر	جس کا آزاد دو جہاں ہی اسیر
تیرے کانوں سے تیری آنکھوں نے	ہے وہی ذات اک سمیع و بصیر
یاس ہے کفر اسکی رحمت سے	کیا وہ مجبور ہے خدائے قدیر
میرا دیوان اور عوام الناس	ڈھیر آٹے کا اور ذرا سا خمیر
وہی پاتے ہیں اہل دل کو بھی	جو سمجھتے نہیں کسیکو حقیر
تو ہے بے مثل اس کی ہے یہ دلیل	کہ کسی گل کی ہے محال نظیر
مفلسی پردہ دار ستر اجل	دام شہباز ہے نشان حصیر
ایک دانے نہ نکلے جنت سے	اور کیا ذو البشر کی تھی تقصیر
ہم نہ جائیں گے ایسی جنت میں	کہ جہاں سخت تر ہی جرم حقیر
اس خیابان سے تو یہ جہان بہتر	گیہوں کھاتے جہاں ہیں روز کثیر

نہ کوئی جرم ہے یہاں نہ سزا — کون مجرم کبھی ہوا تشہیر
سن کے ہاتف نے یہ کہا مجھ سے — اہبطوا کی ذرا تو سن تفسیر
شیر خواری و عہد طفلی بس — ہے یہی جنت و بہشت قدیر
نفس تیرا شجر ہے ممنوعہ — ہیں ثمر جنکے شہوت اور سعیر
جب یہ کھایا تو پھر کہاں جنت — پھر تو ہے خواہش جہاں میں اسیر
بیاہ ہوتے ہی فکر دنیا ہے — یہی گندم کے پھل کی ہے تاثیر
روح سے آکے نفس میں ٹھہرا — ہے نگاہ فرشتگاں میں حقیر

یہ اشارے محب بیاں نہ کر
دے نہ دے کوئی فتوے تکفیر

وہ ہر جا ہے جہاں دیکھو وہیں پر — نہیں کچھ منحصر عرش بریں پر
خدا کے فضل سے بے کوشش و رنج — گئے پائیں سے دم میں شہ نشیں پر
اسی اک خاک کے پتلے کے دم سے — یہ آبادی یہ رونق ہے زمیں پر
نفی کر سب کی اور اثبات حق کر — مدار علم دیں ہے ہاں نہیں پر
بتاتے ہیں عمل انساں کا باطن — نشاں ہوتا ہے ساجد کی جبیں پر
ہر اک جا طالب دنیا بہت ہیں — نہیں ہے طالب مولا کہیں پر
یہ دو دن کا ہے سارا حسن صورت — جو عاشق ہو تو ہو ذات حسیں پر
وہی ہے ظاہر و باطن پس و پیش — نجات دو جہاں ہے اس یقیں پر
سم آلودہ جہاں پر گر نہ ایسے — مگس گرتے ہیں جیسے انگبیں پر
دلوں میں سب کے الفت ہی خدا کی — کھدا ہے نام اسکا ہر نگیں پر
اسی کا ہاتھ ہے جو کاٹتا ہے — نہ دھر الزام خالی آستیں پر
جسے دیکھو مکاں کو دیکھتا ہے — نظر کرتا نہیں کوئی مکیں پر

نہ چھوتا ہاتھ سے ردی کتا میں — یقیں ہوتا جو قرآن مبین پر
وہ رحماں ہیں جو عاشق رحم پر ہیں — وہ شیطاں ہیں جو ہیں مغلوب کیں پر
محب مرتے ہیں جو دنیا پہ نادال
تو عاقل جان دیتے ہیں دین پر

فلسفی کو ہے غیب سے انکار — عقل پر اس کی ہے خدا کی مار
ایک کو دیکھتا ہے احول دو — اس نظر کی کجی پہ ہے پھٹکار
وہ سمجھتا ہے خلق و حق کو جدا — سخت نافہم ہے کہاں ہشیار
خر سے بھی آدمی ہوا بد تر — عقل پر نفس ہو گیا جو سوار
وہم ٹوٹے دوئی کا جب وہ ملے — بیچ میں اپنی ہے یہی دیوار
نفس امارہ کے بغیر قتل — دل مضطر کو آئے کیونکہ قرار
دار ہو جائیں گے جہاں کے رد — باندھ کلمہ کا اپنے گرد حصار
واعظ اس دور کے بہت سے ہیں — زشت کردار اور خوش گفتار
آسماں و زمین و شمس و قمر — ہیں یہ ذات احد کے سب آثار
ہے وہ اللہ نور ارض و سما — ہیں اسی نور کے تو سب انوار
گر ہے منظور دار پر چڑھنا — کہہ علانیہ عشق کے اسرار
حق سے منہ موڑتے نہیں ہرگز — ہیں جو بالذات بغرض اخیار
لا الہ سے پہلے خود کو مٹا — کھینچ بعد اس کے غیر پر تلوار
غیب تاریک اور ظہور ہے نور — جسطرح سے کہ لیل اور نہار
اس پر پردکا جو ہے دیوانہ — غافلاں جہان سے ہے ہوشیار
گرد اسی کے تو پھر رہے ہیں نجوم — ہے وہی ایک ذات قطب مدار
شاعری سے محب نہیں مطلب

ہے غرض یہ کہ ہوں مفید اشعار

دیر و کعبہ میں رہے آپ جو پنہاں ہو کر
ڈھونڈتی آئی یہاں خلق پریشاں ہو کر

انس انسان کا مصدر ہے جو ہے حب الٰہ
حیف دشمن ہو کسی کا کوئی انساں ہو کر

دل میں ناخوش نہ ہو مہماں کہ آئینے کبھی
خود وہی آتا ہے گھر میں ترے مہماں ہو کر

ذرے ذرے سے زمیں کے ہے وہی نور عیاں
آسماں پر ہے وہی مہر درخشاں ہو کر

خاک میں مل گئے تھے وقت خزاں جو گلزار
وہ بہار آتے ہی آئے ہیں گلستاں ہو کر

کیا یہ ممکن نہیں انسان ہو مر کر پیدا
حشر اور نشر کا منکر ہو مسلماں ہو کر

کیوں یہی آیہ و حدیث کی ہے تکرار یہاں
نسخ سمجھا نہیں کچھ قاری قرآں ہو کر

قبر اشکستہ میں میری گل خود رو جو کھلے
میرے ارماں نکل آئے تھے گلستاں ہو کر

مل گیا قطرہ جو دریا میں تو قطرہ نہ رہا
عین واجب ہوا آخر کو میں امکاں ہو کر

آدمی میں وہ محبت نہیں جو ہنس میں ہے
بڑھ گیا انس میں انساں سے حیواں ہو کر

اہل دنیا کو تو ہر گام پہ ہے خوف و رجا
آئے ہیں قبر میں گلزار و بیاباں ہو کر

شیر دل ہمت مردانہ جو رکھتا ہو بڑھے
ہے رہ عشق میں خار نیستاں ہو کر

ہم نہ کہتے تھے کہ اے شیخ نہ جا کعبہ کو
آخر آیا سوئے بتخانہ پشیماں ہو کر

راز عشق اہل ہوا سے نہیں کہنا اچھا
وہ رہا دل میں چراغ تہ داماں ہو کر

جس طرف دیکھیے اس سمت اسی کے جلوے
وہی ظاہر ہے ہر اک رنگ میں پنہاں ہو کر

کتنے مدفوں ہیں محب گیسو والے اس جا
کہ اٹھے خاک سے پھر سنبل و ریحاں ہو کر

ہے وہی سب کی جان کے اندر
شمع جیسے مکان کے اندر

کون منکر ہے وہ محیط نہیں
ہے زمین آسمان کے اندر

ہے وہ باطن ہر ایک ظاہر کا
وہی باہر جہان کے اندر

عقل کل ہے وہی وہی ہے نفس — وہ ہی وہم وگمان کے اندر
اپنے ہی آپ میں ہے محویت — کل یوم ہے شان کے اندر
ہے وہی لفظ اور وہی معنی — ہے وہی ہر بیان کے اندر
نہ سمجھ اس کو غیر حضرت حق — آرہے جو کچھ درمیان کے اندر
پیر میں ہے جو عقل اور سکوں — وہ کہاں ہے جوان کے اندر
تیر سے کم نہیں ہے تیری زباں — تیرے منھ کی کمان کے اندر
بدتمیز ول کو کیا حلال وحرام — جو بلا دہ زبان کے اندر
دہر سب کو سٹا ہی دیتا ہے — کیا ہے نام اور نشان کے اندر
گر نہیں جلنس کیوں کہ جان بنی — جان تیری ہے نان کے اندر
صاف کہتی ہے یہ کہ جان ہو نہیں — وہ جو سرخی ہے پان کے اندر
تن خاکی میں ہے وجود مثال — جیسے چانول ہے دھان کے اندر
جہل قدمی نہ سیر دنیا کی ہے — عورتیں ہیں مکان کے اندر
کام لے اسپ تن سے تو ہر روز — رکھ نہ بیمار تھان کے اندر

سیر اپنی ہی کر محب ہر دم
کیا دھرا ہے جہان کے اندر

چل زیر فلک فرش زمیں پر نہ اکڑ کر — پیسے نہ تجھے گردش افلاک پکڑ کر
کر آئینہ دل کو صفا ذکر سے ایسے — جس طرح سے مانجھے کوئی برتن کو رگڑ کر
کچھ سبزہ پامال کا آنا ہی سے نہ گیا — اونچے جو شجر تھے وہ گرے جڑ سے اکھڑ کر
احوال یہ ہیچ اور درختوں کے نظر کر — مردے نہیں اٹھتے ہیں گر خاک میں گڑ کر
تا دل میں ہے صورت جانان کا تصور — رکھ سامنے تصویر کو آئینہ میں جڑ کر
ہے حشر کہیں نشر کہیں دیکھ جہاں میں — بستی ہیں یہاں بستیاں آن اجڑ کر

رکھ ہاتھ میں باگ اس فرسِ نفس کی ہردم　　خندق میں گرا دیتا ہے اسوار کو اڑ کر
افلاس کی گدڑی کو نہ دے شال کا ابرہ　　وہ ٹاٹ کا جامہ نظر آئیگا اُدھڑ کر
پردے کی ہے یہ رسم کہ ہے نفس کی غلظت　　پھیلائیگا یہ زہر مکانات میں سڑ کر
اب وقت نہیں ہے جو کریں جنگ تناسخ
مارا ہے **محب** دیو کو پردے کے تو لڑ کر

دل صاف کیا سرور جاناں یہ رگڑ کر　　کعبہ ہوا آخر یہی بتخانہ اجڑ کر
پائی ظفر آخر کو رہ عشق میں اڑ کر　　کھولا ہے در یار کو اس نفس سے لڑ کر
دنیا سے چلا چھوڑ کے سب دولت و حشمت　　کیا تجھکو ملا کشمکش دہر میں پڑ کر
آئیگا نظر آئینہ میں عکس رُخ یار　　کر دل کو صفا جہد و ریاضت سے رگڑ کر
کہتا ہے فلک اس سے جھکاؤں گا ترا سر　　چلتا ہے بہت فرش زمیں پہ جو اکڑ کر
کیا اس کی پرستش سے خدا تجھکو ملیگا　　ہو جائیگا مٹی یہ بدن قبر میں سڑ کر
رجعت کا نہ قائل ہو اگر آنکھوں سے دیکھا　　ہوتا ہے وہی تخم ثمر باغ میں گڑ کر
ہے پیٹ سے ماں کی یہ سعادت یہ شقاوت　　کیا کوئی بنا تا ہے یہ سر ہاتھ سے گھڑ کر
یہ رسم یہ عادات تقید کے ہیں پھندے　　باندھا ہے تجھے نفس نے رسوں میں جکڑ کر
خود انکی یہ فطرت کی تصاویر ہیں اشعار　　ہم پیش انھیں کرتے ہیں آئینہ میں جڑ کر
قابو میں نہ رکھا فرس نفس کو ہر دم　　آخر یہ گرا چاہ ہلاکت میں بگڑ کر
کیا جبہ و دستار ریائی سے چھپیں عیب　　اشتر کو دکھانے لگے دو دن میں ادھڑ کر
اتارگی نفس سے پہلے ہے لڑائی　　پھر بعد عبادات ہیں جھگڑوں سے نبڑ کر
کہتا تھا **محب** اس سے نہ کر چاہ خدارا
دلدل میں پھنسایا مجھے اس نفس نے اڑ کر

عمر برباد نہ کر حرص سگے کا شانے پر　　نام کندہ ہے ہر اک شخص کا ہر دانے پر

بعد پژمردگی گل ہے ثمر کی آمد
باغباں رنج نہ کر پھول کے مرجھانے پر

گلشن دہر میں اُس گل کو نہ دیکھا آکر
لاکھ افسوس ہے اِس آنے پر اِس جانے پر

راز ہستی سے جو واقف ہیں تری دیوانے
خوش نہ آنے میں نہ ناخوش وہ نہیں جانے پر

گر خدا کے تجھے ملنے کی ہوس ہے ای شیخ
دین و ایمان کو چڑھا پہلے تو بت خانے پر

پردۂ عشق میں ہے راز حقیقت پنہاں
غور کر دل میں کبھی قیس کے افسانے پر

راز سربستۂ عالم نہ کھلا حکمت سے
کھل گیا عشق سے آخر تری دیوانے پر

خون ناکردہ گناہوں کا نہ ہوتا ایسا
کاش پاتے نہ تری بزم میں پروانے پر

موت لائیگی کوئی زیست کی بہتر حالت
خاک میں گر کے نکالینگے یہی پروانے پر

گل و بلبل ہے کہیں وحشت و عبرت ہے کہیں
ہم تو قرباں ہیں آبادی و ویرانے پر

کیا درختوں سے بھی اسفل ہے اشرف مخلوق
زندگی اور کوئی پائینگے مرجانے پر

پردہ وہ ہے کہ بنے قبر بھی تہ خانے میں
نہ چھٹیں اہل قفس قید سے مرجانے پر

پردہ داری یہی کہتی ہے کہ تعلیم نہ دے
اُڑ نہ جائیں کہیں صیاد وہ پر آنے پر

عاشقوں کو ترے زیبا نہیں فکر دنیا
شمع پر گر کے جلا دیتے ہیں پروانے پر

اہل خانہ نہیں کچھ آلۂ شہوات فقط
ہر تمدن کی ہے بنیاد اسی خانے پر

مرد عورت نہیں ہر کام میں گردش بدوش
بار سب قوم کا پڑ جائیگا اک شانے پر

ہے کہاں پرسش اعمال محبت میں محب
جرم عائد نہ ہوا یار کے مستانے پر

ردیف ڑ

بند کر حس ظاہری کے کواڑ
پردہ ہائے خیال غیر کو پھاڑ

دور کر دل سے وہم غیریت — ہے یہی ایک دریاں میں آڑ
شغل باطن ہے راحت دل و جاں — ابتدا میں اگرچہ ہے یہ پہاڑ
ذکر اللہ ہو ہے وہ پُر زور — ڈال دیتا ہے آسماں میں دراڑ
عشق کا راستہ بہت ہے کٹھن — قدم صبر اس مقام میں گاڑ
زال دنیا عجیب ہے مکّار — پہلوئے شر کو کار خیر میں تاڑ
آڑے شیطاں کیا مجال اسکی — باندھ گرد اپنے لا الٰہ کی باڑ
گر تجھے حق کا وصل ہے منظور — دل کو جاروب لا الٰہ سے جھاڑ
کیا جمے عشق میں قدم تیرا — پہلے شیطان نفس کو تو پچھاڑ
گر ہے منظور خار غم سے نجات — شجر غیریت کو دل سے اکھاڑ
عمر تن پروری میں صرف نہ کر — خانۂ تن ہے ایک دم میں اجاڑ
دل میں کہہ لا الٰہ الا اللہ — جب بلاؤں کی سر پہ ہو بوچھاڑ
مے و معشوق کو غنیمت جان — روز کی ہے یہاں اکھاڑ پچھاڑ
چھوڑ امیروں کے گھر کا لقمۂ تر — پیٹ بھر اپنا روز بن کے تواڑ
گل حسینوں کے سر پہ چڑھتے ہیں — خار کا ہے مقام آخر بھاڑ

گر محبت تجھکو ہے خیال وصال
اپنی ہستی کو اور خودی کو بگاڑ

ردیف ز

حرم و دیر میں ار پھر کے نہ جانا ہرگز — برہمن شیخ کی باتوں میں نہ آنا ہرگز
دیکھ پچھتائیگا وہ پھر نہ ملیگا تجھ سے — راز معشوق زباں پر بھی نہ لانا ہرگز

خار پھلیں گے شجر زہر کا پھل لائیں گے — بو بدی کا تو زمیں میں کبھی وانا ہرگز
بات نیچی کوئی فطرت کی ہو جس میں مظلوم — کبھی ہوتا نہیں وہ شعر پرانا ہرگز
ایک جھونکے سے خزاں کے وہ بگڑ جاتا ہے — ہو نہ تو رنگ پہ پھولوں کے دوانا ہرگز
کہہ چکے شیخ سے سو بار کہ وہ بت ہے خدا — وائے غفلت کہ کہا اس نے نہ مانا ہرگز
بیل کھولو کا بنا کر یہ تجھے چھوڑے گی — زال دنیا سے کبھی دل نہ لگانا ہرگز
اپنے اعمال پلٹ آتے ہیں اپنے اوپر — ایک چیونٹی کے بھی دل کو نہ دکھانا ہرگز
جو مٹاتے ہیں کسی کو وہ یہاں مٹتے ہیں — اثر خیر کسی کا نہ مٹانا ہرگز
چھیڑ جھگڑوں کو نہ مذہب کے کہ ہوتے ہیں فساد — سوتے فتنوں کو نہ ٹھوکر سے جگانا ہرگز
لذت موت سے واقف نہیں جو زندہ ہے — قم باذنی سے نہ عاشق کو جلانا ہرگز
عقل سے دور ہے اطفال کو دینا تلوار — عشق کا راز نہ ناداں کو بتانا ہرگز
لکھ وہ باتیں کہ اٹھیں خواب عدم سے مردے — غافلوں کو نہ فسانوں سے سلانا ہرگز
مردہ کب جانتا ہے اسکو کہ میں مردہ ہوں — شور بالیتنی نہ مردے کے مچانا ہرگز
جس سے آرام ہو لوگوں کو بنانا وہ مکاں — قبر پر قبہ و گنبد نہ بنانا ہرگز
ہر قدم پھونک کے رکھتا نہو پامال کوئی — دم رفتار نہ فتنوں کو اٹھانا ہرگز

دل حسینوں کو نہ دے توڑ ہی ڈالینگے محب
بے بہا مال نہ بچوں کو دکھانا ہرگز

عمر کوتاہ راہ عشق دراز — راہزن نفس حیلہ جو دم باز
طور پر جا کے کیا سنا موسیٰ — ہر جگہ ہے کلیم کی آواز
قم باذنی سے جو اٹھے مردے — تیرے عشاق کا ہے یہ اعجاز
ہر دم اپنی خودی کو دور کریں — عاشقوں پر یہی ہے فرض نماز
دم بدم ذکر یار کر غافل — بجتا جبتک رہے یہ دم کا ساز

کونسی چیز ہے یہاں تیری
جس پہ کرتا ہے تو یہ فخر و ناز

کہنا جو کچھ تھا کہہ گیا منصور
اب چھپاتے ہیں عشق کا کیا راز

ملگیا مردہ خوار زاغوں میں
بیٹھتا تھا جو دست شاہ پہ باز

جسنے ڈالا ہے ہم کو محنت میں
ہے وہی اپنی ایک حرص و آز

کیجیے کس سے راز عشق بیاں
ایک بھی تو نہیں یہاں دمساز

عاشقی ہے غلامی معشوق
دیکھ محمود تھا غلام ایاز

عاشقوں پر ہیں ظلم جور وجفا
ناز اُدھر سے ہے اور اِدھر سے نیاز

عشق نے پر لگا دیے میرے
عرش سے بھی بلند ہے پرواز

اوسکو معراج اور اسکو ہبوط
دیکھ دنیا کے یہ نشیب و فراز

وہی کھاتے ہیں گھاس آہو و خر
ہے ادھر مشک اور ادھر سے براز

عشق کے ساتھہ زیست کا ہے مزا
ورنہ تکلیف دہ ہے عمر دراز

تو ہی سعدی ہے اس زمانیکا
طرز تیرا عجب ہے سحر طراز

ردیف س

جا کے کعبہ کو شیخ اب کے برس
پی مئے عشق تو ہر ایک نفس

کچھ عجب حسن کی ہے صیادی
جسکو دیکھو وہ ہے اسیر قفس

تیرے اندر بھی سلطنت ہے ایک
عقل سلطان اور نفس عسس

بند رکھ انکو ذکر حق سے مدام
در ہیں شیطان کے جو تجھہ میں دس

ابر رحمت ہمیں سے ہے امساک
خشک کھیتی پہ میری کچھ تو برس

قدر کیا ایسے نفس بدخو کی
ہر قدم پر اڑے جو مثل فرس

نشۂ مے کے ہیں ہم رہے سرمست — کان میں آئی ابھی نہ بانگ جرس
زندگی میں نہ مئے پرستی کی — اب مئے دمہ کو تا بہ حشر ترس
لذت دنیوی پہ گرتے ہیں — جسطرح شیرنی پہ مور و مگس
رحمت و حرص دونوں ہیں بیحد — کون کہتا ہے اپنے منہ سے کہ بس
کیا تھکیں ہم سوال کرنے سے — تیری رحمت کہیگی کیا بس بس
جب ہوا نفس عقل پہ غالب — کیا نظر آئے ہم کو پیش و پس
دیکھ ہر شے میں ہے وہی تو محیط — دایرہ میں کہاں ہے پیش و پس
خاص جنت میں ہے مقام ترا — گر مٹے دل سے تیرے حرص و ہوس
ایک پاگل بھی ہے یہاں مجذوب — بڑا لگائے جو خوب پی کے چرس
اس مریدی سے کچھ تو آئیگا — قابل عشق گر نہیں ہر کس

یاد معشوق میں ہو صرف محب
بے بہا زیست کا ہر ایک نفس

ردیف ش

تھا نہ منصور واقعی مدہوش — تھے انا الحق کے سامعین خر گوش
تھا انا الحق کا اسطرف سے جوش — رہتا منصور کس طرح خاموش
غیر سے ہر جگہہ ہے اسکو حجاب — عاشقوں سے نہیں ہے وہ رو پوش
فخر و ناز و غرور دنیا پر — چار دن کا ہے سب یہ جوش و خروش
عورتیں جب ہیں صاحب عفت — ساتھ مردوں کے ہوں وہ دوش بدوش
بات حق کی جو کان سے نہ سنے — واقعی آدمی ہے وہ خر گوش

جو بھلائے خدا کی دل سے یاد
ایسی دنیا کے دوق ہو پاپوش

تھا انا الحق کا جوش کوہ شکن
دل منصور سے گرا سرپوش

ایک جلوے میں حضرت موسیٰ
طور پر آپ ہو گئے بیہوش

ہر طرف باغ میں ہے نعرۂ حق
ہے بہار آج بادہ خوار بجوش

کار دنیا کے ساتھ ہے یہ بھی
مے پرستی و عشق بادہ فروش

کیا کہیں راز عشق دنیا میں
ہے کہاں دستیاب گوش و ہوش

موت پر اختیار کر پیدا
تو وہ خاک ورنہ ہے تن و توش

سن اُسی کی اسی کی صورت دیکھ
بند کر دو تو چشم دونو گوش

دلمیں رکھ رات دن اسی کا خیال
اور معشوق سے ہو ہم آغوش

نشۂ عشق میں ہیں جو محب
روز محشر کہاں کا کس کو ہوش

ردیف ص

دوست دنیا کا دیں کا رہزن خاص
ہے یہ شیطان نفس دشمن خاص

روح باطن ہے قوت حرکت
عالم ظاہری ہے انجن خاص

تربیت سے یہی ہے نفس ملک
جائے تا عرش وہ ہے توسن خاص

پہلواں سارے اُس سے دبتے ہیں
نفس رستم ہے اور بہمن خاص

اسم اعظم یہی ہے ذکر اللہ
مومنوں کے لئے ہے ایمن خاص

ہر جگہ طور کا نہیں جلوہ
چاہیئے روشنی کو تن من خاص

قفس تن کے ٹوٹتے ہی یہ روح
پھر بناتی ہے اک نشیمن خاص

اپنے اپنے عمل سے ہر اک کو
ہر دو جا ہے جحیم و گلشن خاص

روح اور نفس دونوں میں باہم
ہے عجیب و غریب ان بن خاص

اس پریرو کے دیکھنے کے لئے
دلمیں کیجیے تو ایک روزنِ خاص

تیرے دیوانے کے لئے بس ہے
کوہ و صحرا کا ایک دامنِ خاص

جسکو کہتے ہیں نفس اور دوئی
اُس کے پردہ کو ہے یہ چلمنِ خاص

جنگ ہفتاد و دو کی ملت ہے
ہے جہاد نفوس کا رنِ خاص

منکر لا الہ الا اللّٰہ
نار دوزخ کا ہے یہ ایندھن خاص

زال دنیا دتارک دنیا
مرد یہ اور اوس کی ڈزنِ خاص

شکم مادر و زمیں میں کہیں
ہر کسی کا ہے ایک مدفنِ خاص

خون فاسد ہے غیرت یہ مجبت
ہو ازالہ کو اس کے رگ زن خاص

ردیف ض

اہل دل کو فقط ہے رب سے غرض
اہل دنیا و دیں کو سب سے غرض

دین و دنیا سے ہم ہوے آزاد
ہمنے چھوڑی ہے یار جب سے غرض

ہم کو مطلب ہے اس مسبب سے
فلسفی تجھکو ہے سبب سے غرض

شوخیاں رند کو مبارک ہوں
ہم کو معشوق کے ادب سے غرض

قافیہ تنگ ہو گیا ہے مجب
حرف بے سے نہیں ہے اب سے غرض

چھوڑ دنیا کو رکھ خدا سے غرض
خاک نکلیگی بینوا سے غرض

زال دنیا ہوی ہے کسکی رفیق
پھر بھی رکھتے ہیں بیوفا سے غرض

درد اسکا ہے شافیٔ امراض
نہ رہی کوئی اب دوا سے غرض

لاکھ ان پر نثار جاں کریں — اہل دنیا کو ہے دغا سے غرض
اہل دنیا غرض کے بندے ہیں — کیا انھیں تیرے مدعا سے غرض
کام دنیا کے دین ہو جائیں — ہو خدا کی اگر رضا سے غرض
روح کو ہے خدائے پاک سے کام — نفس کو حرص سے ہوا سے غرض
کعبہ خالی ہے بتکدہ ہے بھرا — بت سے مطلب ہے کیا خدا سے غرض
کہ بتا دے وہ راہ بت خانہ — ہم کو اپنے ہے رہنما سے غرض
یار میں ہو گئے فنا ہم تو — اب قدر سے نہ کچھ قضا سے غرض
بیڑیاں غیریت کی جب ٹوٹیں — کیا رہی اب سزا جزا سے غرض

اہل دنیا ہیں طالب جنت
کیا محبت ان کو ہے خدا سے غرض

دل کو رکھ اس کی طرف پھر تو دیکھ آتا ہے فیض — ورنہ غفلت میں ادھر سے آ کے پھر جاتا ہے فیض
فیض کی ہے کیا کمی ذرہ سے تا شمس و قمر — جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ پاتا ہے فیض
تنگ ہے یہ قافیہ اور فیض کا دریا وسیع — کچھ بڑھا دے لفظ اس میں اب یہ فرماتا ہے فیض

(مطلع)

فیض سے فیاض تیرے سب جہاں پاتا ہے فیض — تیری ہستی سے زمین و آسماں پاتا ہے فیض
اپنے ہی اعمال و افکار و زبان و نفس سے — دیکھ نار دوزخ و باغ جناں پاتا ہے فیض
فیض سے لبریز ہیں اسکے زمین و آسماں — دمبدم الطاف حق سے جسم و جاں پاتا ہے فیض
اسکی رحمت عام ہے کچھ خاص مومن پر نہیں — کافر و زندیق و گبر بدگماں پاتا ہے فیض
دمبدم جاری ہے اسکا فیض باد و آب سے — خار و گل برگ و ثمر ہر بوستاں پاتا ہے فیض
ظاہری ورزش سے اجسام بشر ہیں فیضیاب — دل خدا کے ذکر سے ہر دم نہاں پاتا ہے فیض
ذات حق ہے اصل اور سارا جہاں ہے برگ و بار — ہستی مطلق سے ہر دم سب جہاں پاتا فیض

مجلسوں میں نوجوانوں کے نہیں جز ذکرِ نفس
پیر کی صحبت ملے جب نوجوان پاتا ہے فیض

میکدہ میں یوں پڑے رہنے سے ہی کیا فائدہ
سچ تو یہ ہے عاشقِ پیرِ مغاں پاتا ہے فیض

جلوۂ جاناں نہاں دل میں ہے جس سے زیست ہے
آتش رو پوش سے ہر دم دھواں پاتا ہے فیض

مردگانِ عشق کی ہیں سرگذشتیں زندگی۔
دیکھ لے خوانندہ ہر داستاں پاتا ہے فیض

تیرے ہی تو دم قدم سے وقت گل وقت خزاں
کوہ و صحرا دشت و جنگل گلستاں پاتا ہے فیض

تیرا ہی جلوہ ہے ہر جا آسمان و انجم میں
شمس تیرے نور سے ہر دم عیاں پاتا ہے فیض

شکر تیرا کیوں بجا لائے نہ یہ تیرا محب
تیرے ہی دم سے تو یہ شعر اور بیان پاتا ہے فیض

ردیف ط

اسطرح جسم کو اور جان کو ہے یار سے ربط
جسطرح ساز کی آواز کو ہے تار سے ربط

حسن بے قبح کے ہوتا ہی نہیں ہے محسوس
دیکھ اس باغ میں ہر گل کو ہی ہر خار سے ربط

پہلے شیطان کو ماریں تو ملے بعد خدا
اس خرابی میں ہے کیا گنج کو اس مار سے ربط

آگ پانی میں تو ہے خاک ہوا کے اندر
خاک کو باد سے اور آب کو ہے نار سے ربط

چار عنصر میں تن سے پانچ حواس ظاہر
ذات واحد کو ہے ہر پانچ سے پہر چار سے ربط

دل کو احساس بلا آن سے ہے اسی طرح لگاؤ
جسطرح ہے کہ مدبر کو ہے اخبار سے ربط

بندۂ نفس پہ ہر وقت ہے شیطان سوار
سچ ہے ارواح خبیثہ کو ہے اشرار سے ربط

خیر و عافیت دنیا ہے جنہیں مد نظر
وہی رکھتے ہیں یہاں غرض اخیار سے ربط

دیکھ بچو نکو چراغ و مہ چمکتے ہیں مدام
مردم چشم کی فطرت میں ہے انوار سے ربط

بطن ماہی کی تہ چاہ کی معراج تھی اور
سر منصور کو لیکن تھا سر دار سے ربط

اپنی ہستی کو مٹانا اسے ثابت کرنا — اس طریقہ سے ہوا کرتا ہے اُس یار سے ربط
انکے ایک جور پہ سو شکر کیا کرتے ہیں — ہو ہی جائیگا کبھی دل کو دل آزار سے ربط
دمبدم یاد سے بڑھتی ہے محبت اُسکی — ورنہ غفلت میں ہوا کرتا ہے اغیار سے ربط
رنز کو دیتے نہیں رکھتے ہیں نظر دنیا پر — اور پھر چاہتے ہیں ہو کہیں دلدار سے ربط
غیریت پر ہے عمل اور زباں پر وحدت — نام کی ہے وہ محبت جو ہو اغیار سے ربط

ما سوا اللہ سے جو دل کو لگاتے ہیں عجب
ہے ازل سے انہیں بدبختی و ادبار سے ربط

ردیف ظ

بچ غضب سے کہ سخت نار ہی غیظ — گل عشرت کا ایک خار ہی غیظ
۱ جسکا ایندھن ہے یہ ناس و حجر — نار دوزخ کا وہ شرار ہی غیظ
وقودہ الناس والحجارہ (قرآن)
برق میں اہل غیظ تیزی میں — اور سیماب بیقرار ہے غیظ
پہلے غصہ ہے بعد کو پچتاوٗ — دل اہل غضب پہ بار ہے غیظ
غصہ والوں کے ہیں دماغ کہاں — عقل سر میں نہیں خمار ہے غیظ
غصہ ور سے دلوں کو نفرت ہے — دلمیں انساں کے ایک بار ہے غیظ
خشم ہے اصل سارے فتنوں کی — حاسدوں کا یہ یار غار ہے غیظ
مہربانی ہے مرکز حسنات — اور سیئات کا مدار ہے غیظ
چشم بینا میں ہے غضب تنکا — دل کے آئینہ میں غبار ہے غیظ
ہے کمینوں ہی کا شعار غضب — اور شریفوں کو ننگ و عار ہے غیظ
مہربانی سے ہے عدو بھی دوست — اور یاروں کا دلفگار ہے غیظ

نار دوزخ ہے اصل غیظ و غضب　　سچ جو پوچھو خدا کی مار ہے غیظ

مار کو دیکھتے ہی مارتے ہیں　　کس قیامت کا زہر مار ہے غیظ

ہے کہیں زہر اور کہیں امرت　　نفس پر ہو تو خوشگوار ہے غیظ

ظالموں کے لئے ہے تیغ و تبر　　بیکسوں کا یہ غمگسار ہے غیظ

کیا محب کام تجھکو غصہ سے
کو توالی کا یار غار ہے غیظ

ردیف ع

تربت پہ میری آکے کوئی کیا جلائے شمع　　روشن ہیں داغہائے جگر خود بجائے شمع

پروانہ جان دیکے ہوا طالب وصال　　دونوں جہاں کی جان ہے لیکن ہوائے شمع

اندھے کو روشنی سے نہیں کوئی فائدہ　　بینا وہ ہے کہ شمع میں دیکھے خدائے شمع

اندھے کو جز شرر کے نہیں سوجھتا ہے کچھ　　بینا کی ہے نگاہ میں حسن خدائے شمع

جلکر بھی اس کے پاس سے جاتے نہیں کہیں　　پروانے چومتے ہیں پس از مرگ پائے شمع

روشن کیا ہے بزم کو خود جل کے تا سحر　　ثابت قدم ہے عشق کی منزلمیں پائے شمع

پروانے گر کے شمع پہ کیونکر نہ جان دیں　　پیدا ہوئے ہیں بزم جہاں میں برائے شمع

مجلس میں رات کو تھی سحر کو ہوا میں ہے　　بعد از فنائے شمع ہے دیکھو بقائے شمع

سچ ظلم ہے کہ لوٹ کے آتے ہیں یہ عمل　　پروانے شب جلے تو سحر ہے فنائے شمع

آتش میں گر کے آگ ہوئے وصل ہو گیا　　پروانے شب کو جل گئے ہو کر فدائے شمع

پروانہ جان دیتا ہے کب عشق یار میں　　جبتک نہ اپنی آنکھ سے دیکھے بقائے شمع

جز عاشقوں کے کس پہ ہیں معشوق کے ستم　　پروانہ کی ہے جان پہ جور و جفائے شمع

مشکل ہے جان دینا جو ہو غیر سے لگاؤ — پروانوں کے دلوں میں فقط ہے ہوائے شمع
پروا نہیں ہے حسن کو عاشق کے جان کی — پروانہ خود جو گر کے جلے کیا خطائے شمع
پروانے اجل کے مر گئے مر جائیں غم نہیں — ڈر ہے نہ آگ تم جہاں میں لگائے شمع
معلوم ہوگا جان کو دیتے ہیں آکے کون — برپا اگر ہو بزم جہاں میں لوائے شمع

پروانہ بن کے جائیں حبیب بزم یار میں
سر میں بھری ہوئی ہے ہمارے ہوائے شمع

ردیف غ

خوشنما ظاہری نظر میں ہے باغ — ہر گل لالہ کے جگر میں ہے داغ
ترک خواہش ہے فارغ البالی — قبر میں بھی نہیں ہے ورنہ فراغ
عشق جاناں سے دلکو روشن کر — ہے یہی ایک اس مکاں کا چراغ
بے نشاں یار راہبر گمراہ — خود ہوئے گم جنھیں ملا ہے سراغ
آلۂ روح ہے دماغ بشر — اور ہے بے شمار ساخت دماغ
کیا بجائے بجنتری باجا — جبکہ بگڑے ہوں آلہ ہائے دماغ
ہے سرود انکا یہ کچھ اتار چڑھاؤ — چہچہے بلبلوں کے بانگ زاغ
ہے بہار خزاں سے اسکا حدوث — ورنہ دراصل یہ قدیم ہے باغ
خواہشیں مبنیٔ زندگانی ہیں — ورنہ ہوں گے یہ خار گل کے داغ
جب خودی اور خواہشیں چھوٹیں — رزق اور موت سے ہے پھر تو فراغ
عین کثرت میں ہے یہاں وحدت — نور تو ایک بے شمار چراغ
عقل سے کس نے اسکو پایا ہے — فلسفی کو ملا نہ اُس کا سراغ

فہم پر ہے جہاں کے رنج وخوشی — اور اعمال پر ہے ساخت دماغ
ہنس کی چال جب چلا ناداں — چال اپنی بھی بھیر تو ہو لا زاغ
رنگ ہر آن آتے جاتے ہیں — شام کو ہے کہاں جو صبح تھا باغ
ہے محبؔ ہر کمال میں نقصاں
ماہ کامل میں دیکھ لے کہ ہے داغ

ردیف ف

چشم بینا کو برابر ہے گل و خار میں لطف — کور باطن کو ارم کے نہیں گلزار میں لطف
بطنِ ماہی ہو ایونسؑ کیلئے ماں کا شکم — ابن آذر کو بھی گلزار کا تھا نار میں لطف
وہ بہادر نہیں جو جبر سے میدانمیں لڑے — وہ شجاعت ہے کہ ہو رزم میں پیکار میں لطف
جنکو خبروں کے بھی لکھنے کی نہو آزادی — آرے کیا دیکھنے والوں کو اس اخبار میں لطف
ان کی فطرت میں نہاں تخم شرارت ہی ضرور — جنکو آتا ہے یہاں صحبت اشرار میں لطف
آیا دنیا میں ہے کچھ علم و عمل کسب تو کر — ہاتھ خالی ہوں تو کیا یوسف بازار میں لطف
یہ ہے بازار محبت ہے یہاں لطف کی ننگ — مال کھوٹا ہو تو کیا چشم خریدار میں لطف
اپنے دیدار کی خاطر سے کیا خلق جہاں — کیوں نہو یار کو پھر یار کے دیدار میں لطف
وہ ہی سمجھا ہے کچھ اوراد و وظائف کا اصول — جنکو آتا ہے یہاں خدمت بیمار میں لطف
پھل ریاضت کا جو چکھے گا وہی جانیگا — میوہ جنت اعلیٰ کا ہے اس بار میں لطف
بے رقیبوں کے کہاں عشق کو ہوتا ہے فروغ — کیوں نہ معشوق کو ہو صحبت اغیار میں لطف
اہل جنت ہی سمجھتے ہیں کہ دوزخ ہے عذاب — اہل ادبار کو ہے نکبت و ادبار میں لطف
ایک چلو جو پیو مے کی حقیقت کھلجائے — زاہدو کچھ تو ہے میخوارئ میخوار میں لطف

خضر کو بھی نہ ملا زندۂ جاویدی سے | تھا جو منصور کو معراج سر دار میں لطف
رات کو اُسکے گلے میں تھا سحر خاک پہ تھا | دیکھ عبرت سے کہ کیا رات کو تھا ہار میں لطف

وہ نہ آئیگا محبؔ پھر تو کبھی دنیا میں
جو ملا چند برس صحبت دلدار میں لطف

ردیف ق

شیخ سمجھا نہیں کہ کیا ہے عشق | بت پرستوں کا یہ خدا ہے عشق
سارے امراض دنیوی کے یہاں | سچ جو پوچھو تو یہ دوا ہے عشق
دم میں جاتا ہے تا بعرش بریں | یہی براق برق پا ہے عشق
بلبلوں کی ہے عاشقی دم بھر | رنگ بگڑے تو پھر ہوا ہے عشق
جب آیا وہ دو جہاں سے گیا | ایک آفت ہے بد بلا ہے عشق
ہے وہ نا آشنا زمانہ سے | جس کسی کا کہ آشنا ہے عشق
موت آتی ہے اہل غفلت کو | عاشقوں کی مگر قضا ہے عشق
ایک ہنگامہ ہے یہاں برپا | شور محشر مچا رہا ہے عشق
غیریت بت میں اور خدا میں نہیں | کیا بتوں کا کہیں جدا ہے عشق
غم دنیا سے جو دلائے نجات | سوچ وہ خوب یا بُرا ہے عشق
راستے رہبروں کے لاکھوں ہیں | ایک اپنا تو رہنما ہے عشق
اور سب راستے ہیں طول و طویل | سب سے نزدیک راستہ ہے عشق
عشق ہر دل میں کچھ نہ کچھ ہی ضرور | ساری خلقت کا مدعا ہے عشق
ہر قدم پر ہے راہِ عشق میں قتل | ظلم ہے جور ہے جفا ہے عشق

سب بلاؤں سے چھوٹ جاتے ہیں — سر پہ لیتے ہیں وہ بلا ہے عشق

سمجھ تو اشعار سے پتہ یہ ملا -

کہ محب کو کبھی ہوا ہے عشق

کہتا تھا جو منصور سر دار انا الحق — کہتا تھا سر دار بھی ہر بار انا الحق

کل رات سر بزم جو مطرب نے بجایا — کہنے لگا تنبورے کا ہر تار انا الحق

آگے مرے جھکتے ہیں سجدے میں دو عالم — کہتا ہوں زباں سے جو میں سو بار انا الحق

سن کان لگا کر جو تجھے ہوش ذرا ہے — کہتے ہیں مکاں کے در و دیوار انا الحق

کٹتا ہی نہیں مغفر فولاد ذرا بھی — جب تک نہ زباں سے کہے تلوار انا الحق

معراج میں پہونچے جو سر عرش محمدؐ — کہتے تھے ملائک سے وہ ہر بار انا الحق

آدم کو نہ سجدہ کیا شیطاں نے حسد سے — کہتے تھے ملائک سے جو ہر بار انا الحق

فرعون میں موسیٰ میں بس ایسا ہی تھا کچھ فرق — جس طرح کہیں غافل و ہشیار انا الحق

خود آگ میں گرنے لگے پروانے ہزاروں — کہنے لگی جب شمع کی خود نار انا الحق

کہتی تھی یہی آگ خلیل آؤ چلے آؤ — کہتے ہوئے آرام سے ہر بار انا الحق

ٹھوکر سے نسیم سحری کرتی ہے زندہ — اشجار کو کہکر سر گلزار انا الحق

ہر گام سے اٹھ بیٹھیں کیوں خواب سے فتنے — کہتی ہے تری شوخی رفتار انا الحق

قطعہ

ہوتا ہے زباں سے کوئی قطرہ کہیں دریا — کردار تو بندہ کے ہیں گفتار انا الحق

ہشیار زباں سے نہیں کہتا کہ خدا ہوں — نشہ میں کہا کرتے ہیں سرشار انا الحق

ہر شعر میں کچھ راز ہے توحید کا مخفی — پڑھتا ہوں تو کہتے ہیں سب اشعار انا الحق

کیا ورد و ظائف میں گنواتے ہیں عمریں — کہتے نہیں کیوں لیں یہ ہر بار انا الحق

دیدار کو اس شوخ کے جاتا جو محب ہے

کہتا ہے اسے دیکھ کے وہ یار انا الحق

ردیف ک

یہ رازِ عشق کیا آئے زباں تک — کہ دشمن ہیں زمین و آسماں تک
فرشتوں کے بھی پر جلتے جہاں ہیں — یہ آدم زاد پہونچا ہے وہاں تک
خدا سے دو قدم آگے ہے وحدت — محمد بڑھ گئے آخر کہاں تک
علومِ ظاہری سے کیا کھلے راز — عیاں کی ہے رسائی کب نہاں تک
نگیں کو کچھ نہ دیکھا جا کے اندر — جو پہنچے فلسفی پہنچے مکاں تک
کہا منصور نے کیا قابلِ دار — نہیں دیتے ہیں کرنے کچھ بیاں تک
پہنچتے ہیں خدا تک اہلِ باطن — ترقی اہلِ ظاہر کی ہے جاں تک
جو دیکھا تیری صورت کو جہاں میں — ہوا صاحب یقیں وہ بدگماں تک
جو دیکھے راستی صید ناوک — قدم پر گر پڑے تیر و کماں تک
خدا محفوظ رکھے اس مکاں سے — نہ جائے خوش جہاں سے میہماں تک
مری بستی کی پہونچی ہے یہ حالت — گرا اٹھ اٹھ کے آہوں کا دھواں تک
ہوئی نفرت ہے گلشن سے کچھ ایسی — نہیں پڑھتے گلستاں بوستاں تک
قفس میں جب رٹا لا تقنطوا کو — تو نکلے پر اڑے ہم گلستاں تک
نہیں ہوتے ہیں مٹی قبر میں بھی — تمہارے عاشقوں کے جسم و جاں تک
خدا کا نور ہے دستِ بشر میں — کہ ہیں محکوم باد آب و دخاں تک

محب کیا ہم سنائیں قصۂ عشق
کہ منہ میں قید ہے اب تو زباں تک

دیر و کعبہ میں کیا سوائے خاک
آپ کو دیکھ اور پڑھ لولاک

ہر قدم پر ہیں اوس کے دام نئے
نفس شیطان غضب کا ہے چالاک

خود وہ ناپاک ہے جو سمجھا ہے
دوسری قوم ذات کو ناپاک

قتل منصور کو کیا ناحق
اہل ظاہر ہیں کسقدر بیباک

عافیت کا مقام عزلت ہے
اہل دنیا سے توڑ ہا نہ تپاک

جو زمیں پر ہے وہ پیسیگا ضرور
ایک چکی ہے گردش افلاک

بھاگتا ہے کہاں تجھے تقدیر
راہ پر لائے گی پکڑ کر ناک

غالب آجائیں کس کو ہے معلوم
کیا بٹھاتا ہے دشمنو پر دہاک

کل عالم ہے واقعی ہمہ اوست
ہے یہی ایک سچ تو حیرت ناک

ہے یہی عشق تو صراط نجات
جو پھرا اس سڑک سے ہے وہ ہلاک

روز بنتے ہیں اور بگڑتے ہیں
ہے زمین آسمان کمہار کا چاک

تار برقی ہے تیرا تار نفس
فرش سے عرش تک ہے قائم ڈاک

ذکر کر لا الہ الا اللہ
ہے یہ دنیا کے زہر کا تریاک

سایہ پر کیا چلا رہا ہے تیر
مرغ سر پر ہے تیرے اسکو تاک

وہم میں پڑ کے بن نہ تو وہمی
پاک کر دل کو پھر جہاں ہے ہی پاک

دل مردہ پہ اپنے رو اور پیٹ
کیا اڑاتا ہے مرگ پر تو خاک

عشق ہوتا ہے ان بتوں سے عجب
کنہ ذات کا ہو کیا ادراک

رسائی ہو خدا کے بام و در تک
جو پہنچیں شیخ صاحب بت کے گھر تک

نہیں جز عشق کے پرستش کسی کی
نہ کام آئے وہاں علم و ہنر تک

اسی کی چاہ سے ہے قدر دل کی
صدف کی آبرو جیسے گہر تک

دلوں میں وہ رہا افسوس پنہاں
نہ دی اوس نے کبھی اپنی خبر تک

تری آنکھوں پہ ہیں غفلت کے پردے
وہی ہے اور نہیں آتا نظر تک

تو ہی غافل تو ہے پیر مغاں سے
طواف دل میں ہیں شمس و قمر تک

جلیں پروانے جلجانے دو لیکن
تجلی شمع کی بھی ہے سحر تک

قضا کے سامنے چلتی ہے کس کی
نہیں ہوتا دواؤں کا اثر تک

کہاں جاتا ہے زاہد آپ کو دیکھ
ترا سر عرش ہے کرسی کمر تک

پڑھا کر قل ہو اللہ احد کو
کسی کا پھر نہ آئیگا خطر تک

جو مالی کو ہوا محنت پہ غرّہ
درختوں میں نہ آئے پھر ثمر تک

ملے گر راہ تو منزل ہے آسان
رسائی کر تو اس کی رہگذر تک

خدا کیا خاک ہو خوشنود انسے
نہیں خوش جینے میں مادر پدر تک

دہان و فرج دونوں کو نظر رکھ
یہی رستے ہیں جنت تک سقر تک

وہ کیا جانینگے خود کو اور خدا کو
نہیں کرتے ہیں جو گھر کا سفر تک

جو کچھ ہوتا ہے وہاں ہے یہاں بھی
نفس کا تار اُدھر سے ہے ادھر تک

محبّ اس کے سوا عالم میں ہے کون
نہیں آتا ہے اندھوں کو نظر تک

معمور ہے اس بت کی تجلی سے حرم تک
تصویر ہے اللہ کی وہ سر سے قدم تک

بتخانہ سے ناحق گیا اے شیخ حرم تک
سب کچھ نہیں موجود تھا صورت سے عدم تک

جنت تری صورت سے ہے یہ کنج سفالی
کسریٰ کا محل ہو بھی تو رکھوں نہ قدم تک

یہ ملک یہ دولت ہیں ترے بخشش و انعام
مجبور تھے ہر امر میں اسکندر و جم تک

امرت بھی ترے قہر سے ہے زہر ہلاہل
ہے آب بقا فضل و کرم سے ترے سم تک

لے کام سمجھ بوجھ کر اس حلق و زبان سے
یہ راستہ جاتا ہے سقر اور ارم تک

جبتک نہ ترا رحم ہو ارباب سخا پر
اٹھتا نہیں دینے کیلئے دست کرم تک

آتے ہی معیت کے سب اجاب بفراغت
ہوتے ہیں فرار۔ ایسے کہ لیتے نہیں دم تک

اس پر پڑے ہے قہر ترا نوع حسین پر
پہنچے ہیں یہ وسواس و گمان حد ستم تک

آئینہ دل پر ہے جو عصیاں کی کدورت
چھٹتی نہیں کوشش سے بھی دو چار جنم تک

لکھنے لگے رندوں کے جو اعمال فرشتے
آیا نہ کوئی حرف سر نوک قلم تک

ہوتی ہے معادن میں جواہر کی کہاں قدر
آیا نہ محب ایک بھی شائق کبھی ہم تک

ردیف گ

عشق اس کا خلیل کی ہے آگ
شیخ جل اس میں اور حرم سے بھاگ

ہر نفس لا الہ الا اللہ
دل کے باجے میں تو بجا یہ راگ

نفس کو مار تا کہ ہو آزاد
دولت عشق پہ یہی تو ہے ناگ

لذت نفس چھوڑ کافی ہے
جو کی روٹی ذرا سا ماٹ کا ساگ

عشق کر اور عشق کو بھی چھپا
بن نہ صوفی نہ لے کوئی بیراگ

تن ہو دنیا میں اور من میں خدا
مے تو نیچے ہو اور اوپر جھاگ

بال ہونے لگے سیاہ سفید
سر پہ ہے آفتاب اب تو جاگ

روز کرتی ہے نت نئے شوہر
زال دنیا کا ہے دوام سہاگ

ہیں وہی دار حزن میں خوشدل
فاقہ مستی میں کھیلتے ہیں جو پھاگ

میں یہ سمجھا کہ فتح عشرت ہے
جب اڑے بوتلوں کے منہ سے کاگ

آئینہ دیکھتے ہیں وہ ہر دم
اپنے ہی حسن سے ہے انکو لاگ

بھاگتے سب ہیں انکی صحبت سے — غصہ ور آدمی ہے بیشک ناگ
کیا یہی آجکل کی ہے تہذیب — ہاتھ میں بید اور لب پر ہاگ
نفس بدخو کا سامنا نہ کیا — ہے یہ دمبار ایک برا ناگھاگ
ہر قدم پر تجھے وہ پٹکے گا — چھوڑ ڈھیلی نہ اسپ نفس کی باگ
وقت بدلا تو طرز بھی بدلے — ہے نئی شاعری نیا ہے راگ

جب دیا وصل کا پیام محب
مارے غصہ کے ہو گئے وہ آگ

ردیف ل

نہیں راز وحدت چھپانیکے قابل — سر بزم یہ ہے بتانیکے قابل
نہیں چونکتے خواب ہستی سے اکدم — یہ مردے نہیں ہیں جلانیکے قابل
کہاں میکدہ کی کرامت حرم میں — مگر کم ہیں اس آستانیکے قابل
گلوں میں حسینوں کے ہیں گل کہ کچھ — مگر خانہ وحشی ہیں جلانیکے قابل
جو بھرتے ہیں دم عاشقی کا تمہاری — وہی ہیں یہاں آزمانیکے قابل
جو ہیں جوہری یا خریدار جوہر — مگر گوہر ہیں ان کے دکھانیکے قابل
عداوت نہ ڈلوائیے دیر و حرم میں — نہیں شیخ ہے گر ملانے کے قابل
عمل کے سوا کچھ نہیں ساتھ جاتا — یہ دنیا ہے دینے دلانیکے قابل
کریں اپنی حیوانیت کو وہ قرباں — نہیں خون حیواں بہانیکے قابل
ریا سے ریاضت کا برباد پھل ہے — نہیں عشق جاناں جتانیکے قابل
کہا کر ہو اللہ دل کی زباں سے — یہ ہے نقش الفت جمانیکے قابل

اشاعت میں توحید کی کیجئے کچھ
یہی تو ہے سکہ چلانیکے قابل
پڑھا علم دیں طفل کو مدرسہ میں
یہ ہے نقش دل پر بٹھانیکے قابل
نکالے گئے ہم ذرا سی خطا سے
یہ جنت نہیں اب تو جانیکے قابل
نہیں عورتوں میں ہے علم و ہنر کچھ
یہ حوریں فقط ہیں دکھانیکے قابل
عجب کیا کتابیں نہ بکنے کا شکوہ
یہ گوہر نہیں ایک آنے کے قابل

تباں سنگدل میں ہے کہاں دل
جہاں ہے عشق جاناں ہے وہاں دل
زمین و آسماں دونوں ہیں اس میں
یہی ان بے نشاں کا ہے نشان دل
یہ عالم بھی ہے دل کی ایک صورت
زمیں کی جاں ہے اصل آسمان دل
یہ سب دیر و حرم ہیں دل کی شکلیں
حقیقت میں خدا کا ہے مکان دل
یہ الماس و گہر کرتے ہیں ثابت
کہ ہر سنگ و صدف میں ہے نہاں دل
خیالو نیر دلوں کے ہے یہ عالم
جہنم ہے کہیں باغ جناں دل
نہیں جس دل میں کچھ بھی نور عرفاں
حقیقت میں ہے وہ وہم و گماں دل
دلوں میں جن کے عشق لایزال ہے
وہی رکھتے ہیں پیری میں جواں دل
کوئی پوچھے خلیل اللہ سے حال
کہ تھا یہ نفس آتش گلستاں دل
بشر سے عاشقی میں بھی وہ بڑھتے
اگر پاتے کہیں کروبیاں دل
جہاں دیکھی تھی موسیٰ نے تجلی
نہ تھا وہ طور تھا آتش فشاں دل
منافق کے زبان و دل جدا ہیں
مگر اہل صفا کی ہے زبان دل
حفاظت دل کی کر ذکر خدا سے
کہ ہے درگاہ حق کا پاسباں دل
پھریں کیا سیر کرتے ہم جہاں میں
کہ ہے سینہ میں اپنے بوستاں دل
بھری ہے جس میں الفت سیم و زر کی
وہی تو ہے یہاں سنگ گراں دل

نہیں ہے عاشقی کا نام جس میں — وہی سینہ میں ہے داغ نہاں دل

محب الفت میں جب کھویا ہے دلکو
ملا اسوقت ہمکو ہے یہاں دل

کہنے میں کسی کے تو بتاؤ ہے کہاں دل — دو انگلیوں میں حق کی ہے گردش میں نہاں دل
افعال دو عالم کا محرک یہی دل ہے — ظاہر میں تو افعال ہیں باطن میں نہاں دل
دنیا میں جو ہوتا ہے وہ ہے عکس خیالات — ہر رزم سے ہر بزم سے ہے صاف عیاں دل
کہتے ہیں جسے دل وہ نہیں گوشت کا ٹکڑا — وہ کعبۂ مقصود ہے عالم کی ہے جاں دل
وہ عرش پہ بیٹھا ہے نہ ہے فرش پہ رکھا — گر پوچھتے ہو اسکو تو اسکا ہے مکاں دل
مسجود ہوا آدم خاکی میں جو دل تھا — آتے ہیں ملایک وہیں ہوتا ہے جہاں دل
ہے عقل کہیں اور کہیں نور بصیرت — صوفی میں یقیں عام میں ہے وہم و گماں دل
موجیں ہیں سمندر کی یہ دو نوں غم و شادی — ہے جسم کے کوزہ میں یہاں بحر رواں دل
ہے خانۂ وسواس و گمان و حسد و حرص — اک گوشت کا ہے لوتھڑا سینہ میں کہاں دل
تیرے ہی خیالات یہ ہے سب غم و شادی — دوزخ ہے یہی اور یہی باغ جناں دل
تسکین بھی دیتی ہیں کھٹکتی بھی ہیں فکریں — ہے مرہم زخم جگر و نوک سناں دل
دنیا کی کبھی فکر کبھی ذکر خدا ہے — شیطاں ہے کبھی اور کبھی راحت جاں دل
دنیا و خدا میں یہی برزخ ہے ترا قلب — ہے نفس کبھی اور کبھی روح رواں دل
یہ معرفت دل ہی تو آگاہی حق ہے — بے نام و نشاں کا ہے یہی نام و نشاں دل
آگاہی دل قوت جاں طاقت تن ہے — پیری بھی جو آئی تو ہوا اور جواں دل

حالات محب دل کے بتانا نہیں مشکل
ہو جائے اگر ذکر سے جاناں کے زباں دل

منتوں سے مانتے ہیں کب بتان سنگدل — ہو گیا ہے کبر و نخوت سے سراپا زنگ دل

تو کیئے جا صبر و استقلال سے طے راستہ
مدتیں درکار ہیں اسکو کہ بدلے رنگ دل

بعد مرجانے کے بھی دست کشادہ ہی دراز
دیکھتا ہے گور کی تنگی کو آخر تنگ دل

مرتبہ میں فرق کے کرتا ہے جمع کیسے کلام
پی گیا ہے صحبت رنداں میں تھوڑی بھنگ دل

یہ صفت دیکھی ہے کس آلہ میں عالم کے تباہ
خود سنے اور خود ہی گائے اور بجائے چنگ دل

شہرت و عزت جہاں کی ہے حباب بحر ہم
مل گئے سب خاک میں مرتے ہی نام و ننگ دل

کیا نکالیگا عجب اس میں سے الماس گراں
ہے زمین شعر جسکی سنگ لاخ اور تنگ دل

ردیف م

بتخانہ میں ہے وہ صنم پر بندم و آنجا ردم
خالی نہیں بت سے حرم پر بندم و آنجا ردم

پھرتا ہوں میں کیا ڈھونڈتا دیر و حرم میں جابجا
دل میں ہے اپنے وہ خدا پر بندم و آنجا ردم

میرا وطن ہے لامکاں ہستی مطلق ہے جہاں
کثرت ہے یہ وہم و گماں پر بندم و آنجا ردم

جسجا نہیں رد و بدل ہرگز نہیں جنگ و جدل
مطلق نہیں خوف اجل پر بندم و آنجا ردم

میں بند کرکے پانچ در جاتا ہوں تنہا بے گزر
جسجا نہیں اپنی خبر پر بندم و آنجا ردم

جسجا فقط ہے ذات ہو گل ہے نہ کوئی رنگ و بو
باقی وہاں ہے میں نہ تو پر بندم و آنجا ردم

کثرت مقام فصل ہے وحدت مقام وصل ہے
دونوں کی ہستی اصل ہے پر بندم و آنجا ردم

یہ عالم ناسوت ہے اس سے ادھر ملکوت ہے
اس سے پرے لاہوت ہے پر بندم و آنجا ردم

زندان غیریت میں ہیں ہر دم نئی آفت میں ہیں
ہاں شاد جو وحدت میں ہیں پر بندم و آنجا ردم

دیکھا سو اثر ہے نہ جب غائب ہوئے عالم یہ سب
جسجا نہیں مربوب و رب پر بندم و آنجا ردم

اندر ہیں میرے سات تن ہر ایک کا اک بدن
ہے ختم جسجا پیرہن پر بندم و آنجا ردم

یہ نسبتیں موہوم ہیں اہل سبب معصوم ہیں — وحدت میں سب معصوم ہیں پر بندم و آنجا روم
تشبیہ میں ظاہر ہے وہ تنزیہ میں اندر ہے وہ — دونوں سے پھر باہر ہے وہ پر بندم و آنجا روم
دنیا ہے رنج و غم کا گھر عقبیٰ ہے جنت اور سقر — توحید ہے دار المفر پر بندم و آنجا روم
دنیا میں غرب و شرق ہے ہر شے کے اندر فرق ہے — وحدت میں ہر شے غرق ہے پر بندم و آنجا روم
ہے سر میں وحدت کی ہوا اور عشق اپنا رہنما — ہے اس جگہ بندہ خدا پر بندم و آنجا روم

دنیا عجب ہے بدگماں ہے کون اپنا رازداں
عزلت میں لیکن ہے اماں پر بندم و آنجا روم

اے بت تو صورت خدا ہو تم — عین ہستی سے کب جدا ہو تم
اس کے در کی تمھیں سے راہ ملی — کعبۂ دل کے رہنما ہو تم
بت پرستی خدا پرستی ہے — اپنی ہستی میں خود خدا ہو تم
عشق جس کو نہیں وہ مردہ ہے — درد ہو اور خود دوا ہو تم
بت بھی ایک نام ہے خدا ہی کا — ذات اللہ میں فنا ہو تم
لا الٰہ سے ہے نفی سب کی — اور اللہ سے بقا ہو تم
ہے جہاں میں تمھارا ناز و نیاز — بے وفا اور باوفا ہو تم
دوست بھی ہو تمھیں تمھیں دشمن — اور بیگانہ آشنا ہو تم
ہے تلون مزاج میں کتنا — کہ کبھی خوش کبھی خفا ہو تم
تم ہی مسند نشین تقویٰ ہو — مرشدوں کے بھی پیشوا ہو تم
حی و قیوم ہے تمھارا وصف — مرگ ہو موت ہو قضا ہو تم
شان میں ہے تمھارے مکر اللہ — ایک مکار پر دغا ہو تم
ہے تمھارا ہی نام قیصر و شاہ — مفلس و بینوا گدا ہو تم
فکر کر کے مر گئے لاکھوں — نہ کھلا آج تک کہ کیا ہو تم

تم ہی فرعون ہو تم ہی ہاماں — تم ہی موسیٰ ہو اور عصا ہو تم
تم سے دم ناک میں ہے دنیا کی — ایک آفت ہو بد بلا ہو تم

دیکھتا ہے محب تمھیں ہر دم
لاکھ پردوں میں گر خفا ہو تم

ہر طرف ہر جگہ عیاں ہو تم — پوچھتے پھر بھی ہیں کہاں ہو تم
سمجھے فاعل ہیں کسکو اہل نجوم — مہر و مہ انجم آسماں ہو تم
دیر و کعبہ میں کیا ہے پتھر ہے — جسکو کہتے ہیں دل وہاں ہو تم
بد ترین گناہ و جرم ہے شرک — اپنے سایہ سے بدگماں ہو تم
ہے تمھارے سوا جہاں میں کون — ظاہر و باطن جہاں ہو تم
جب تمھارا نہیں ہے مثل کوئی — واقعی خارج از بیاں ہو تم
من و تو کا خیال باطل ہے — ہو تمھیں جسم اور جاں ہو تم
مجھ سے پوچھے کوئی کہ دہر ہے کیا — لاکھ میں میں کہوں کہاں ہو تم
کھا گیا زاہد سفیہ فریب — حور غلماں اور جناں ہو تم
نار دوزخ ہے عاشقوں کو بہشت — خود جہنم کے پاسباں ہو تم
دل کو کرتے ہیں کس خوشی سے سپر — تیغ ہو ناوک و کماں ہو تم
خود مکیں اور مالک امکاں — خود مکاں اور لامکاں ہو تم
بادشاہوں کے ہو تمھیں سرتاج — مالک ملک انس و جاں ہو تم
خود دل سوختہ ہو خود ہو چراغ — خود ہی آتش ہو خود دھواں ہو تم
دل کے اندر ہو اور باہر ہو — خود عیاں بھی ہو اور نہاں ہو تم

خود ہو محبوب اور خود ہو محب
آپ اپنے سے بدگماں ہو تم

ترا درد فرقت چھپائینگے ہم
جو پوچھیگا کوئی اڑائینگے ہم

تغیر زمیں کے مٹاتے ہیں یہ ہم
مکاں خاک اس جا بنائینگے ہم

جو ناکامیاں ہوں تو کچھ غم نہیں ہے
مقدر کو پھر آزمائینگے ہم

خودی نے کیا بند ہے اس قفس میں
یہ ہستی وہمی مٹائینگے ہم

نکالے گئے باغ جنت سے جس پر
وہ گندم کا کھانا نہ کھائینگے ہم

مرے دل سے جاری ہوئی نہر کوثر
پئیں جتنا چاہیں پلائینگے ہم

ترے درد فرقت کی آتش ہے دوزخ
دل و جسم و جاں سب جلائینگے ہم

جو دم بھر کو اس خواب غفلت سے چونکے
تو شور قیامت مچائینگے ہم

بنائیں گے ہم کعبہ دل اسی کو
ترے نقش پا کو جو پائینگے ہم

سوا تیرے کوئی نہیں ہے جہاں میں
یہی نقش دلبر جمائینگے ہم

ترا نام لیکر لگائینگے ٹھوکر
جو مردے ہیں ان کو جلائینگے ہم

اگر پائیں گے قابلیت ہے ان میں
سبق عشق کا کچھ پڑھائینگے ہم

زباں چشم اور گوش سب بند کر کے
یہیں سیر جنت دکھائینگے ہم

یہاں تک عدم سے ہم آئے ہیں کیونکر
یہ قصہ انھیں کو سنائینگے ہم

سرائیں بنائے مسافر محل کیا
یہاں سے کبھی کیا نہ جائینگے ہم

بہار آئیگی گر عجب اس چمن میں
گل داغ دل پھر دکھائینگے ہم

قید زلف یار میں کیونکر نہوں اب شاد ہم
نفس امارہ کے پنجے سے ہوے آزاد ہم

اس گلستاں میں ہمیں لائی تھی دانہ کی ہوس
تیرے دام مکر سے چھٹے بیخبر صیاد ہم

تو گرا دیگا اے فلک سر پہ ہمارے ٹوٹ کر
تیرے ظلم و جور سے کرتے نہیں فریاد ہم

تھی جو لیلی کی حقیقت وہ بتائی عشق نے
اب تو ہے شاگرد مجنوں اور ہیں استاد ہم

ہم چلے جائیں تو خود برباد ہو جائے یہ باغ
اس سرائے دہر کی مضبوط ہیں بنیاد ہم

عمر بھر کی مشق صبر و حلم کا حاصل ہے یہ
جو پڑے سر پر اٹھا لیتے ہیں وہ افتاد ہم

ہے غبار کشتگان عشق کحل چشم کور
خاک ہوتے ہیں صبا سے مر کے بھی برباد ہم

کیا ہمارے جوش قہر و مہر کی ہے انتہا
بستیاں ویران کرتے ہیں کہیں آباد ہم

ہے عناصر میں ہماری ہی حقیقت جلوہ گر
ہیں کبھی ہم خاک و آب و نار گاہے باد ہم

عاشقی میں بارہا مر مر کے پھر زندہ ہوئے
تھے کبھی مجنوں کبھی وامق کبھی فرہاد ہم

عشق جبتک ہو نہ دل میں کیا عجب سمجھے کوئی
مرشد عشاق ہیں کرتے ہیں کچھ ارشاد ہم

سیماب صفت ہے دل بیتاب کا عالم
بیداری دنیا بھی ہے ایک خواب کا عالم

خورشید کی تابش سے دکھائی نہیں دیتا
دن کو بھی ہے پیدا شب مہتاب کا عالم

اغراض کے بندے ہیں نہیں دوست کسی کے
اس عہد غرض میں ہے یہ احباب کا عالم

اک پھونک میں قدرت کے سبب ہے نہ نتیجہ
اک جال ہے مکڑی کا یہ اسباب کا عالم

یہ عرق کے قطرے ہیں ترے شعلۂ رخ پر
یا آتش خورشید میں ہے آب کا عالم

مژگاں ہیں کہ صف بستہ نمازی ہیں حرم میں
ہے ابروئے جاناں یہ بھی محراب کا عالم

اسمائے الٰہی جو مسلط ہیں جہاں پر
آتا ہے نظر خلق میں ارباب کا عالم

لوگوں کی ہدایت کے لیے ہیں یہ مضامیں
اشعار میں ہے سورۂ احزاب کا عالم

گستاخ نظر آتے ہیں کثرت سے حرم میں
ہے بزم خرابات میں آداب کا عالم

کس دل کو محبت لیکے تہ خاک گیا ہے
ہے خاک میں بھی کشتۂ سیماب کا عالم

ردیف ن

حالت دہر کو قیام نہیں — جز خدا کے کوئی دوام نہیں
ایک ہستی ہے اور اسکے صفات — غیریت کا یہاں تو نام نہیں
صبح صادق کے نور کی ہے جھلک — عالم روح میں تو شام نہیں
ہر زباں پر ہے ذکر حق جاری — کیا یہ اسما خدا کے نام نہیں
موت تک حرص سے نہیں چھٹتے — کیا یہ نفس عدو کا دام نہیں
ایک حالت ہے مادے کی لطیف — آسماں کوئی سقف و بام نہیں
ساتوں عالم کا نقش ہے دلمیں — جم کا اس مرتبہ کا جام نہیں
سیر دائم ہے عالموں کی مگر — ایک اپنا کوئی مقام نہیں
کون سمجھے احد کو احمد کو — فہم یہ خاص ہے کچھ عام نہیں
صبر کر عمر آب و گل میں نہ کھو — ہے یہ پختہ بنائے خام نہیں
دلکی کہتے ہیں ہے دلو پہ اثر — تیغ ہے یہ زباں نیام نہیں
جب وہی ہے جہاں میں موجود — پھر کہے کون یہ کہ عام نہیں

وہ ملا جسکو ڈھونڈھتے تھے حجب
اب کسی سے بھی ہم کو کام نہیں

جو اس بت کے کوئی سوا ہی نہیں — تو بندہ کہاں ہے خدا ہی نہیں
وفا و جفا ایک نسبت سے ہے — کوئی مطلقاً بیوفا ہی نہیں
کریں بیوفائی کا کس کی گلہ — زمانہ میں مہر و وفا ہی نہیں

نہیں اسکے جور و جفا کا گلہ — کہ ہے عینِ رحمت جفا ہی نہیں
یہ مرنا ہے اِک زندگی دوسری — کسی کو جہاں میں فنا ہی نہیں
فنا کس کو ہے اور کس کو بقا — سمجھ کچھ فنا و بقا ہی نہیں
جو آزاد اپنی خودی سے ہوا — وہ پابند دام قضا ہی نہیں
سمجھتے ہیں ہم بھی حقیقت ہے کیا — بتوں کے یہ ناز و ادا ہی نہیں
کبھی حق پرستی کا تھا جوش بھی — دماغوں میں اب وہ ہوا ہی نہیں
اسے کیا ہے جرم و تعدی سے باک — کہ جس دلمیں خوف خدا ہی نہیں
تجھے کیوں ہنوز لذت نارسقر — تیرے دل میں صبر و رضا ہی نہیں
پھریں حق سے باطل سے دلکو لگا — کوئی اس مرض کی دوا ہی نہیں
بدی اور نیکی اضافات ہیں — حقیقت میں کوئی بُرا ہی نہیں
وجود اور نسب سب اسی کے ہوئے — موحد کی پھر تو خطا ہی نہیں
جو چھوٹا نہیں نفس کے ہاتھ سے — وہ گمراہ ہے رہنما ہی نہیں

حجب پردہ غیریت جب اوٹھا
تو اپنے سوا دوسرا ہی نہیں

باہم ہے اتصال رخ و زلف و یار میں — شانیں خدا کی دیکھ لو لیل و نہار میں
حرص و ہوس کو چھوڑ کہ دوزخ یہی ہے نفس — بیٹھے ہیں اہل نفس شب و روز نار میں
ظاہر کہیں جمال کسی جا جلال ہے — گل میں جو رنگ و بو ہے تو ہی نوک خار میں
دیکھا گیا تھا جو شجر طور میں کبھی — آتا نظر وہی تو ہے ہر برگ و بار میں
امید و بیم چھوڑ کہ دوزخ سے ہو نجات — کبتک رہیگا طفل کی اس جیت ہار میں
حرص و غضب کو چھوڑ کہ چمکیں قوائے روح — انجم نظر نہ آئینگے گرد و غبار میں
پردہ اوٹھا دوئی کا قیامت ہوی بپا — وہ دن یہی ہے جسکے ہیں سب انتظار میں

روز ازل پلائی تھی ساقی نے کچھ شراب　　اب تک اسی نشہ کے ہیں ہم تو خمار میں
گر چاہتے ہیں آپ کہ وحدت نصیب ہو　　یہ کچھ فرق کیجیے نہ عدد میں نہ یار میں
دھوکا نہ کھا کہ اصل محرک وہی ہے ایک　　تیلے بندھے ہوئے ہیں یہ سب ایک تار میں
گردش سے چرخ دونکی ہوئی ہی ہیں نجات　　بیٹھے ہیں لا الہ کی جب سے حصار میں
غافل جو اسطرف ہیں تو ہشیار اسطرف　　غافل میں کچھ ہے فرق نہ کچھ ہوشیار میں

قابو نہیں خیال پہ جب آپکا حجب
پھر اور کچھ ہے آپ کے کب اختیار میں

غنا آسودگی کیا خاک حاصل تھی امیری میں　　شہنشاہی کا ہمنے مرتبہ پایا فقیری میں
یہ آساں ہے کہ جاہ و مال و دولت چھوڑ بیٹھیں　　بہت مشکل ہے لیکن فقر و درویشی امیری میں
علائق کم ہوے جتنے تو اتنی ہی بڑی راحت　　امیری میں فراغت وہ کہاں جو ہے فقیری میں
زمیں پر اسکا قبضہ تھا میرا افلاک پر بھی ہے　　سکندر سے کہیں بڑھ چڑھ کے ہوں میں ملک گیری میں
ہوا و حرص میں پڑھکر ہزاروں آفتیں جھیلیں　　رہا میں عمر بھر فرعون ظالم کی اسیری میں
توقع خیر کی اعمال بد سے کیا حماقت ہے　　کہیں لگتے بھی ہیں اے ناسمجھ انگور بیری میں
غضب کا مارنا ہی ہے جسے کہتے شجاعت ہیں　　وگرنہ شیر آدم سے زیادہ ہے دلیری میں
خدا اس عشق کو رکھے یہی تو جان عالم ہے　　جوانی کا مزا ملتا ہے ہم کو ضعف پیری میں
گلا خود بولتا ہرگز نہیں بے دم کہ ظاہر ہے　　سمجھ کچھ تو ذرا آواز کس کی ہے نفیری میں
جسے کہتے ہیں ختم مرسلین و مظہر وحدت　　وہی ہے فرد کامل بلکہ اکمل بے نظیری میں
بہت ہمنے پڑھے ہیں یوں تو مکتوبات اہل دل　　تصوف کے نکات اکثر ملے یحیی منیری میں
وہی شے ہے مگر ہر مرتبہ میں حکم رکھتی ہے　　فطیری میں کہاں وہ ہضم جو نان خمیری میں

حجب پائے نہ ہمنے عمر بھر جلوت میں ہرگز
سرور آرام جو ہمکو ملے اس گوشہ گیری میں

یاد میں تیری زمانہ سے جو غافل بیٹھیں
بر سر مجلس ارشاد وہ کامل بیٹھیں

سیر افلاک کریں غیب کی آواز سنیں
ہو کے خاموش ذرا دیر اگر دل بیٹھیں

ہے یقیں اسکا کہ اٹھے گا کوئی فتنہ و شر
ایک جاہل کے اگر چار بھی جاہل بیٹھیں

یہ تو ممکن ہی نہیں غفلت کے نہ اٹھیں پردے
غافلوں میں جو کہیں ذاکر و شاغل بیٹھیں

ملنے دیتا ہی نہیں تفرقہ انداز فلک
یہ تو مشکل ہے کہ دو دوست بہم مل بیٹھیں

عمر گذری ہے امیروں کی غلامی میں کھڑے
اس تمنا میں کہ ہم بھی سر محفل بیٹھیں

ہوگا ثابت کہ ہمارا ہی جہاں میں ہے عکس
آئینہ کے جو کبھی آپ مقابل بیٹھیں

آپ خود اڑ کے پہنچ جائیگی روزی ہر روز
توڑ کر پاؤں جو گھر میں متوکل بیٹھیں

ظلم افلاک کے دیکھیں جو زمانہ میں کبھی
اپنے اعمال سمجھکر متحمل بیٹھیں

ہوگی ایک بات بھی ہرگز نہ مشیت کے خلاف
لاکھ پڑھتے ہوئے تسبیح کو عامل بیٹھیں

یہ ہے سفاکی قاتل کہ نہ مجرم ٹھہرے
فیصلہ کرنے کو گر عاقل و عادل بیٹھیں

چاہتا حسن ہے خود ہو کوئی عاشق مجبور
شاد گل میں جو کبھی آکے عنادل بیٹھیں

دین و دنیا سے ہوں اکرم میں عجب مستغنی
اس کے دروازہ پر اڑ کر جو یہ سائل بیٹھیں

زمیں پر نقش پائے یار ہوں میں
فلک پر عرش کی دستار ہوں میں

کیا ہے عشق نے دنیا سے غافل
گئی دیوانگی ہشیار ہوں میں

ہوی دنیا سے جب غفلت تو جاگا
یہ دیکھا خواب میں بیدار ہوں میں

غرض میں بھی کسی مد میں ہوں شامل
بکار آمد ہوں یا بیکار ہوں میں

کیا ہے عشق نے ناقص کو کامل
مصاحب گل کا ہوں گو خار ہوں میں

بہم مجھ میں ہیں سب غیب و شہادت
سراپا مخزن اسرار ہوں میں

مرا عقدہ کھلیگا عقل سے کیا
معما حق کا ہوں دشوار ہوں میں

مری بیماریاں دل کی بہت ہیں ۔ بظاہر کچھ نہیں بیمار ہوں میں
رہا ہوں مبتلائے درد اتنا ۔ کہ اپنے غم کا بھی غمخوار ہوں میں
خراب اتنا کیا ہستی نے میری ۔ کہ اپنے آپ سے بیزار ہوں میں
کبھی غالب ہے مجھ پر قہر گہ مہر ۔ کبھی گلزار گاہے نار ہوں میں
زمیں سے عرش تک ہے دوڑ میری ۔ کبھی بجلی دم رفتار ہوں میں
کبھی حرص و ہوس سے بدتر از سگ ۔ کبھی رشک و حسد سے نار ہوں میں
کبھی ہوں زائر درگاہِ عزت ۔ کبھی حق کے گلے کا ہار ہوں میں
کبھی شیطاں ہوں میں مکر و فن میں ۔ کبھی رحمان ہوں غفار ہوں میں
کبھی برتر ملائک سے عمل میں ۔ کبھی شیطاں سے بدتر خوار ہوں میں
محبت مجھ سے ہے یہ ویرانہ آباد ۔ حقیقت کا کمال اظہار ہوں میں

لوگ مخلوق کو خالق کو جدا کہتے ہیں ۔ ہم مگر اس بت رعنا کو خدا کہتے ہیں
بندہ عشق ہیں ہم عشق ہمارا ہے خدا ۔ اب کسی کافر و مومن ہمیں کیا کہتے ہیں
کفر و اسلام کیا کرتے ہیں باہم تکفیر ۔ جو نہ ہو گبر و مسلماں اسے کیا کہتے ہیں
ڈھول بجوا کے کیا عشق کو مشہور تو کیا ۔ یہ نمائش ہے اسے حرص و ہوا کہتے ہیں
کیا بیاں کیجئے خاک قدم یار کے وصف ۔ درد والے اسے سب خاک شفا کہتے ہیں
عاشقی سہل سمجھتے تھے مگر اب سمجھے ۔ خون عشاق کو معشوق حنا کہتے ہیں
جو نہ مانگے کبھی مخلوق سے خالق کے سوا ۔ ہم اسی شخص کو مقبول دعا کہتے ہیں
جسم و ارواح کے امراض ہیں جتنے سب کچھ ۔ عشق دیتا ہے شفا اس کو دوا کہتے ہیں
ہم جدھر دیکھتے ہیں تو ہی تو آتا ہے نظر ۔ یہ نظر وہ ہے جسے سرّ و خفا کہتے ہیں
طلب یار سے جنت بھی جو دل کو روکے ۔ تو وہ دوزخ ہے اسے دام دغا کہتے ہیں
ناصحا پوج کسی بت کو کہ ملجائے خدا ۔ یہ عبادت ہے جسے لوگ خطا کہتے ہیں

تجھکو ہی یاد کیا ترے سوا کو بھولے | تجھپہ قربان ہوے اسکو وفا کہتے ہیں

دلمیں ہے [illegible] کے جو کچھ وہ کیا کرتا ہے | قدر [illegible] افعال ارادے کو قضا کہتے ہیں

بت پرستوں کا ملا ہے جو خدا کا رستہ | شیخ صاحب انہیں ہم قبلہ نما کہتے ہیں

شان عشاق یہی ہے کہ ہو رسوا جہاں | وہی اچھے ہیں جنھیں لوگ برا کہتے ہیں

دل محب جس کا رہا اس بت کافر کیطرف
ایسے گمراہ کو ہم راہ نما کہتے ہیں

توہی تو ہے جہاں میں بتا تو کہاں نہیں | تن میں نہیں کہ جان کے اندر نہاں نہیں

موجود تو ہے اور کسی کا نشاں نہیں | تیرے شریک وغیر کا وہم و گماں نہیں

تیرا ہی نور ہے کہ جو پھیلا ہے ہر طرف | ورنہ یہ خود زمیں نہیں آسماں نہیں

بڑھا نہیں ہے وہ کہ جسے چاہ ہے تیری | جس میں کہ تیرا عشق نہیں وہ جواں نہیں

خود سے ہو یا خدا سے غرض سبکو عشق ہے | وہ کون ہے جو شیفتہ جسم و جاں نہیں

غفلت کو چھوڑ دیکھ کہ عالم ہے عین حق | جو کچھ ہے اس کے دلمیں نہاں کیا عیاں نہیں

موجود ہے تو ہی تو یہاں ہر مکان میں | تیرا وجود ہے یہ مکاں لامکاں نہیں

پھو کے یہ عشق دونوں جہاں کی خبر نہو | بارود یہ وہی ہے کہ جس میں دھواں نہیں

زاہد یہ بت پرست بھی تو ہیں خدا پرست | یہ بھی خدا کا رنگ ہے حسن بتاں نہیں

وہ پاس ہو اگر تو جہنم بہشت ہے | دیدار اس کا ہو نہ جہاں وہ جناں نہیں

چھوٹا بڑا کہاں ہے بجز اعتبار وہم | ہم ہیں وہاں جہاں کوئی خرد و کلاں نہیں

مطلق کو بعد موت بھی نفرت ہے قید سے | قبہ نہیں لحد پہ مری سائباں نہیں

لازم نہیں ہے صوت کو یہ حرف یہ زباں | فونوگراف دیکھ کہ اس کے دہاں نہیں

واعظ یہ ہے زبانی عشاق ہے زباں | کہتے ہیں اسطرح سے کہ گویا زباں نہیں

ہر چیز کہہ رہی ہے بیاں داستان عشق | تو بولتا ہے جسکو وہ اسکی زباں نہیں

بہتر ہے راز عشق رہے گو مگو محبؔ
ہم کیا کہیں زباں نہیں طرز بیاں نہیں

یہاں جو عالم صورت میں شکل یار ہوں میں — تو پھر سجود زمانہ کا خواستگار ہوں میں
میں نور ارض و سما ہوں نگاہ یار ہوں میں — جہاں کی جاں ہوں افلاک کا مدار ہوں میں
کیا ہے میرے ہی دل نے بپا یہ ہنگامہ — قرار جسکو نہیں ہے وہ بیقرار ہوں میں
میں ہی وہ تھا کہ ملائک نے جسکو سجدہ کیا — جو بھولا آپ کو شیطان نابکار ہوں میں
دوئی میں پڑھ کے ہوا ہوں میں بندۂ مجبور — خودی کو چھوڑ دوں تو قدر و اختیار ہوں میں
میں دم میں سارے عوالم کی سیر کرتا ہوں — چڑھے جو دوش ملائک پہ وہ سوار ہوں میں
میں جنس خاک نہیں ہوں کہ خاک ہو جاؤں — زمیں میں گڑ کے بھی خود بر سر فراز ہوں میں
نگاہ یار میں مجھ سا نہیں جہاں میں عزیز — نظر میں اہل جہاں کے ذلیل و خوار ہوں میں
جو سوئے خلق نظر ہے تو ہے یہی غفلت — اسی کی سمت نظر ہے تو ہوشیار ہوں میں
سمجھ نہ خاک کا پتلا کہ سر عالم ہوں — زمیں سے عرش پہ جاتا ہوں وہ سوار ہوں میں
غرض یہی ہے کہ ہو بار ور کوئی مجھ سے — غرض کا خار جو نکلا تو نخل بار ہوں میں
خواص سارے عوالم کے مجھ میں ہیں موجود — کرم سے نور ہوں غیظ و غضب سے نار ہوں میں
فنا کا وہم دوئی نے عجیب باندھا ہے — خیال خلق جو اٹھ جائے پائدار ہوں میں
یہ جہل ہے نہ کیا رخ قدیم کی جانب — ہزار بار حوادث سے دل فگار ہوں میں
ہزار گونہ ہے شادی دہر سے بہتر — وہ غم کہ اوسکی محبت میں اشکبار ہوں میں
جو پوچھے کوئی حقیقت مری تو اس سے کہوں — کہ اک حقیقت واحد کا اعتبار ہوں میں

محبؔ کی چشم محبت میں ہوں گل خوشرنگ
نظر میں حاسد بدبین کی نوک خار ہوں میں

اسی کا ہے جلوہ گل و آب میں — اسی کی ہے مستی مئے ناب میں

تڑپ ہے جو اس قلب بیتاب میں
کہاں برق میں ہے اور سیماب میں

نہ چونکینگے اہل جہاں تا بہ حشر
کہ ہیں مست پندار کے خواب میں

نہیں دیکھتے ہم کسی شے کا رخ
نظر جب سے آیا ہے تو خواب میں

یہ عالم اسی شوخ کی ہے جھلک
کہ ہے تاب خورشید مہتاب میں

تکبر نے پیدا کیا امتیاز
نہیں فرق کمبل میں کمخواب میں

اسی شوخ کے خیر و شر کا ہے ذکر
ہر اک بزم اعدا و احباب میں

وہ سہتے ہیں دنیا کے ظلم و ستم
جو رکھتے نہیں نفس کو داب میں

دماغ ایک آلہ ہے ارواح کا
نہیں عقل عضلات اعصاب میں

حرم میں وہی بت ہے مسجود کیوں
کہیں شیخ صاحب کچھ اس باب میں

ہے دیر و حرم میں وہی ایک بت
وہی عشق ہے شیخ میں شاب میں

خدائے من و قبلۂ من سلام
یہ لکھا تھا اس بت کو القاب میں

کہیں حق بجائے سلام علیک
یہ داخل ہے یارو کے آداب میں

وہی سہل سمجھے ہیں کچھ عاشقی
پڑے ہی نہیں جو کہ آفات میں

کہاں چشم کو تاب دیکھے جمال
نظر کر رخ مہر پر آب میں

محبت دلمیں اگر اوس کی الفت نہیں
دھرا کیا ہے الفاظ و القاب میں

آنکھیں ہیں سب کی دید کی لیکن نظر کہاں
مست شراب عشق کو اپنی خبر کہاں

دیر و حرم کی راہ میں لٹتے ہیں قافلے
اس راستہ میں عشق کے خوف و خطر کہاں

عشاق چپ رہیں بھی تو کھچتے ہیں سب کے دل
دلمیں نہو جو صدق زباں میں اثر کہاں

یوں تو ہر ایک شخص کا دنیا میں ہے صنم
سودا ہو تیری زلف کا جس میں وہ سر کہاں

ہے توپ کا جدال میں آساں مقابلہ
کوچہ میں تیرے پاؤں دھرے وہ جگر کہاں

ہر فعل اسکا اپنی نظر میں ہے لاجواب
جب اعتبار فرق اٹھا خیر و شر کہاں

دنیا چھٹے تو یار کی جانب ہو دل کا رخ
اس کی گلی میں اہلِ جہاں کا گذر کہاں

دھوکا نہ کھا سراب جہاں ہے نظر فریب
جلوے میں اس کے نور کے شمس و قمر کہاں

امید سب سے چھوڑ لگا دل کو یار سے
یہ اس نخلِ آرزو کے جہاں میں ثمر کہاں

آتے ہیں روز سامنے اعمال خیر و شر
آنکھوں سے دیکھتے ہیں نتیجے حذر کہاں

پھرتے ہیں چومتے ہوئے ہر نقش ہائے راہ
ملجائے کچھ نشان کہ ہے سنگِ در کہاں

اندھوں کو کور چشم بتاتے ہیں راستہ
گمراہ سیکڑوں ہیں مگر راہبر کہاں

کر سجدہ پہلے بت کو کہ پہونچے خدا کے پاس
زاہد ورع میں عشق کے وہ بال و پر کہاں

جاتے نہیں ہیں مر کے بھی دنیا سے اہلِ جاہ
انکا نہیں ہے عالمِ بالا میں گھر کہاں

دیکھا جو میں نے شیخ کا بت خانہ میں سجود
پوچھا کہ آپ کعبہ سے آئے ادھر کہاں

ملتی ہے قسمتوں ہی سے یہ دولتِ وصال
پائے حجب صدف بھی تو اس میں گہر کہاں

کون دنیا میں ہے جو تیرا خریدار نہیں
جز ترے کوئی یہاں یوسف بازار نہیں

نیستی صورت ہستی میں نمایاں ہے یہاں
جس کو تو ہست سمجھتا ہے خبردار نہیں

آپ ہو جاتے ہیں دنیا کے جنوں خود پیدا
دل میں انساں کے اگر عشق کا آزار نہیں

فلسفی جن سے کہ اسرار حقیقت کھلجائے
وہ ترا علم نہیں وہ ترے افکار نہیں

جوشِ مستی سے بہک کر کبھی کہہ اٹھتے ہیں
ورنہ اسرار جہاں قابلِ اظہار نہیں

واہ ری مئے ترے قرباں کہ نشہ میں تیرے
عمر بھر جرم کئے اور گنہگار نہیں

مددِ عشق سے آتش بھی ہے گلزارِ خلیل
سر پہ آجائے مصیبت تو کوئی بار نہیں

کیا یہ ممکن ہے کہ اک دل میں ہو دو کی الفت
کام جب تجھ سے ہے دنیا سے سروکار نہیں

عشق ہوتے ہی اٹھے ظاہر و باطن کے حجاب
روبرو یار ہے حائل کوئی دیوار نہیں

جو پھنسا زلف میں چھوٹا وہ پریشانی سے
حیف ہے دام میں ہر مرغ گرفتار نہیں

زندگی موت ہے بے عشق صنم دنیا میں — مردہ دل ہے وہی جس کا کوئی دلدار نہیں
اس سے بڑھکر نہیں کوئی بھی محبت کی دلیل — کون دنیا میں ہے دنیا سے جو بیزار نہیں
جنگ اضداد سے ظاہر ہے جہان حادث — کون عالم میں ہے جو برسر پیکار نہیں
خوار سمجھے ہیں جسے ہے وہی عالم میں شریف — جو گدا اس در دولت کا ہے وہ خوار نہیں
جو گرفتار خودی ہیں وہ ہیں جبر کے قدری — بندۂ یار ہیں ہم فاعل مختار نہیں

اس محبت کا محب جسنے مزا چکھا ہے
وہ خدا سے کبھی دنیا کا طلبگار نہیں

بلبل ہے گل ہے چشم ہے لیکن نظر نہیں — کس کے یہ رنگ و بو ہیں کسی کو خبر نہیں
اوجھل نہیں نظر سے کبھی آفتاب رخ — ہم ہیں وہاں جہاں کوئی شام و سحر نہیں
سمجھے ہیں نامرادی دنیا کو ہم مراد — اس شاخ خشک اصل میں آتے ثمر نہیں
جائینگے دل کی راہ سے عالم کے بھی پرے — اس گنبد فلک میں اگر کوئی در نہیں
جتنے چھٹے علائق دنیا سبک ہوئے — جاتے ہیں تا بہ عرش مگر بال و پر نہیں
کھاتے ہیں لن ترانی جاناں سے کوئے رب — موسیٰ [۴۱] یہ عشق طور کا روشن شجر نہیں
دن رات ہے عذاب میں طاعت سے نفس کی — پھر قائل سزا نہیں نار سقر نہیں
عالم اسی پری کا تو آئینہ خانہ ہے — یہ عکس روئے یار ہے شمس و قمر نہیں
جبتک ہے عین فرق مراتب ہے فرض عین — جب عین ہو گئے تو کسی کا خطر نہیں
زاہد خدا کو اپنے حرم میں نہ قید کر — ہر جا وہی ہے اسکا کوئی خاص گھر نہیں
سارا جہان ہم میں ہے اور ہم جہان میں — سرمست خواب دیکھتا کیا بحر و بر نہیں
ہم جب ہیں اور دل پہ اثر ہے خیال کا — واعظ کے قیل و قال میں لیکن اثر نہیں
ہر بات میں ہی عقل کی وہم و گمان کا دخل — لیکن کلام حق میں اگر اور مگر نہیں
احسان کر کہ بندۂ احسان ہے ہر بشر — کرتے دلوں کو فتح یہ تیغ و تبر نہیں

کثرت ہو فوج کی کہ ہوں آلات ہولناک / لیکن کچھ اختیار میں فتح و ظفر نہیں

کیونکر نہ ہم نماز پڑھیں چار سو حبیب
وہ سمت کون ہے کہ رخ اسکا جدھر نہیں

نہیں سودا تری زلف پریشاں کا اگر سر میں / تو پڑ جاتے ہیں دنیا کی پریشانی کے چکر میں
ترا رخ سوئے کعبہ ہے تو دل بتخانہ کی جانب / نہیں ممکن خدا و بت رہیں دونوں ہم اک گھر میں
نکل جاتا ہوں آگے دو قدم عرش معظم سے / مرے بازو کی طاقت ہے کہاں جبریل کے پر میں
کلام پاک تیرا گوش دل کیسے جو نہیں سنتے / وہ پہچانینگے کیا آواز تیری شور محشر میں
منجم کی نظر افسوس کتنا کھا گئی دھوکہ / نہ سمجھا کچھ جھلک اس نور کی ہے ماہ و اختر میں
قیامت کی گھڑی جو پوچھتے ہیں صاف کہتا ہوں / وہی تو روز محشر ہے کہ جب آئیگا وہ بر میں
وہی زندیق واصل ہیں جو چھوٹے ہیں مراتب سے / سمجھتے ہی نہیں کچھ فرق بھی ہے گاؤ میں خر میں
ضرر میں نفع ہے اور نفع میں ہیں سو ضرر پنہاں / اضافی ایک نسبت ہے جہاں کے خیر میں شر میں
وہ ہر جائی ہوں ہیں جمع ہر مکاں و لامکاں میں بھی / زمیں کا ہوں یہاں بھی اور اس عالم کے باہر میں
یہ بم اور شیل دنیا بھر کو دم میں خاک کرتے ہیں / کہاں اتنی ہلاکت ہے ہماری تیغ و خنجر میں
جسے کہتے ہیں توبہ وہ ندامت ہے گناہوں پر / بجھا دی نار دوزخ آب ہی وہ دیدہ تر میں
گواہی دی رسالت پر عرب کے سنگریزوں نے / کلام حق نہ سنتا گر نہوتی روح پتھر میں
ادھر سنی ہیں کی جمنا ادھر شیعہ کی گنگا / یہ بحرین دونوں آکر ملگئیں قلب پیمبر میں
پدر فاعل ہے تو ماں منفعل ہے اور فاعل بھی / جو عورت میں ہے شان خالقیت وہ کہاں نر میں
مئے وحدت پیئے جا وہ ہے علم و قوت لذت / وہی ہے چشمہ آب حیات اور حوض کوثر میں
جو تیرے دل کو چھوڑا چھٹ گئے رنج و مصیبت سے / ملا وہ خود بخود جو کچھ کہ لکھا تھا مقدر میں

حبیب صد شکر آشنا تو ہوا پیری کی الفت سے
کہ میرا نام بھی ہے چاہنے والوں کے دفتر میں

نشانِ قدم ہم جو پائے ہوئے ہیں
اسی پر نظر کو جمائے ہوئے ہیں

نہ توڑ ان کو محمود کافر سمجھکر
یہ بت بھی خدا کے بنائے ہوئے ہیں

کہیں لم ترا ہے کہیں لن ترانی
یہ ارشاد ان کے سنائے ہوئے ہیں

گرے طور پر دیکھکر جنکو موسیٰ
یہ جلوے تو ہم کو دکھائے ہوئے ہیں

گرے ہیں جہاں میں جو نظروں سے سب کی
وہ اسکی نظر سے گرائے ہوئے ہیں

پڑے جو شجر نیک مالی کے پالے
ثمر نیکیوں کے وہ لائے ہوئے ہیں

دکھادے کبھی بے نقاب اپنا جلوہ
فریب نظر سب کھائے ہوئے ہیں

ہوا کچھ نہ اس زندگانی سے حاصل
یہ بیکار عمریں گنوائے ہوئے ہیں

جو ہیں تیرے روئے منور کے عاشق
وہ دنیا سے منھ سب پھرائے ہوئے ہیں

ہر اک شئے کا رخ ہے انہی کی جانب
اسی سے تو سب لو لگائے ہوئے ہیں

ہوئے ہیں یہ گل مر کے سو بار پیدا
یہ صدیوں کے جھڑے کمائے ہوئے ہیں

نہ جا قول پر فعل پر کچھ نظر کر
یہ طوطی کہانی پڑھائے ہوئے ہیں

جدھر دیکھتا ہوں وہی سامنے ہیں
وہ آنکھوں میں میرے سمائے ہوئے ہیں

جلائیگی کیا نارِ دوزخ جلوں کو
یہ عشاق دل کو جلائے ہوئے ہیں

دل مردہ کیا خاک ہوتے ہیں روشن
ہوا و ہوس سے بجھائے ہوئے ہیں

کرینگے نہ ہم زال دنیا سے الفت
قسم تیرے ہی سر کی کھائے ہوئے ہیں

نئے گل کھلے ہیں محب شاعری میں
یہ پودے ہمارے لگائے ہوئے ہیں

مردم چشم تیری راہ میں ہیں
دونوں عالم میری نگاہ میں ہیں

فتنے اٹھے ہیں حشر برپا ہے
تیرے بیخود تو خوابگاہ میں ہیں

منزل عشق طے نہیں ہوتی
قافلے تا بہ حشر راہ میں ہیں

خاکساروں کی ہیں بلائیں رد
آفتیں فتنے لاکھ جاہ میں ہیں

روح ہے یہ کہ حضرت یوسفؑ — نفس حاسد سے تن کی چاہ میں ہیں
پاک بازی میں ہے جو پاک سرور — وہ کہاں لذتیں گناہ میں ہیں
کوہ میں ہے اسی کی عظمت و شاں — سیکڑوں خلعتیں گیاہ میں ہیں
تیری صورت کو دیکھتے ہیں سب — ناشناسی سے اشتباہ میں ہیں
خوف کیا ہم کو نفس شیطاں کا — قل ہو اللہ کی پناہ میں ہیں
فقر و فاقہ فقیر کا ہے شعار — اور اوصاف عدل شاہ میں ہیں
جز ترے اور کون ہے موجود — نفی و اثبات لا الٰہ میں ہیں
عرش لرزے زمین ہلجائے — سو اثر میری ایک آہ میں ہیں
اشہد ان لا الہ الا اللہ — منھ سے کہتے ہیں بت نگاہ میں ہیں
جنت نفس میں وہ لطف کہاں — لذتیں جو بتوں کی چاہ میں ہیں
سہل ہے دل کسی پہ آجانا — مشکلیں جو ہیں وہ نباہ میں ہیں
عقل ہاروت قلب ہے ماروت — قید نفس لعین کی چاہ میں ہیں

یوسف دہر ہیں وہی تو محبؔ
جو گرفتار اس کی چاہ میں ہیں

وہ جو رہتے ہیں یاد جاناں میں — وہی کافر ہیں عین ایماں میں
پھر کبھی وہ نظر نہ آئیں گے — بھول بھولے ہیں جو گلستاں میں
جنکو روز الست یاد نہیں — ہیں وہی سست عہد و پیماں میں
جسم سجدے میں اور دل میں غرور — مسجدوں میں ہیں یا وہ شیطاں میں
بینوائی میں جمع خاطر ہے — اور پریشانیاں ہیں ساماں میں
خالقی رازقی کریمی دیکھو — ہیں خدا میں بھی اور انساں میں
جسکو جی چاہے وہ ملے بھی ضرور — یہ نہیں ہے کسی کے امکاں میں

کس کو دیتے ہیں خار و خس کے سوا — زر نہیں کیا گلوں کے داماں میں
لطف عارف کو رنج جاہل کو — نامرادی ہیں اور ارماں میں
ہے وہی جسم میں وہی دل میں — ہے وہی روح میں وہی جاں میں
یہ جہاں ہے اسی کا خوانِ کرم — اور وہی تو ہے شکل مہماں میں
کھا گئی عقل فلسفی دھوکا — ہے وہی ظاہر اور پنہاں میں
عام جلوے ہیں اس کے شہر و بن میں — جلوۂ خاص ہے بیاباں میں
مردم چشم ہے خدا کا وہی — یہ نہ آئیگا عقل انساں میں
حق کو جانے نہ آدمی ہو کر — فرق پھر کیا ہے انس و حیواں میں
فیض اس کا محیط عالم ہے — جسطرح ابر فصل باراں میں

یہ پریشانیاں جہاں کی عجب
مو بمو سب ہیں زلف پیچاں میں

بت خدا ہے موحد شیخ یہ امکاں تو نہیں — فضل اللہ و محمد ترا ایماں تو نہیں
مطمئن قلب ہے اور جمع حواس و خاطر — عاشقوں کا ترے کچھ حال پریشاں تو نہیں
پاس جسے نہیں جو چاہیں مہیا ہو جائے — تیرے عشاق کہیں بے سر و ساماں تو نہیں
وجہ اللہ کو دیکھے نہ جو زاہد تو ہے کور — جلوہ اس مہر جہاں سوز کا پنہاں تو نہیں
دس گنا خیر کا ملتا ہے مخیر کو ثواب — سر پہ سائل کے کوئی آپکا احساں تو نہیں
ہر قدم پر ہے یہاں آبلہ پائی کی نمود — یہ جہاں خار کا جنگل ہے گلستاں تو نہیں
[illegible] ثنا بھی ہے مداح امیران جہاں — چہچہا دیتا ہے یہی بلبل بستاں تو نہیں
[illegible] حلق و شکم ہے نہیں چھٹتے دم بھر — ہیں بہت صورت انسان مگر انساں تو نہیں
[illegible] وق سے پرہیز ہے جنت کی ہوس — زاہد خشک سمجھ میں کہیں حیواں تو نہیں
[illegible] ع کا ہے زلزلت الارض میں حال — کیا ہمارا یہ بدن حشر کا میداں تو نہیں

کشت عالم کو اسی آب سے ہے سیرابی
چشم تر ہے یہ مری نوح کا طوفاں تو نہیں

جام خالی رہا اور فصل بہاری گذری
ابر رحمت یہ تری شان کے شایاں تو نہیں

جسکو دیکھو وہ ترے عشق کا دم بھرتا ہے
کوہ غم سر یہ اٹھانا کوئی آساں تو نہیں

ہر صر غم کے بھی جھوکوں سے گل خنداں ہیں
خاطر اہل رضا زلف پریشاں تو نہیں

جملہ ذرات جہاں حمد تری کرتے ہیں
سنگ آہن بھی ترے فضل سے بیجاں تو نہیں

اپنی قسمت ہے محبت کیجئے کیا اسکا گلہ
ہے یہاں دیدۂ گریاں لب خنداں تو نہیں

دل کو آرام ہو کیونکر کہ دل آرام نہیں
مئے عرفاں نہیں ساقی گل اندام نہیں

عشق کے مرتبہ میں فرق مراتب ہی کہاں
کام وحدت سے ہے کثرت کا یہاں نام نہیں

واہ ری زلف پریشاں تری جمعیت دل
کون شئے عالم ہستی میں تہ دام نہیں

مرگ کے بعد ہی آتی ہے حیات دیگر
وہ تو آغاز ہے انجام کا انجام نہیں

رنج و غم بھی تو بڑی ہے نعمت دنیا جو بڑی
بے ترے عشق کے دل کو مگر آرام نہیں

تجربہ پیر میں جو ہے وہ جواں میں ہے کہاں
ثمر پختہ ہے شیریں ثمر خام نہیں

دیکھتے ہیں ترے عشاق ترا چہرۂ و زلف
سچ ہے دوزخ میں مگر یہ سحر و شام نہیں

مرتبے فہم کے ہیں عالم علوی سفلی
یہ سموات عمارت کے کوئی بام نہیں

جیتے ہی جی جو مرے عشق کے کوچہ میں وہ جائے
رہ خاصان خدا کچھ گذر عام نہیں

نامرادی جسے کہتے ہیں وہ ہے عین مراد
سرو آزاد میں پھل کا تو کہیں نام نہیں

کیا طلب تجھ سے کرے عاشق مہجور ترا
تیری دیدار سے بڑھکر کوئی انعام نہیں

دل میں آتے ہیں خدا ہی کیطرف سے خطرے
دل جو میلا ہے تو وسواس ہے یہ الہام نہیں

اپنی ہستی کو جو چھوڑا تو عمل سے چھوٹے
یہ وہ منزل ہے جہاں گرم نہیں آرام نہیں

ہجر میں وصل ہے اور وصل میں ہے ہجر یہاں
جسکو ناکام سمجھتے ہیں وہ ناکام نہیں

۴

شیخ کچھ ہم سے شریعت کی حقیقت کو تو پوچھ
پوست بادام کا ہے روغن بادام نہیں

وہم کی پیچ سے گذر خلق کو اک ذات سمجھ
عشق میں فرق مذاہب نہیں اقوام نہیں

کچھ عجب لطف محبت میں محبؔ پایا ہے
زندگی ہیچ ہے گر شغل مئے و جام نہیں

کیا جانئے بندہ ہوں کہ بت ہوں کہ خدا میں
خود اپنی حقیقت کو نہ سمجھا کہ ہوں کیا میں

خود اپنی حقیقت کی ہیں کرتا ہوں عبادت
کہتے تو ہیں بندہ مجھے لیکن ہوں خدا میں

تھا بلبلا بھرتا تھا جو دم اپنی خودی کا
دریا ہوا جب ڈوب گیا بحر فنا میں

قطرہ کی یہ خوبی ہے کہ خود بڑھ کے ہو دریا
وہ بات فنا میں ہے کہاں جو ہے بقا میں

تقدیر الٰہی کے مطابق ہے یہ تدبیر
تفصیل قدر میں ہے تو اجمال قضا میں

آنکھیں جو کھلیں دل کی نظر آئیں عوالم
ان آنکھوں سے کیڑوں کو بھی دیکھا نہ ہوا میں

تدبیر کو ہم چھوڑ کے بیٹھے ہیں خدا پر
سمجھے ہیں اثر ہے نہ دعا میں نہ دوا میں

زاہد کبھی اللہ محیط پہ بھی کر غور
اللہ جو ہم میں ہے تو ہم بھی ہیں خدا میں

نافہم سمجھتے نہیں کچھ میری حقیقت
خود درد ہوں درماں ہوں مسیحا ہوں دوا میں

سب ظلم و ستم بھول گیا چرخ ستمگر
دیکھے نئے انداز جو اس جور و جفا میں

ہر گام پہ اٹھتے ہیں تہ خاک سے مردے
سو فتنۂ محشر ہیں تری ایک ادا میں

شیطاں سے بھی پاتے ہیں وہی راہ ہدایت
جو دیکھتے رہتے ہیں تجھے راہنما میں

چکر سے وہی موت کے اور زیست کے چھوٹے
رکھتے ہیں نظر حق پہ جو اس دار فنا میں

وحدت میں تو اچھا ہوں مراتب میں ہیں کچھ اور
باہم کے تقابل سے بھلا میں ہوں برا میں

بتخانہ کو جا کعبہ کو جاتا ہے کدھر شیخ
پائے گا خدا کو تو ملا میں نہ خلا میں

بیرنگی و نیرنگی عالم پہ نظر کر
بے رنگ سے ہے لطف سواد ختا میں

ہر مذہب و ملت کا محب ہو تہ دل سے

کیا لطف ہے مقتادو دولت کی دنیا میں

کیا کہوں راز تم سے کیا ہوں میں
شکل انساں میں خود خدا ہوں میں

گاہ موسیٰ ہوا کبھی عیسیٰ
ہرزمانہ کا رہنما ہوں میں

میرے ہی حال ہیں فنا و بقا
بحر ہستی کا آشنا ہوں میں

لامکاں تھا کبھی مکاں میرا
خود کے پانے کو آ گیا ہوں میں

میری ہی ہے جہاں میں جلوہ گری
گاہ پانی کبھی ہوا ہوں میں

ایک حالت میں میں نہیں رہتا
گاہ راضی کبھی خفا ہوں میں

دم میں جاتا ہوں تا بہ عرش بریں
خاکپیر گرچہ نقش پا ہوں میں

خلق قالب ہے اور میں ہوں جان
ہر دو عالم کا مدعا ہوں میں

دل کے گوشہ میں دونوں عالم ہیں
گرچہ ظاہر میں بیسوا ہوں میں

مجھ سے آباد کعبہ دل ہے
خانمان‌سوز ماسوا ہوں میں

دیر میں بت ہوں کعبہ میں اسود
ہر جگہ ایک خود نما ہوں میں

خاکساری سے ہے عروج مجھے
رہ الفت میں نقش پا ہوں میں

میری مکاریاں ہیں تکر اللہ
حیلہ جو اور پر دغا ہوں میں

زاہدا پوچ جا کے کعبہ کو
تو نہ سمجھے گا کچھ کہ کیا ہوں میں

ق

مجھ میں بھی ہیں خدا کے سب اوصاف
کہئے کیا شکستہ پا ہوں میں

اڑ کے جاتا ہیں عرش کے بھی پرے
حرص دنیا میں پڑ گیا ہوں میں

کیا عجب شاعری سے فخر مجھے
بلبل باغ کبریا ہوں میں

چاہ دنیا سے نکلنا کوئی امکاں میں نہیں
ہاں مگر چاہنے والے تری زنداں میں نہیں

جلد ملجائے جو معشوق تو ہوتی نہیں قدر
قدر و قیمت ہے جو مشکل میں وہ آساں میں نہیں

کام آتی نہیں کچھ سنگ دلوں کی الفت
جز خس و خار کچھ کوہ کے داماں میں نہیں

دیکھ قرآں ہیں کہ اللہ کے اوصاف ہیں کیا
کونسا وصف خدا میں ہے جو انساں میں نہیں

یاد حق راحت دل عاجزی و ہمدردی
بینوائی میں ہیں لیکن سر و ساماں میں نہیں

خار و خاشاک سے بدتر ہے وہ جنت زاہد
عاشقی گل و بلبل جو گلستاں میں نہیں

وصل معشوق پہ مرتے ہیں ہزاروں عاشق
لطف کیا اس سے سوا حسرت و ارماں میں نہیں

بار خلقت پہ ہیں بیکس کے جنازوں کی طرح
خدمت خلق جو نواب میں اور خاں میں نہیں

دل جو خوش ہو تو ہر ایک جا ہے سرور اور نشاط
کون کہتا ہے گلستاں میں ہے ویراں میں نہیں

خوان نعمت ہے بچھا تیرا جہاں میں ہر جا
فکر روزی و تردد ترے مہماں میں نہیں

عشق میں ڈوب کے گرداب بلا سے نکلا
کشتی عمر تو اب جہل کے طوفاں میں نہیں

سات پردوں سے جھلک نور کی کچھ آتی ہے
وہ ترے رخ کی تجلی مہ تاباں میں نہیں

ہے خوشی دل میں تو ہر چیز میں ہے لطف و سرور
دلمیں گر غم ہے تو پھر لطف گلستاں میں نہیں

خود پریشانی دنیا کا وہ ہوتا ہے شکار
دل ناداں جو ترے گیسوئے پیچاں میں نہیں

دلکو کر جمع کہ جمعیت خاطر ہو نصیب
زندگانی کا مزا قلب پریشاں میں نہیں

زیست بے عشق کے ہوتی ہے عجب خود جنجال
جانور سے بھی ہے کم عشق جو انساں میں نہیں

نہیں جز ذات حق دو نو جہاں میں
وہی موجود ہے کون و مکاں میں

تجھی کو دیکھتے ہیں ہم جہاں میں
جہاں میں ہیں کہیں باغ جناں میں

نہ غائب ہو گا مہر رخ نظر سے
عیاں میں ہے وہی جو ہے نہاں میں

دوئی کا کوہ سد راہ ٹوٹا
دگر نہ وہ کہاں تھا اور جہاں میں

فدا کس کس پہ ہو سو جاں سے بلبل
ہزاروں گل ہیں رنگیں گلستاں میں

بہت کرتے ہیں دعوی عاشقی کا — ٹھہرتے ہیں مگر کم امتحاں میں
حقیقت میں توکل انساں میں واحد — مگر پھر فرق ہے ہر جسم وجاں میں
مراتب ہیں فقط یہ گفتگو ہے — حقیقت کچھ نہیں آتی بیاں میں
خدا کو کر نہ کعبہ میں مقید — وہ ہر جا ہے زمین وآسماں میں
وہی تن ہے وہی دل ہے وہی جاں — معمہ ہے یہی راز نہاں میں
مسخر دل ہوئے ہیں راستی سے — عجب جادو ہے قلب راستاں میں
شرافت آدمی کی معرفت ہے — وگرنہ اور کیا ہے انس و جاں میں
تری الفت کی دل میں ہے جو دولت — نہ وہ دریا کی تہ میں ہے نہ کاں میں
کمال معرفت حاصل نہیں ہے۔ — مہ و خورشید ہیں اس خاکداں میں
نہیں ہوتی ہے کچھ گرمئی بازار۔ — نہ ہو جبتک کوئی یوسف دکاں میں

خوشامد بھی محبت ہے کار شیطاں
ملا ہرگز نہ ہاں لوگوں کی ہاں میں

جلوے اپنے انھیں دکھانے ہیں — حشر اور نشر سب بہانے ہیں
شکم مادر و مکان لحد — یہی انساں کے تین خانے ہیں
فکر روزی میں کیا تردد ہے — تیری قسمت میں کچھ تو دانے ہیں
مرگ راحت ہے زندگی محنت — بھید یہ مر کے ہمنے جانے ہیں
حشر ہوگا کہاں لحد ہے یہاں — پھل عمل کے یہیں تو پانے ہیں
راز ہستی کو جو سمجھتے ہیں — ان دوانوں میں وہ سیانے ہیں
بیٹھ خلوت میں چھوڑ کر دنیا — کام اپنے اگر بنانے ہیں
کارگاہ جہاں میں کیا ہے دھرا — جھوٹ کے سب یہ تانے بانے ہیں
ہم یہاں سے کہیں نہیں ٹلتے — آتے جاتے یونہی زمانے ہیں

ختم ہوگی نہ اُن کی جلوہ گری — رنگ بے انتہا جمانے ہیں
گر حقیقت پہ ہے نظر تو ہیں سچ — واقعے ورنہ سب فسانے ہیں
حج کعبہ زکوٰۃ و صوم و صلوٰۃ — تیرے ملنے کے یہ بہانے ہیں
گوش شنوا کہاں سے ہم پائیں — قصۂ درد کچھ سنانے ہیں
غیر کی دیکھتے نہیں صورت — تیری صورت کے ہم دوانے ہیں
پردۂ شب گرا دیا اس نے — صبح کچھ اور رنگ لانے ہیں
شاعری ختم ہے گل و مل پر — ذوق ہو تو ہزار کھانے ہیں

کیا عجب ہو کلام نو کی قدر
بزم میں سامعین پرانے ہیں

عکس اپنا جہاں میں پاتے ہیں — صورتوں سے فریب کھاتے ہیں
پہنکر جامہائے لبس جدید — رنگ سو رنگ کے دکھاتے ہیں
باغ عالم میں چہرۂ گل پر — دم میں سو رنگ آتے جاتے ہیں
دیر کو جائیں یا کہ کعبہ کو — دل میں جو ہے اسے ہی پاتے ہیں
نفع و نقصان ہمارے وہی ہیں — نہ کماتے نہ کچھ گنواتے ہیں
غیریت اٹھ گئی عمل نہ رہے — واعظ ہمکو عبث ڈراتے ہیں
رام وہ ہیں کہ نفس کی لنکا — آتش عشق سے جلاتے ہیں
کام تدبیر سے نہیں بنتے — خود بگڑتے ہیں گر بناتے ہیں
تو کئے جا جہاں میں نیکی — کل شجر پھل ہی لاتے ہیں
پہلے وسواس تو دل سے ٹوٹیں — نقش پر نقش کیا جماتے ہیں
کیا مکافات دہر سے چھوٹیں — جو کیا تھا وہی تو پاتے ہیں
اپنی بیتی تو کچھ کہیں واعظ — داستانیں کسے سناتے ہیں

چھیڑ کر ذکر عشق لیلیٰ و قیس   آگ دل میں مرے لگاتے ہیں
آخر کار عشق ہے برعکس   ہم جو روٹھیں تو وہ مناتے ہیں
غیر کے وہم سے بھی نفرت ہے   سب سے خلوت ہو تب وہ آتے ہیں
عمل خیر ہیں لحد میں رفیق   اونچے گنبد نہیں بچاتے ہیں

وسعت قلب کچھ عجب ہے محب
دونوں عالم یہاں سماتے ہیں

دونوں عالم کی جسم و جاں ہوں میں   ظاہر و باطن جہاں ہوں میں
میری ہستی سے ہے بنائے جہاں   میں مکیں اور خود مکاں ہوں میں
نور ارض و سما ہے میری شان   مہ و خورشید و آسماں ہوں میں
میں نہیں تو ہیں قالب بیجاں   دونوں عالم کی ایک جاں ہوں میں
کیا زباں سے کہوں حقیقت حال   آپ ہی اپنا خود بیاں ہوں میں
ماہ ہوں مہر ہوں فلک ہوں ملک   عرش و کرسی و لامکاں ہوں میں
میں لگاتا ہوں کاٹتا ہوں شجر   باغ کن اور باغباں ہوں میں
گاہ میں ہوں نسیم گہہ صرصر   گہ بہار اور گہ خزاں ہوں میں
قلب ہوں روح و نفس امارہ   وہم ہوں شک ہوں اور گماں ہوں میں
ہوں عدالت میں عادل اور وکیل   رہزن و دزد و پاسباں ہوں میں
چار عنصر ہوں اور سات فلک   خاک باد آب اور دخاں ہوں میں
میرے ہی ہیں خیال کے سب رنگ   آتش دوزخ و جناں ہوں میں
ڈھونڈھتے ہیں مجھی کو سب ہر جا   جانتا کون ہے کہاں ہوں میں
میں ہی عاشق ہوں اور میں ہی معشوق   آہ و نالہ ہوں اور فغاں ہوں میں
گاہ جکڑا ہے بند بند مرا   گاہ آزاد بے نشاں ہوں میں

گاہ کثرت میں ہے ظہور مرا گاہ زیر عدم نہاں ہوں میں

کیا عجب راز عشق میں کھولوں

آپ اپنے سے بدگماں ہوں میں

میں لذت وصال پہ پیر و چشیدہ ہوں زال جہاں کی دید سے میں رو کشیدہ ہوں

میری ہی رنگ و بو ہے جدھر دیکھتا ہوں میں میں کالبد میں باغ جہاں کے دمیدہ ہوں

رہتا ہے وہ خیال میں میرے جو رات دن دنیا کی کشمکش میں بھی میں آرمیدہ ہوں

شہوت سے غضب سے ہے انسانیت بھی مسخ میموں ہوں خصلتوں میں مگر دم بریدہ ہوں

میری نظر سے دیکھتا ہے رب دو جہاں ارض و سما کی چشم کا میں نور دیدہ ہوں

بند خودی جو ٹوٹا تو سب بند کھل گئے صد شکر بندشوں سے جہاں کی رہیدہ ہوں

بدبختیوں سے میری یہ عالم سیاہ ہے گیسوئے مومنیت کا میں رنگ پریدہ ہوں

بارِ گناہ سے نہیں اٹھنے کا سر مرا پیر فلک کی طرح میں پشت خمیدہ ہوں

طفلی میں کچھ اٹھائے تھے بےفکریوں کے لطف نکلا جو اس مقام سے آفت رسیدہ ہوں

افسوس مجھکو چاک گریبانوں کا کیا روز ازل سے عاشقِ دامن دریدہ ہوں

یوسف ہوئے غلام زلیخا کے فخر کیا میں بھی کسی حسینِ جہاں کا خریدہ ہوں

افسوں کوئی چلیگا نہ جز ذکر لا الہ میں اژدہائے نفس لعیں کا گزیدہ ہوں

آہوئے دشت و سبزہ مجھکو نہ جاننا میں سبزہ زار وحدت ہو کا چریدہ ہوں

بڑھ جائیں مجھ سے عالم ہستی میں کیا مجال میدان ہو کی دوڑ کا اسپ دویدہ ہوں

ذرہ سے تا بہ مہر ہیں پروانہ مجھ پہ سب میں شمع بزم ذات احد کا گزیدہ ہوں

ہے جست میری عرش و فلک سے بھی کچھ پرے میں چاہ جسم و دام جہاں سے رہیدہ ہوں

آخر یہاں عجب میں تہ دام ہو گیا

تجرید دشت ہو کا میں آہو رمیدہ ہوں

ہو چھپا دل میں وہ حسیں نہ کہیں
ڈھونڈ ملجائیگا کہیں نہ کہیں

زاہدو کیا فلک پہ ڈھونڈتے ہو
ہوں زمیں پر خدا حسیں نہ کہیں

یار کا در ہے سجدہ گاہ ملک
آسماں پر ہو یہ زمیں نہ کہیں

بے نشانی ہے عالمِ ہو میں
نہ کہیں ہے مکاں مکیں نہ کہیں

اتنی رگڑی جبیں درمہ پر
داغ ہو جائے مہ جبیں نہ کہیں

دین کا ہے وجود دنیا سے
ہو نہ دنیا تو پھر ہو دیں نہ کہیں

وصل کا بھی سوال کر نہ کبھی
کر زباں سے کہے نہیں نہ کہیں

گھٹ گیا جسم گرچہ پیری میں
خواہشیں نفس کی گئیں نہ کہیں

بردباری اسی کو کہتے ہیں
کہ جبیں پر بھی آئے چیں نہ کہیں

سہل اصلاح قوم کو نہ سمجھ
اٹھ کھڑے ہوں کچھ اہل کیں نہ کہیں

ہے مجازی کلانی و خوردی
نہ کہیں ہے کہیں مہیں نہ کہیں

اپنی ہستی کو جب نہیں سمجھا
ہو خدا ابھی بھی غیر بیں نہ کہیں

کرۂ زمہریر نفس ہے سرد
سرد ہو آہ آتشیں نہ کہیں

پھول نرگس کے قبر پر ہیں کھلے
دفن ہو چشم سرمگیں نہ کہیں

ہے یہ دنیا فریب و مکر کا جال
دیکھو ہو ہر قدم کہیں نہ کہیں

کوچۂ عشق میں یہ راز کھلا
ہے زمیں پر محب کہیں نہ کہیں

کون ہے جس کو پیچ و تاب نہیں
رند تیرے مگر خراب نہیں

تیری رحمت کا گر جواب نہیں
میری عصیاں کا بھی حساب نہیں

تیرے رخ پر کوئی نقاب نہیں
ابر بالائے آفتاب نہیں

ہستی حق کی سب یہ شکلیں ہیں
آب باراں نہیں سحاب نہیں

آتشِ عشق سے جو دل نہ جلے
خام ہے پختہ وہ کباب نہیں

دونوں عالم کی سیر ہے دل میں
اس سے بڑھکر کوئی کتاب نہیں

ہے حقیقت کچھ اور ظاہر اور
کیا یہ ہستی تری سراب نہیں

ذات پر ہے صفات کا پردہ
خود بخود ہست خاک و آب نہیں

ہے جو اندر وہی تو باہر ہے
کیا ترے دل میں آفتاب نہیں

مست اپنی خودی میں ہے ہر شے
کیا یہ عالم خمِ شراب نہیں

شمس باطن کو دیکھ دل میں ذرا
مہر میں بھی وہ آب و تاب نہیں

ہے وہی حشر و نشر کی ساعت
اس کے چہرہ پہ جب نقاب نہیں

ذات دریا کے ہیں حجاب حباب
عین دریا ہے یہ حباب نہیں

وہم نے پردہ حق پہ ڈالا ہے
ورنہ اسکا کوئی حجاب نہیں

سامنے ہے اسی کا رخ دائم
یہ حقیقت ہے کوئی خواب نہیں

تیرے در کے گدا کا جو ہے وقار
شاہ میں بھی وہ رعب و داب نہیں

کر دیا عشق نے جوان عجب
کیا بوڑھاپا میرا شباب نہیں

وہ سامنے جب آگیا پھر وہم و ظن کہاں
اٹھی جو غیریت تو مجالِ سخن کہاں

رنگینیاں ہیں باغ جہاں کی وہ دلفریب
جنت میں زاہد دنگی یہ رنگ چمن کہاں

نکلا نہ راہِ عشق میں مکاریوں سے کام
عشاق رہروِ یار کہاں راہزن کہاں

مہر سکوت لگ گئی کھلتے ہی راز عشق
اب کیا کہیں کہ گوش کہاں اور دہن کہاں

طے کر رہے ہیں عالم ہستی کی منزلیں
کیا جانیے سفر ہے کدھر اور وطن کہاں

آہوے دشت ہو نظر آتے ہیں چار سو
صحرا کہاں عرب کا ختا و ختن کہاں

جبتک تھی عقل جمع کو کرتی تھی افتراق
وحدت میں جب پہنچ گئے پھر مرد و زن کہاں

تعلیم وہ ہے جس سے کہ حیوانیت ہو کم
تہذیب خور و نوش ہے خلق حسن کہاں

آساں ہے یہ کہ جبّہ و دستار پہن لیں
شیخوں میں عاشقوں کا وہ دیوانہ پن کہاں

دنیا ہی میں ہیں دونوں جہاں کی ترقیاں
مرنیکے بعد روح ہے لیکن بدن کہاں

مرنیکے بعد بھی ہو دنیا سے کچھ لگاؤ
تیرے شہید ناز کو گور و کفن کہاں

لاتے ہیں سر پہ یہ عمل زشت سے بلا
چھوڑیں جو نفس بد کو تو رنج و محن کہاں

عریاں تنی کا اپنی عبث تجھ کو رنج ہے
آیا تھا جب عدم سے تو تھا پیرہن کہاں

عشاق راز عشق کو کہتے ہیں صاف صاف
سمجھے نہ کوئی اس کو تو سرّ و علن کہاں

کیجئے شکار عالم دنیا ہے صید گاہ
میدان وحشت ہو میں بتاؤ ہرن کہاں

دنیا میں بے شمار سخن گو تو ہیں مگر
قحط سخن شناس ہے قحط سخن کہاں

دیکھے اساتذہ کے بھی ہمنے سخن عجب
یہ فلسفہ کہاں ہے یہ طرز سخن کہاں

لوگ اللہ کو اور رب کو جدا کہتے ہیں
ہم تو ان دونوں کو اک ذات خدا کہتے ہیں

رخ ہو جس شخص کا اس غارت ایماں کی طرف
ہم اسے شیخ اُسے قبلہ نما کہتے ہیں

جو نہ ادراک کسی حس سے ہو وہ تو ہی خدا
اور جو محسوس ہو پھر اسکو یہ کیا کہتے ہیں

صورت اپنی ہی نظر آتی ہے آئینہ میں
جو برے ہیں وہی اوروں کو برا کہتے ہیں

خلق کے جور و جفا کو بھی سمجھتے ہیں جو حق
ہم اسی فہم کو تسلیم و رضا کہتے ہیں

بحث لفظی میں گرفتار ہیں ملا و طبیب
امر حق کو وہ دعا اور یہ دوا کہتے ہیں

قتل و خون جور و جفا شان ہے معشوقی کی
خون عشاق کو وہ رنگ حنا کہتے ہیں

ہے وہی مرگ خوشی اور غمی کا باعث
مردہ شو اسکو کرم دوست جفا کہتے ہیں

ایک پتلی ہے ترے ہاتھ میں یہ عالم خلق
تیرے ہر فعل و ارادے کو قضا کہتے ہیں

عشق میں جاہل و عارف کے ہے فرق ادراک
اسکو عرفان اُسے حرص و ہوا کہتے ہیں

کفر و اسلام جو دونوں کو اٹھائے دل سے
ایسے زندیق کو ہم راہ نما کہتے ہیں

ہو قیامت وہیں برپا جو اٹھے رخ سے نقاب
ہم اسی روز کو تو روز جزا کہتے ہیں

بے گدائی کے تو شاہی کا نہیں کوئی وجود
شاہ کہتے ہیں کسے کسکو گدا کہتے ہیں

بعد محنت کے جو ملتا ہے وہ مزدوری ہے
بے مشقت جو ملے اسکو عطا کہتے ہیں

یہ بھی سن رکھ کہ بھلوں کو نہیں کہتے اچھا
وہی اچھا ہے جسے لوگ برا کہتے ہیں

مست تیرے کبھی کہتے ہیں پتے کی باتیں
جو سمجھتے ہی نہیں بے سر و پا کہتے ہیں

عشق میں فرق مراتب کا نہیں کام عبث
بت بھی کہتے ہیں اسے جسکو خدا کہتے ہیں

اپنی فکروں سے چھوٹ جاتے ہیں
غم کسی کا جو کوئی کھاتے ہیں

بزم میں آتے وہ شرماتے ہیں
دل میں خود آپ چلے آتے ہیں

دیکھتے ہیں جدھر اٹھا کے نظر
تیرا چہرہ ادھر وہ پاتے ہیں

آخر عشق عکس اول ہے
ہم جو روٹھیں تو وہ مناتے ہیں

تہمت عشق رکھ کے عاشق پر
خون عشاق وہ بہاتے ہیں

چھپکے پردے میں عاشقوں کو کبھی
آتش ہجر میں جلاتے ہیں

لو نہ دل میں کبھی خیال بدی
خار کے بیج خار لاتے ہیں

میٹ دیتے ہیں عالم وہمی
نقش ہو دل پہ جب جماتے ہیں

کشش دل ہو دونوں جانب سے
ہم نہ جائیں تو وہ بلاتے ہیں

گاہ ہیں تخم گہ شجر گہ نخل
گل وہی روز آتے جاتے ہیں

دل کی وسعت کی کیا خبر تجھ کو
ساتوں عالم یہیں سماتے ہیں

کرم پیلہ کی طرح سے ہر دم
ہم لحد اپنی خود بناتے ہیں

ذکر یہ بھی اسی کا ہے زاہد
ڈھول پر ہم جو گیت گاتے ہیں

قطعہ

سن ذرا غور سے دل کی صدا　　نعرے اللہ ہو کے آتے ہیں
ہے وہی ہو کی اک صدا سب میں　　لاکھ باجے اگر بجاتے ہیں
دیکھتے ہیں اسی کا حسن و جمال　　ہم نظر کو جدھر پھراتے ہیں

عرش اعظم سے تا بہ قلب کعبہ
تار ہر آن آتے جاتے ہیں

نہیں ذکر جاناں چھپانے کی باتیں　　یہی بزم میں ہیں سنانے کی باتیں
انا اللہ کہہ بزم میں آ کے واعظ　　یہی تو ہیں مردے جلانے کی باتیں
میں مطلق سے کیونکر مقید ہوا ہوں　　ذرا تو سمجھ کچھ ٹھکانے کی باتیں

قطعہ

بہت کیمیا کے لئے خاک چھانی　　سن اب ہم سے سونا بنانے کی باتیں
اگر چاہتا ہے کہ ہو جاؤں کندن　　تو سیکھ آپ کو آزمانے کی باتیں
یہ عرس اور نیازیں یہ ہو حق کے جلسے　　فقط ہیں یہ کھانے کمانے کی باتیں
جو حق کی کہیں تو یہ کہتی ہے دنیا　　کہ یہ تو ہیں فتنے اٹھانے کی باتیں
کہیں جھوٹ گر ہم تو کہتا یہ حق ہے　　یہی تو ہیں دوزخ میں جانے کی باتیں
نجات اس زمانے میں نہیں ہے خموشی　　کہ دنیا و دیں ہیں دیوانے کی باتیں
علم سے جو آئے ہیں ہم اس جہاں میں　　کریں کیوں نہ ہم آب و دانے کی باتیں
بظاہر تو عالم ہیں اندر جہالت　　نرالی ہیں کچھ اس زمانے کی باتیں
انا الحق تو کہتے نہیں ہم زباں سے　　کہ ہو حق ہیں سب یہ دکھانے کی باتیں
یہ کیا آنا جانا ہے ہر دم جہاں میں　　سمجھ کچھ تو یہ آنے جانے کی باتیں
یہ ممبر پہ بکواس واعظ کی کب تک　　کرے کچھ تو گانے بجانے کی باتیں

سنو کان دھر کر کہ کہتے ہیں کچھ ہم   یقینی دلوں میں سمانے کی باتیں

قطعہ

یہ تسبیح و سجادہ و دلق و خرقہ   مشایخ کی ہیں زر کمانے کی باتیں
اگر ہے محب حق کے ملنے کی خواہش
تو کر نفس کے آزمانے کی باتیں

ٹوٹی جو خودی ہو گیا بندہ سے خدا میں   اللہ رے کیا شان مری واہ رے کیا میں
یہ کفر یہ اسلام ہے دونوں مری شانیں   میں دیر میں بت اور ہوں کعبہ میں خدا میں
مجھ ہی سے ہے قائم یہ ہدایت یہ ضلالت   گمراہ کبھی اور کبھی راہ نما میں
خود ناظر و منظور ہوں آئینہ میں اپنا   ہوں اپنا ہی خود عیب نما حسن نما میں
غیبت میں کروں کس کی کہ ہے میرے سوا کون   خود اپنا ہی کرتا ہوں حقیقت میں گلا میں
میں ہی ہوں پڑا خاک پہ اور بستر جم پر   دربار میں ہوں شاہ تو رستے میں گدا میں
کعبہ میں موذن ہوں تو بت خانے میں ناقوس   اکبر میں ہی اللہ ہوں دیتا ہوں صدا میں
ہے عہد شکن نام مرا اور وفادار   پورا نہیں کرتا کبھی کرتا ہوں وفا میں
مجھ سا نہیں دنیا میں کوئی اور دغا باز   دیتا ہوں کبھی دوست کو اپنے بھی دغا میں
تخریب بھی تعمیر بھی دونوں ہیں مرے کام   لیتا ہوں کبھی اور کبھی کرتا ہوں عطا میں
دو اسم ہیں میرے یہ بھلائی یہ برائی   پھر اک ہوں دونوں سے بھلا میں نہ برا میں
میں خیر کا مالک ہوں تو شر کا بھی ہوں وارث   محشر میں ہی فتنہ میں ہی آفت ہوں بلا میں
لکھتا ہوں میں تقدیر کو کرتا ہوں میں تدبیر   دونوں سے مبرا ہوں قدر بھی ہوں قضا میں
دم سے مرے آباد ہے مجلس یہ عدالت   عادل بھی ہوں منصف بھی ہوں اور ظلم و جفا میں
مجرم ہوں کبھی اور کبھی بے جرم خطا وار   قاضی میں ہی مفتی میں ہی ہوں جرم و سزا میں
یہ نیستی ہستی مرے اوصاف ہیں دونوں   موجود عدم میں ہوں فنا میں ہوں بقا میں

اللہ کے اوصاف ہیں سب مجھ میں ودیعت
بندہ ہوں محبؔ کہنے کو لیکن ہوں جدا نہیں

نہ ہوں کار آمد نہ بیکار ہیں — خدا و خودی کا گرفتار ہیں
طلب گار صحت نہ ہوگا کوئی — بتا دوں جو لذت ہے آزار میں
نہ طے ہوگا صبر و رضا کا مقام — کہ منزل ہے دونوں کی ادبار میں
دعاؤں سے کیا خاک ہوگی نصیب — ترقی ہے جو دل کی ایثار میں
یہ مقصد ہے آرام پائے کوئی — بناتے ہیں گھر ہم جو اس دار میں
خدا کی طرف گر میں رکھوں نظر — تو دم میں سمندر سے ہوں پار میں
مجھے اپنی آنکھوں پہ رکھتے ہیں سب — کسی پہ جو ہوتا نہیں بار میں
جو گذری ہیں اقوام ان کی خبر — جو مدفون ہی ملی کہنہ آثار میں
وہ دیوان والے ہوئے گرم کے — کہ مطلب نہ تھا جنکے اشعار میں
خبر میں بہت کم ہے پہلوئے صدق — کہ ثابت ہے تکذیب اخبار میں
ہوا اس کی دنیا پہ وہ حکمراں — بڑھا جو خیالات و افکار میں
خدا سے تغافل کا ہے نام ترک — مگر زیست ہے اس کے اذکار میں
خلافت کا خلعت اسیکو ملا — جو پہونچا کوئی تیرے دربار میں
اُسے دی حکومت اسے مال و زر — یہ ادنیٰ عطیہ ہیں سرکار میں
حقیقت سے دنیا کی واقف ہیں جو — سفیہا نہیں وہ زر و دار میں
کسی کی نہ سن بات اعمال دیکھ — بڑا فرق ہے گفت و کردار میں

سخن کی تیری قدر کیا ہو محبؔ
نہیں جوہری کوئی بازار میں

آنکھوں سے دیکھ جلوۂ جاناں کہاں نہیں — کیا آفتاب روئے حقیقت عیاں نہیں

عالم وجود حضرت حق ہے سمجھ ذرا
غفلت میں کیا پڑا ہے یہ وہم و گماں نہیں

ہے عقل و علم و فہم کو ہر شئے پہ برتری
انسان جانور پہ کہاں حکمراں نہیں

بے ذات حق صفات کا جلوہ محال ہے
ہرگز بغیر آگ کے ظاہر دھواں نہیں

ہستی حق سے صورت عالم یہ ہست ہے
موجود حق ہے ظاہر و باطن جہاں نہیں

اللہ اور خلق کو کرتے ہو کیا جدا
ممکن نہیں جہاں ہے خدائی جہاں نہیں

ڈالے نظر نہ حور پہ بھی مست شوق دید
سگ کو تری گلی کے بھی شوق جناں نہیں

قلب حلیم حضرت موسیٰؑ کا تھا مقام
کیا طور قلب عشق کا آتش فشاں نہیں

والشمس والقمر کی ہے تفسیر روح و قلب
قرآں میں دیکھ ذکر دل و جاں کہاں نہیں

گنبد لحد پہ اہل تجرد کے کیا ضرور
ہم ہیں وہاں جہاں کہ مکاں لامکاں نہیں

پختہ لحد سے اور مقید ہوئی ہے روح
آزاد وہ ہیں جن کی لحد کا نشاں نہیں

گم اس طرح ہو جیسے کہ تن میں نہاں ہے روح
حاکم ہے جسم و نفس پہ لیکن عیاں نہیں

ہے فرق یہ جوانی و پیری میں سن ذرا
پیری وہی ہے جس میں کہ ہمت جواں نہیں

قرآں میں صاف جنۃ والناس ہے لکھا
خناس کیا تجھی میں ترے نفس و جاں نہیں

جنات وہ قویٰ ہیں جو ہیں چشم سے نہاں
کیا چشم سے نہاں ترے وہم و گماں نہیں

میں چاہتا ہوں راز حقیقت کو کھول دوں
لیکن زباں ہے منہ میں مجال زباں نہیں

بکنے سے فائدہ نہیں الفت میں کچھ محبؔ
چپ بیٹھ اس طرح سے کہ گویا زباں نہیں

عمر گذری خیال باطل میں
اس کو پایا تو اپنے ہی دل میں

ایک نقطہ ہے وحدت ہستی
ساتوں عالم سما گئے تل میں

تو نہ سمجھیگا وے جو دنیا ہو
کون ہے اس لباس سائل میں

چھانتا کیوں ہے خاک دشت جنوں
ڈھونڈ لیلیٰ کو دل کی محمل میں

آہوے دشت ہو بنے کیونکر　　قید ہیں نفس کے سلاسل میں
جسکو کہتے ہیں لوگ آب حیات　　وہ ہے تیری زبان میں دل میں
کچھ نہ سمجھے حقیقت آدم　　تھے ملائک بھی زعم باطل میں
دفن ہے کون خستہ سینہ فگار　　کہیں سوراخ قبر کی سل میں
دم میں آتی ہے غیب سے امداد　　نام لیتے ہی اس کا مشکل میں
جسکو سمجھے ہیں لوگ دیوانے　　مسند آرا ہیں تیری محفل میں
جو ترے نفس میں ہلاکت ہے　　وہ نہیں مار میں ہلاہل میں
باغ عالم میں کھلتے ہی گل کے　　عشق پیدا ہوا عنادل میں
ہے سبب یار کے خفا کا یہی　　غیر کوئی نہیں مقابل میں
اہل دنیا کو کیا خبر دیں کی　　ہے جو ہے کا جہان سب بل میں
کیا ترقی ہو اس کو روحانی　　آب میں جو پڑا ہے اور گل میں
کام نکلیں عمل در آمد سے　　بن کے قانون رہ گئے بل میں
دید میں جو مزہ ہے آٹھ پہر　　وہ کہاں فرض میں نوافل میں

صاف کہتے ہیں منہ میں جو آیا
کچھ چھپاتے نہیں محب دل میں

غیر حق سے یہاں کلام نہیں　　بات ہے خاص کوئی عام نہیں
تیرے کعبہ میں کیا دھرا ہے شیخ　　مئے و معشوق اور جام نہیں
مئے ہو ساقی ہو اور خلوت ہو　　پھر تو دنیا و دیں سے کام نہیں
لی مع اللہ ایک وقت میں ہے　　حالت رقص کچھ مدام نہیں
ایک وحدت کے اعتبار میں سب　　کچھ الگ جزو و کل و عام نہیں
پھنس کے زلفوں میں ہر بلا سے چھٹا　　کیا مبارک یہ دل کا دام نہیں

سب کو زلفوں کا تیرے سودا ہے — کون ہے وہ جو زیر دام نہیں
جان سب حق ہیں مذہب و ملت — کیا خدا ہے وہ اور رام نہیں
جا کے مسجد میں کیا نماز پڑھیں — بت کو سجدہ نہیں سلام نہیں
سب یہ بیکاریاں ہیں دنیا کی — نہ ملے جس سے حق وہ کام نہیں
بے خیال اس کے ہے ظہور حرام — یاد ساقی میں مے حرام نہیں
تیری جانب جو دل نہیں مائل — اسکو ہر حال میں قیام نہیں
اپنی ہستی کا ایک چکر ہے — منزلیں راہ میں کہیں مقام نہیں
دل سے تا احدیت لگا ہے تار — ہر دم آتا ہے کیا پیام نہیں
دل کی حالت زباں سے کہتا ہوں — میری شمشیر میں نیام نہیں
شیشۂ دل میں تیرے ای زاہد — وہ مۓ عشق لالہ فام نہیں

جب وہی ہے کلیم اور مسیح
کیا عجب اس کا یہ کلام نہیں

بتوں میں دیر کعبہ میں خدا ہیں — وہی معشوق ہے پھر ہر ادا میں
نہ جبتک سوز غم سے دل میں ہو درد — اثر آئے کہاں سے پھر دعا میں
تیری تدبیر ہی ہے عین تقدیر — مفصل ہے عیاں مجمل قضا میں
محرک روح ہے عالم کے اندر — کہ خود طاقت نہیں کچھ دست و پا میں
خس و خاشاک ہے ہستی یہ تیری — کہ ہلتے وہ نہیں از خود ہوا میں
اوسی کے ہاتھ میں عالم کی ہی باگ — بندھے ہے رشتے میں سارے دست و پا میں
جو باطن ہے تیرا ظاہر پہ حاکم — تو کیا چون و چرا حکم قضا میں
کھلے ہیں جن پہ اسرار حقیقت — مزا پاتے ہیں وہ صبر و رضا میں
جنھیں کچھ ذوق عشق و عاشقی ہے — انہیں ہے لطف کی لذت جفا میں

ظہورِ عالمِ امکاں نہ ہوتا
نہ ہوتا وہ جو ظاہر اور خفا ہیں
حقیقت دونوں عالم کی جو میں ہوں
تو ہوں کون و مکاں کا مدعا میں
مری ہستی سے ہے عالم کی ہستی
نہیں مجھ سا کوئی ارض و سما میں
نہ ہوتا میں نہ ہوتا کُل عالم
کہ ہوں مقصود ایجادِ خدا میں
میں ہی فرعون تھا موسیٰ تھا ہارون
چھپا تھا میں ید بیضا عصا میں
نہ دیکھینگے کبھی مطلق خدا کو
مجھے دیکھیں کہ ہوں ظاہر خدا میں
مری اس کور چشمی کو تو دیکھو
کہ اپنی ہی نظر سے ہوں خفا میں
محب کہتا ہوں کہنے سے اسی کے
وہ نائی ہے تو ہوں نے کی صدا میں

انہیں کو دل میں ہم پالے ہوئے ہیں
کہ جن پر زہر سب کھائے ہوئے ہیں
بڑھیں یہ وحشتیں اہل جہاں کی
کہ خود اپنے سے گھبرائے ہوئے ہیں
مقام توبہ میں پہونچے وہی ہیں
گناہوں سے جو شرمائے ہوئے ہیں
کھلے ہیں باغ ہستی میں جو غنچے
وہ دم کے دم میں مرجھائے ہوئے ہیں
گئے تھے اس جہاں سے کر کے اعمال
بھگتنے کو انہیں آئے ہوئے ہیں
درختوں کی کشش کے منتظر ہیں
جو بادل باغ پر چھائے ہوئے ہیں
ٹھیک کر کام لے ان قوتوں سے
یہ گھوڑے تیز گرمائے ہوئے ہیں
لکھیں کیا شعر میں باقی نہیں کچھ
جواہر سب یہ دکھلائے ہوئے ہیں
ہوئے مایوس جب اہل جہاں سے
دعا کو ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں
بلاؤں سے نہیں بچتا ہے کوئی
کہ سورج چاند گہنائے ہوئے ہیں
برس جا کچھ تو دم بھر ابر رحمت
کہ بادل باغ پر آئے ہوئے ہیں
یہ برقعوں میں نہیں مسلم خواتین
کفن مردوں کو پہنائے ہوئے ہیں

غضب سے مارتے ہیں لات سب کو — کبھی آدم تھے اب گائے ہوئے ہیں
جلے جاتے ہیں سوز عشق سے سب — یہ شعلے کس کے بھڑکائے ہوئے ہیں
مرید ناخلف گم کردہ راہ ہیں — یہ کس مرشد کے بھٹکائے ہوئے ہیں
یہاں بھی ہیں بشکل انس شیطاں — ہزاروں جنکے بہکائے ہوئے ہیں

محب عالم میں جنکو ڈھونڈتے تھے
وہ اپنے گھر میں خود آئے ہوئے ہیں

آنکھیں ہیں رخ کی سمت تو دل زلف یار میں — محفوظ ہم ہیں گردش لیل و نہار میں
یہ کاروبار خلق ہیں سب حیلۂ بشر — روزی تیری دھری نہیں کچھ روزگار میں
عارف ہے وہ یہ جاہل مطلق خدا سے ہے — یہ فرق عاشقوں میں ہے اور بادہ خوار میں
وحدت میں جب پہنچ گئے اضداد مٹ گئے — اب ہے سدا بہار خزاں و بہار میں
رحمت کی تیری حد نہیں غفار جب تو ہے — آئینگے کیا گناہ ہمارے شمار میں
وعدہ یہ حور عین کے نہ چھوڑینگے ماہ رو — جو نفع نقد میں ہے کہاں وہ ادھار میں
یہ سلسلہ نفس کا پہنچتا ہے تا بہ ہو — سب پتلیاں بندھی ہیں اسی ایک تار میں
تھے وہ بھی وقت حشر بہم ملکے اک وجود — ذرات منتشر جو ہیں گرد و غبار میں
جو بندشوں سے نفس کے چھوٹے نہیں یہاں — تا حشر وہ رہینگے بدن کے مزار میں
کہتے ہیں جسکو قوت برقی وہ عشق ہے — دل میں نہاں وہی ہے وہی ہے شرار میں
یوں تو بہت ہیں عاشق و معشوق فصل گل — گل لاکھ میں ہے ایک تو بلبل ہزار میں
جبتک نہ خواہشات جہاں سے فرار ہو — آتا نہیں قرار دل بیقرار میں
یہ مرگ نشر اور ولادت ہے حشر خیز — ہم اختیار میں ہیں کبھی انتشار میں
بندہ ہوا ہوں خود میں خدائی کو چھوڑ کر — جو لطف بندگی میں کہاں اقتدار میں
رکھتا ہوں جنکو یار جو طوفاں میں نظر — ہوتا ہوں ایک دم میں سمندر سے پار میں

اپنی طلب میں آپ ہی گم ہو کے رہ گیا
ہوں اب دیار میں نہ مقید مزار میں

تم اور وہ وصال کا وعدہ محب عجب
اچھا ہوا جو عمر کٹی انتظار میں

چہرۂ یار پہ نقاب کہاں
کور کہتا ہے آفتاب کہاں

دیکھتے ہیں اسی کی سب صورت
پوچھتے پھر ہیں وہ حجاب کہاں

دونوں عالم کی سیر جس میں ہے
جز دل صاف وہ کتاب کہاں

جس کو پیتے ہی آپ کو بھولوں
ہے وہ ساقی کہاں شراب کہاں

خود فراموش مست ہیں تیرے
رنج دنیا و پیچ و تاب کہاں

پی جہاں تک ملے مئے الفت
حشر میں رند سے حساب کہاں

غفلت آئی ادھر ادھر چونکے
ایک لحظہ بھی دل کو خواب کہاں

وہم کرتا ہے موج و یم کو جدا
عین دریا ہے یہ حباب کہاں

جو مئے عشق سے ہوا مدہوش
دونوں عالم میں وہ خراب کہاں

خاکساری سے عرش پر پہونچا
زیر افلاک بو تراب کہاں

ہے گہے بحر گہ دخان گہے ابر
اڑ کے پہنچا زمیں سے آب کہاں

کیا مقید نہیں وہی مطلق
ان سوالوں کا ہے جواب کہاں

جز گداؤں کے قیصر و کسریٰ
اس کی محفل میں باریاب کہاں

فلسفی عالم وجود ہے حق
فی الحقیقت ہے یہ سراب کہاں

لاکھ جلوے دکھائیں شمس و قمر
وہ ترے رخ کی آب و تاب کہاں

ساقیا دے بھی دے مئے گلفام
پھر یہ باراں کہاں سحاب کہاں

ہو محب تیرا عینیت ناممکن
یہ حقیقت کا انقلاب کہاں

عالم سیہ ہو مردم چشم سیاہ میں | تیرے سوا جو ہو کوئی میری نگاہ میں
من شر ما خلق کے ضرر سے وہی بچا | جو آگیا ہے رب فلق کی پناہ میں
پاتے کبھی نہ عالم دنیا کی لذتیں | پڑتے اگر نہ آدم و حوا گناہ میں
معراج عاشقوں کی نہیں ایک طرز پر | یونس کی حوت میں ہو یوسف کی چاہ میں
بے عشق ہے محال الی اللہ کا سفر | شیطان جن و انس کے ہیں غول راہ میں
شہرت سے اور مدح سرائی سے ہو نفور | کچھ زہر سے اثر نہیں کم واہ واہ میں
نکلے جو ماں کے پیٹ سے محشر میں آگئے | ہم سو رہے تھے چین سے آرام گاہ میں
جب سوز دل تھا قلب تپاں ہو تھا کچھ اثر | اب کیا دھرا ہے نالہ و فریاد و آہ میں
مقبول بارگاہ صمد ہو نہ کیوں غریب | جو عجز ہے گدا میں کہاں ہے وہ شاہ میں
جبتک کہ لوث جاہ سے سینہ نہ صاف ہو | ہوتی نہیں کسی کی پہنچ بارگاہ میں
کبر و غرور سے جو چھٹے مل گئی نجات | ہاروت کی طرح نہیں لٹکے ہیں چاہ میں
غیض و غضب سے بھاگ محبت شعار کر | ہے راحت و سرور دل خیر خواہ میں
شیطاں کے لشکروں کا نہیں ہمکو کوئی خوف | رحم و کرم اگر ہو ہماری سپاہ میں
توبہ کہاں لگا حشر کہاں کے یہ عدل و داد | قاتل ہے اپنے ہونگا بھلا داد خواہ میں
دنیا میں کوئی عشق سے بڑھکر نہیں ہے گزند | کھنچتا ہے کوہ خود وہ کشش ہے گیاہ میں
آسان ہے، دو دلوں میں ہم دوستی مگر | جو کچھ کلام ہے وہ فقط ہے نباہ میں

معراج روح جسم میں کیونکر نہو عجب
یونس ہیں بطن حوت میں یوسف ہیں چاہ میں

یار سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ | رخ جہاں سے پھرائے بیٹھے ہیں
وہ کھڑے ہوں تو حشر ہو برپا | لاکھ فتنے اٹھائے بیٹھے ہیں
وہ چھپے ہیں طلسم سے جو تصور یار | لوح دل پر جمائے بیٹھے ہیں

زوال دنیا کی بیوفائی پر
سیکڑوں زہر کھا کے بیٹھے ہیں

بے ثباتی حالت دنیا
بارہا آزما کے بیٹھے ہیں

کیوں نہ ہوں شمع محفل عالم
اپنی ہستی جلا کے بیٹھے ہیں

واہ ری عقل و فہم اہل جہاں
ریت پر گھر بنا کے بیٹھے ہیں

شمع پر گر رہے ہیں پروانے
بزم میں وہ جو آ کے بیٹھے ہیں

تیری تصویر ہی کو سینہ سے
ہجر میں ہم لگا کے بیٹھے ہیں

بزم میں کہہ شبہات خلوت کی
دیکھ اپنے پرائے بیٹھے ہیں

مے خم کی طرح سے اے ساقی
میرے دل میں سما کے بیٹھے ہیں

بتکدہ کو مٹا کے کعبہ میں
شیخ مسجد بنا کے بیٹھے ہیں

اس کے کوچہ میں مثل نقش قدم
اب تو آسن جما کے بیٹھے ہیں

در پہ درباں سے پوچھتے ہیں کبھی
آج کیا رنگ لا کے بیٹھے ہیں

جس بضاعت کو لیکے آئے تھے
وہ بھی اب تو گنوا کے بیٹھے ہیں

ان بتوں سے لگا کے دل محبّ
رخ خدا سے پھرا کے بیٹھے ہیں

ادھر تو کثرت امواج کا حساب نہیں
ادھر کو قلزم وحدت میں غیر آب نہیں

یہی تو ہے رخ وحدت کی بے مثال دلیل
کہ دوسرا کوئی عالم میں آفتاب نہیں

مجال ہے کوئی دیکھے تو آفتاب جلال
جو آئینہ نہیں موجود اور آب نہیں

ورق جو رو رہ تو ہے فصل ماہ باب ہما
یہ دہر کیا ترے اعمال کی کتاب نہیں

ہوئے ہیں نفس پرستی سے مضمحل اتنے
کہ ابتدائے جوانی میں بھی شباب نہیں

بڑھی جو تابش خورشید چشم خیرہ ہوئی
ظہور حسن کی کثرت ہے یہ نقاب نہیں

خیال خام ہے بے سوز عشق پختہ ہو
جلے نہ آتش سوزاں پہ وہ کباب نہیں

جو نفس پر اگر ہو جائے روح کا غلبہ
مزاج جسم میں پھر کوئی انقلاب نہیں

لحد سے آیا ہے اٹھکر براہ بطن یہاں
یہی ہے دار مکافات یوم خواب نہیں

چھٹے جو نفس سے وہ بات عقل کی سمجھے
جو اہل دل ہیں انکی طرف خطاب نہیں

وجود ہستی موج و حباب دریا ہے
حباب و موج میں پھر کیا خوص آب نہیں

اسی کی ذات سے قایم ہیں یہ صفات جہاں
نہیں وجود جو دریا کا پھر حباب نہیں

یہ اہل زہد نہ چھوٹے خراب ہوں گے کبھی
مگر جو رند ہیں تیرے یہاں خراب نہیں

حیات و موت ہماری فقط اضافی ہے
وجود حضرت آدم تو نقش آب نہیں

وجود حق ہے یہ عالم نہیں ہے وہم و گماں
جو ہو رہا ہے حقیقت ہے کچھ سراب نہیں

محال یہ ہے کہ مٹ جائے عالم ہستی
صفات و ذات خدا میں تو انقلاب نہیں

نہیں جو مہر و کرم کی نگاہ تو نہ سہی
غضب تو یہ ہے عتب پر کوئی عتاب نہیں

میرے دل میں ہزار آنکھیں ہیں
تجھ سے ہر دم دو چار آنکھیں ہیں

ہے تو ہی تو سمیع اور بصیر
تیری کیا کردگار آنکھیں ہیں

تجھ کو ہر رنگ اور صورت میں
دیکھتی بار بار آنکھیں ہیں

کر دیا اک نظر میں مست مجھے
اس کی کیا پر خمار آنکھیں ہیں

نو بہ نو رنگ دیکھتی ہیں ہزار
دمبدم نو بہار آنکھیں ہیں

غیر کی بھی پڑے نہ اس پر نظر
اپنی خود پردہ دار آنکھیں ہیں

حشر کے دن ہے وعدۂ دیدار
ہمہ تن انتظار آنکھیں ہیں

نرگس اس گل کو دیکھتی ہے کہاں
چشم ہیں کور خار آنکھیں ہیں

جب پڑے آنکھ غیر ہی پہ پڑے
یہ نظر کی مزار آنکھیں ہیں

جن سے ہوتی ہے کشت دل سرسبز
وہ مری اشکبار آنکھیں ہیں

ہے نظر ایک ذات حق کی طرح — مختلف بیشمار آنکھیں ہیں
کور چشمی سے ڈھونڈتے ہیں اسے — ہر طرف بیقرار آنکھیں ہیں
کور کو حسن کیا نظر آئے — باعث عشق یار آنکھیں ہیں
نیچی نظروں نے اور قتل کیا — حسن کی پردہ دار آنکھیں ہیں
ہے یہی روز حشر اے زاہد — دیکھتی حسن یار آنکھیں ہیں
وہ نظر آئیگا بصورت شمس — سر پہ روز شمار آنکھیں ہیں

دیکھتے ہی عجب ہوا بے خود
کس قیامت کی یار آنکھیں ہیں

خدا کو نہ دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں — یہ باطل کو حق کے سوا دیکھتے ہیں
خدا ہی کو مرد خدا دیکھتے ہیں — نہیں بت کو حق سے جدا دیکھتے ہیں
سمجھتے ہیں یہ بھی ہے شان جلالی — اگر ہم کسی سے جفا دیکھتے ہیں
مُنہ کو کیا دیکھ سکتا ہے کوئی — یہ زاہد ہمارے ہوا دیکھتے ہیں
بھلائی برائی ہیں دونوں اضافی — دوئی میں بھلا اور برا دیکھتے ہیں
نہیں اسکے چہرہ کو اور قد کو دیکھیں — قیامت میں کیا ساق پا دیکھتے ہیں
خدا یضحک و یستھزء جانتے ہیں — بتوں کی جو طرز ادا دیکھتے ہیں
ید اللہ جب دست ہر بت یہاں ہے — تو دست خدا میں حنا دیکھتے ہیں
وصال حقیقی حق ہے انھیں کو — جو حق کو بنی آدم بنا دیکھتے ہیں
سمجھتے نہیں رنگ و بو ہیں اسی کے — جو باغ جہاں کا سما دیکھتے ہیں
یہ تنزیہ و تشبیہ کس جا جدا ہیں — کہ دونوں بہم ایک جا دیکھتے ہیں
خدا ہی چلاتا ہے جب سیدھی رستے — تو کس کو مضل رہنما دیکھتے ہیں
جو سمجھے نہیں آپ کو اور خدا کو — وہی تو قدر اور قضا دیکھتے ہیں

جو قرآں میں یونو دگرو کو دیکھا
تو حق سے وفا و دغا دیکھتے ہیں

انھیں کا مددگار ہے ذرّہ ذرّہ
تجھی کو جو مشکل کشا دیکھتے ہیں

انھیں کو کھلاتا ہے خود ہاتھ سے وہ
کہ جنکو یہ بے دست و پا دیکھتے ہیں

یہاں ذرّہ ذرّہ انا کہہ رہا ہے
ہر اک شے میں شان خدا دیکھتے ہیں

کھلیں جب سے آنکھیں تو دیکھا اسی کو
محبّ خلق کو ہم خدا دیکھتے ہیں

مقیّد ہوں کبھی آزاد ہوں میں
کبھی قمری کبھی شمشاد ہوں میں

ہوا آباد مجھ سے خانۂ عشق
میں نالہ ہوں کبھی فریاد ہوں میں

مذاہب میرے یہ سب راستے ہیں
بنائے ملّت ہفتاد ہوں میں

پری و دیو و جن سب ہیں مسخر
خلیفہ حق کا آدم زاد ہوں میں

کبھی ہے موم سے بھی دل میرا نرم
کبھی خود پنجۂ فولاد ہوں میں

یہ ظلم و عدل دو شانیں ہیں میری
جفا ہوں میں کبھی خود داد ہوں میں

کبھی ہے بیکسی میرا ہی شیوہ
غریبوں کی کبھی امداد ہوں میں

گہے فرہاد ہوں اور گاہ شیریں
گہے مانی گہے بہزاد ہوں میں

خلف اور ناخلف اسمار ہیں میرے
سلف ہوں اور کبھی اخلاف ہوں میں

کبھی مجرم کبھی مقتول بے کس
کبھی عادل کبھی جلّاد ہوں میں

کبھی مضطر کبھی صابر کبھی حلم
کبھی شاداں کبھی ناشاد ہوں میں

کبھی کل ہوں کبھی ہوں جزو ہر کل
موافق ہوں کبھی اضداد ہوں میں

کبھی ہوں نوع سافل جنس عالی
گہے فصل اور گہے افراد ہوں میں

مری ہستی سے ہے ہستی عالم
سما و ارض کی بنیاد ہوں میں

مرے دو نام ہیں شیطان و رحمان
ضلالت ہوں کبھی ارشاد ہوں میں

نہیں معلوم کچھ اپنی حقیقت   بظاہر گرچہ خاک و باد ہوں میں

محبت سے محبؔ بندہ ہوا ہوں

حقیقت میں مگر آزاد ہوں میں

تیر مژگاں سے کچھ گریز نہیں   آہوئے دشت ہو بھی تیز نہیں

ہو رہی ہے فلک سے بارش سنگ   کون دل ہے جو ریز ریز نہیں

ایک محشر ہے عالم دنیا   کیا قیامت کی رستخیز نہیں

شادیوں کا ہے زر پہ دار و مدار   علم بھی ہو تو کیا جہیز نہیں

ایک مدت میں ہوئیگی تعلیم   کچھ یہ خطّہ تو علم خیز نہیں

صلح کل ہے مقام وحدت کا   جنگ اس جا نہیں ستیز نہیں

اس کی زلفیں کھلیں نہیں شاید   جو صبا آج عطر بیز نہیں

ہم بھی ہوتے مہذبوں میں شریک   کیجئے کیا کہ گھر میں ہیز نہیں

مر کے آتے ہیں پھر بھی دنیا میں   دام سے نفس کے گریز نہیں

جنگ دنیا سے بچ نہیں سکتا   نفس بد سے اگر ستیز نہیں

یہ مؤذن کی ہے صدائے مہیب   مست کا نعرۂ بر بیز نہیں

جا کے مسجد میں کیا کریں زاہد   مئے نہیں نعرۂ بریز نہیں

ہے نماز اک نمونۂ محشر   مسجدوں میں نشست و خیز نہیں

روکنے سے محبؔ رکی نہ زباں

حکم حق سے کوئی گریز نہیں

اس شمع جہاں سوز کا پروانہ میں ہی ہوں   خود آگ میں جلجائے وہ دیوانہ میں ہی ہوں

مستیٔ مئے عشق سے جو آپ کو بھولا   بیداری عالم میں وہ مستانہ میں ہی ہوں

افلاک و زمیں سے نہ اٹھا بار امانت   خود سر پہ لیا عشق کو دیوانہ میں ہی ہوں

گردش میں مری قلب کی حرکت سی جہاں ہے — عالم میں مئے عشق کا پیمانہ میں ہی ہوں
دنیا یہ مری عشق کی مستی سے ہے مسرور — عرفاں کی مئے ناب کا خمخانہ میں ہی ہوں
دلمیں بھی نہیں جس کے بجز ہو کوئی ارماں — آبادئ دنیا میں وہ ویرانہ میں ہی ہوں
پھرتے ہیں جسے ڈھونڈتے سب جن و ملک — عالم میں اسی یار کا کاشانہ میں ہی ہوں
جس تخم سے اس عالم ہستی کا نمو ہے — اس کشت خرابات میں وہ دانہ میں ہی ہوں
میں وہ ہوں کہ معراج کی شب عرش پہ پہونچا — افلاک کا تاج سر شاہانہ میں ہی ہوں
منبر پہ میں ہی بیٹھکے کرتا ہوں ہدایت — مستوں میں سر مجلس رندانہ میں ہی ہوں
سر چڑھ کے نہ چھوٹا جو کبھی دام بلا سے — زلف سر محبوب کا وہ شانہ میں ہی ہوں

قطعہ

خواہش مری بت اور مری النفس ہے بتگر — محمود سے ٹوٹا نہ وہ بتخانہ میں ہی ہوں
سب جن و ملک پاؤں پہ رکھتے ہیں مرے سر — وہ مشت غبار در جانانہ میں ہی ہوں
بے میرے توسط کے نہ پہونچا کوئی در تک — اس شوخ کا سر رشتۂ یارانہ میں ہی ہوں
کیا میری حقیقت کو ملک خاک سمجھتے — اس احدیت ذات کا دُردانہ میں ہی ہوں
خود ہو کے خدا بندہ کا ناچیز بنا ہیں — ہشیار ہوں کہنے کو یہ دیوانہ میں ہی ہوں
خود ہو کے خدا آپکو کہتا ہوں میں بندہ — اس راز حقیقت کا تو افسانہ میں ہی ہوں

فرمائش جاناں سے غزل میں نے لکھی ہے
الفت میں محب بندۂ جانانہ میں ہی ہوں

ہر دم ہے دل میں ذکر ہوا انا الیہ راجعون — باقی رہا اب میں نہ تو انا الیہ راجعون
ہے لفظ وہ معنی ہے وہ کہتا ہے وہ سنتا ہے وہ — ہر جا اسی کی گفتگو انا الیہ راجعون
دل میں اسی کی فکر ہے لب پر اسی کا ذکر ہے — ہر جا اسی کی جستجو انا الیہ راجعون
ظاہر وہی باطن وہی آگے وہی پیچھے وہی — ہر جا وہی ہے دو بدو انا الیہ راجعون

ساقی کی مستانہ نظر پڑتے ہی دل جاتا رہا
کہنے لگے جام و سبو انا الیہ راجعون

ہو کر بخار اونچا اٹھا پھر ابر ہو کر وہ گرا
آیا پلٹ کر آب جو انا الیہ راجعون

تیرے شہید ناز سب خود پاک ہیں ہر لوث سے
بے گور بے غسل و وضو انا الیہ راجعون

طوفان مایوسی میں جب چاروں طرف سے گھر گیا
دل نے کہا لا تقنطوا انا الیہ راجعون

باد بہاری و خزاں دیتی ہے ہر دم یہ خبر
ہر تخم ہے بعد از نمو انا الیہ راجعون

ہر دم گلوں سے ہے عیاں فصل بہاری و خزاں
جاتے کہاں ہے رنگ و بو انا الیہ راجعون

موری کا اور نالہ کا سب جاتا ہے پانی بحر میں
یکساں ہیں بدبخت و نکو انا الیہ راجعون

مرنے سے پہلے مر مٹے اور ترک کی ہم نے تو سب
حور و جناں کی آرزو انا الیہ راجعون

بھٹکے بہت ہم راہ سے کھائیں ہزاروں ٹھوکریں
اس زال دنیا پر تفو انا الیہ راجعون

کیا گرمیاں ہیں آج کل جلتے ہیں سب ارض و سما
ہر دم یہی کہتی ہے لو انا الیہ راجعون

ہر جا مچا ہے ایک بلا طاعون کہیں جنگ و جدل
ہے موت میں بھی کیا غلو انا الیہ راجعون

ادا و ناز میں جور و جفا میں دلربائی میں
ملا ہم کو نہ اس بت سا کوئی سارے خدائی میں

مزا ہے اس بت عیار کی جب بیوفائی میں
خدا جانے کہ کیا ہوگی مسرت آشنائی میں

جہاں آئینہ خانہ ہے جمال روئے زیبا کا
وہ خود بینی میں کامل ہے مکمل خودنمائی میں

وصال حور جنت میں بھی وہ لذت نہیں ملتی
تیرے عاشق جو پاتے ہیں مزا تیری جدائی میں

ہوئی راحت میسر چھوڑ کر تدبیر جب بیٹھے
بہت نقصان اٹھائے ہمنے قسمت آزمائی میں

ثنائے یار میں جو شعر نکلا بے بہا نکلا
زباں دانی میں بندش میں معانی میں صفائی میں

شراب عشق پی چھپکر کسی مسجد میں اے زاہد
کمال ظاہر و باطن ہے رندی پارسائی میں

دلوں کی بیڑیاں ہیں رنج و شادی توڑ دے اسکو
مقید اہل دنیا ہیں بھلائی میں برائی میں

خدا کی حمد گر کرتا تو مالک تھا خدائی کا
گذاری عمر شاہوں کی عبث مدح سرائی میں

امارت کے مزے آخر عذاب نار دوزخ تھے ۔ ملے جنت کے سارے عیش فقر و بینوائی میں

محب کعبہ کو جائے شیخ یا صفت آسمانوں پر
نہیں الفت جب اس بت کی وہ ہر اک جا ہی سمائی میں

یہ دنیا و عقبیٰ ہے کیا کچھ نہیں ۔ یہاں تو خدا کے سوا کچھ نہیں
میں اس عالم ہو کے میداں میں ہوں ۔ جہاں خلق و ارض و سما کچھ نہیں
وہاں ہے نہ عالم نہ معلوم و علم ۔ ملک عرش بندہ خدا کچھ نہیں
اسی کے ہیں احکام سلب و ثبوت ۔ قدر کچھ نہیں اور قضا کچھ نہیں
اسی کی مشیت کا سب ہے ظہور ۔ یہ تاثیر آب و ہوا کچھ نہیں
بتائیگا کیا عاشقوں کو طریق ۔ رہ عشق میں رہنما کچھ نہیں
یہ ہیں نفس کے وہم مرگ و حیات ۔ جو پوچھا خرد سے کہا کچھ نہیں
ترے دل کا ہے یہ دعا میں اثر ۔ تقاضا ہے دل ہے دعا کچھ نہیں
یہ ہے بندگی اور بیچارگی ۔ کہ اپنی ثواب و خطا کچھ نہیں
ہر اک درد کا ہے جہاں میں علاج ۔ مگر درد دل کی دوا کچھ نہیں
بہت خوشنما گرچہ ہیں رنگ و بو ۔ مگر ان گلوں میں وفا کچھ نہیں
یہ کہتے ہیں عشاق سے بت مدام ۔ ہمیں ہیں جہاں میں خدا کچھ نہیں

جو کچھ ہو رہا ہے وہی خوب ہے
محب کی جہاں میں دعا کچھ نہیں

خلوت و جلوت میں ہے، وہ سنا تنہائی نہیں ۔ کیا بیاں کیجئے زباں منہ میں ہے گویائی نہیں
تیرے دروازے کے کتوں کو جو ہی نعمت نصیب ۔ بادشاہوں نے بھی وہ دولت کبھی پائی نہیں
جامۂ تقویٰ میں ہے وہ دلربائی اور پھبن ۔ حلۂ حور جناں میں بھی وہ زیبائی نہیں
کس نے چونکایا ہمیں خواب عدم میں مست تھے ۔ پیٹ سے ماں کے لحد تک ہم کو نیند آئی نہیں

یہ علوم فلسفی یہ عقل و دانش ہیں مگر
گر نہ پہچانا خدا کو تو یہ دانائی نہیں

دید پر موقوف ہے تنگی و وسعت خلق کی
سیر میں آنکھیں تو ہیں لیکن انہیں بینائی نہیں

عاشقوں کا صفحۂ ہستی سے مٹتا کب ہے نام
عشق میں جو کچھ ہو رسوائی وہ رسوائی نہیں

یوں تو خواب و خور میں حیوان بھی بسر کرتے ہیں زیست
کیا مزا جینے میں ہے جب بادہ پیمائی نہیں

آئینہ ہے سامنے اور محوِ حسن عکس ہے
اے پری رو مجھکو خلوت میں بھی تنہائی نہیں

تیرے ہی اندر سے ہے ہر دم تجلی صفات
کچھ حقیقت میں جدائی و شناسائی نہیں

تو نہ دیکھے گر تو یہ تیری نظر کا ہے قصور
کیا ہر ایک پردے سے صورت اس نے دکھلائی نہیں

بے غرض خدمت سے ہو جاتے ہیں غیر اپنے غلام
خود غرض اشخاص کے بھائی بھی تو بھائی نہیں

عاشقی میں دین و دنیا سے بھی ہیں بڑھ کر مزے
ورنہ کچھ میں اے مجذوب مجنون سودائی نہیں

کونسی جا ہے جہاں وہ رخ نظر آتا نہیں
دیر و کعبہ میں بھی نابینا اسے پاتا نہیں

ایک ہستی کو سمجھتا ہے ہزاروں ہستیاں
لاکھ سمجھایا مگر یہ وسوسہ جاتا نہیں

اس کا رخ والشمس زلفیں اس کی دو واللیل ہیں
کیا خدا اس بت کی قرآں میں قسم کھاتا نہیں

کوئی گہوارہ میں ہے مولود کوئی خاک پر
دولت و بخت شکم سے ماں کے کیا لاتا نہیں

جس نے دیکھی ہے ترے روئے منور کی جھلک
چاند اور سورج کا چہرہ کبھی مجھے بھاتا نہیں

زال دنیا اور شیطانوں سے تو یہ دوستی
اولیاء اللہ سے رشتہ نہیں ناتا نہیں

کس کے جینے کی خوشی اور کس کے مرنے کا غم
جز خدا کے کوئی میرا دوست ان داتا نہیں

عالم اسباب میں اسکو کہاں سے آئے زر
جو کوئی دنیا میں دیتا اور دلاتا نہیں

ہر پرندہ حضرت داؤدؑ ہے وقت سحر
کون ہے حمد و ثنائے حق کو جو گاتا نہیں

جس کو اس کی آب رحمت سے بہرہ ہے فقط
وہ خزاں میں بھی شجر صرصر سے مرجھاتا نہیں

کیا ترے عاشق کے نظروں میں ہے جور و قصور
دل کو اپنے ان کھلونوں سے وہ بہلاتا نہیں

اہل دنیا کو ہے بزم عیش میں بھی انتشار   چاہ زندان میں بھی دل عاشق کا گھبراتا نہیں

ہے گلوں کے آمد و شد سے عجب قائم یہ باغ
کون کہتا ہے کہ مر کر پھر یہاں آتا نہیں

سحاب طبع سے عرفان کے موتی برستے ہیں   ملیں الماس دیکر بھی جواہر یہ تو سستے ہیں
تری غزلوں کو سنکر کیوں نہ عارف وجد میں آئے   جنان روح سے لائی ہوئے پھولوں کے دستے ہیں
تری دیدار سے فائز ہے بتخانہ میں ہر کافر   مگر یہ زاہدان خشک مسجد میں ترستے ہیں
اثر تو دیکھیے اللہ ہو کے ذکر دائم کا   حرم ہوتی ہے وہ بستی جہاں ہم جا کے بستے ہیں
ہوا و حرص سے بچ اور ذکر و فکر کر ہر دم   وہ ہیں دوزخ کے رائیں اور یہ جنت کے رستے ہیں
بہت مشکل ہے راہ عشق میں ثابت قدم رہنا   کمر ہر دم جہاد نفس پر عشاق کستے ہیں
بغیر روئے بت کیونکر خدا کو کوئی دیکھیگا   تری باتوں پہ اے شیخ خرف اطفال ہنستے ہیں
کراماً کاتبین سے کیا غرض جب یاد ہے تیری   بغل میں تیرے ہی اعمال نیک و بد کے بستے ہیں
فلک سے فیض آتا ہے اگر جذب محبت ہے   وگرنہ خشک صحرا میں کہاں بادل برستے ہیں
حسد بغض و نفاق و کبر و کذب و خشم خود داری   اجڑ جاتی ہے وہ بستی جہاں یہ جا کے بستے ہیں
ہزاروں پیچ و خم ہیں مذہب و ملت کی راہوں میں   خدا تک تجھکو پہنچائیں وہ دل کے صاف رستے ہیں
قیامت ہے قفس میں بھی تو اے صیاد پردہ ہے   گلوں کی دید کو گلزار میں بلبل ترستے ہیں

محب ان آفتوں سے تو نہ گھبرا راہ الفت میں
کسوٹی پر چڑھا ہیں سیم و زر ہوشیار کستے ہیں

جبیں برسوں مساجد میں عبث زاہد رگڑتے ہیں   خدا ملتا نہیں ہے جو بتوں کے پاؤں پڑتے ہیں
خدا محفوظ رکھے نخوت و بخل و عداوت سے   دماغ اہل دنیا وہم غیریت سے سڑتے ہیں
وہی کرتے ہیں طے پرخون راہ عشق کی گھاٹی   لڑائی نفس بد کے ساتھ جو ہر آن لڑتے ہیں
خدا کی راہ میں کرتے نہیں کچھ خرچ مال و زر   دماغ اہل دولت خود پرستی سے بگڑتے ہیں

غرور اتنا نہ کر جاہ و حشم کی پائیداری پر
بلند اشجار بادِ تند سے دم میں اکھڑتے ہیں

دوئی کو چھوڑ دے اور کر نجات دو جہاں حاصل
قیامت تک یہ میں تو کے کہاں جھگڑے بکھیڑے ہیں

سرور و غم عبث ہے ان گلستانوں کی حالت پر
کہیں آباد ہوتے ہیں کہیں دم میں اجڑتے ہیں

ترے در کے گداؤں کے بیاں کیا کیجیے رتبے
انہیں الماس کے تاج شہنشاہی میں جڑتے ہیں

خدا تو ایک ہے سب کا مسلماں ہو کہ کافر ہو
مگر یہ ملت و مذہب پہ ہم ناحق جھگڑتے ہیں

طلب میں جاہ کی سر پر اٹھاتے ہیں پہاڑوں کو
مگر راہ خدا میں ہر قدم پہ نفس اڑتے ہیں

خدا محفوظ رکھے نفس کے ان داؤ پیچوں سے
جہاں کے رستم و سہراب دم بھر میں پچھڑتے ہیں

قیامت ہے مشایخ مولوی گر بے بصیرت ہوں
خراب ہوتے ہیں اصحاب دماغ و دل بگڑتے ہیں

محب ہر آن بعث و نشر ہے دیکھ اسکو آنکھوں سے
شکم سے ماں کے ہم آتے ہیں جب قبروں میں گڑتے ہیں

حقیقت پوچھتے ہو گر تو ہم جیتے نہ مرتے ہیں
کبھی کھاتے ہیں غوطہ اور کبھی اوپر ابھرتے ہیں

ہمیں ہوتے ہیں مالک ان زمینوں آسمانوں کے
تیری ہستی پہ جب اپنی خودی قربان کرتے ہیں

یہ ذکر و فکر حق کے ہر ملائک نے کہاں پائے
انہیں سے دم میں ہم سات آسمانوں سے گذرتے ہیں

زمیں سے عرش تک ہے دو قدم کا راستہ سالک
قدم اک نفس پر اور دوسرا جنت میں دھرتے ہیں

سما و ارض دونوں کی کشش سے کشمکش میں ہیں
کبھی چڑھتے ہیں ہم اوپر کبھی نیچے اترتے ہیں

سر منصور کٹنے سے انا الحق کی صدا پھیلی
بھڑک اٹھتا ہے شعلہ شمع کا جب گل کترتے ہیں

یہ عالم آئینہ ہے دست معشوق حقیقی میں
کبھی بنتی ہیں زلفیں اور کبھی گیسو سنورتے ہیں

بنائے عالم امکان ہے قائم مہر و الفت پر
جو ٹوٹا تار رشتہ تسبیح خود دانے بکھرتے ہیں

ہو جب تک کہ اسکا عشق دل زندہ نہیں ہوتے
گلوں کے رنگ بلبل تابش غم سے نکھرتے ہیں

دلوں پر جنکے ڈالا ہے دوئی نے وہم کا پردہ
وہ اسکو دیکھتے ہیں اور صورت سے مکرتے ہیں

بہم لڑتے تو ہیں یہ مذہب و ملت کی بابت سے
مگر معشوق سب کا ہے تو ہی دم تیرا بھرتے ہیں

بڑے مردان حق کا کام ہے یہ عشق جانبازی
کہاں اہل ہوس اس راہِ الفت میں ٹھہرتے ہیں

عجب کربِ بلائے عشق بھی تو ایک نعمت ہے
وہ ہوتے ہیں شہید حق محبت میں جو مرتے ہیں

عشق کے راز کہاں سب سے کہے جاتے ہیں
دل کے دل ہی میں خزانے یہ رہے جاتے ہیں

کشتی عشق میں آبیٹھ کے ہو جائے پار
سیکڑوں نفس کے طوفاں میں بہے جاتے ہیں

منزل عشق کے نزدیک ہیں یارانِ طریق
ہم پس قافلہ افسوس رہے جاتے ہیں

جان دیتے ہیں تیری راہ میں جو عاشق ہیں
بوالہوس سے یہ کہاں جور سہے جاتے ہیں

دل کو آتا نہیں جنت میں نہ دنیا میں قرار
گاہ آتے ہیں یہاں اور گہے جاتے ہیں

گردش چرخ و زمیں سے کہاں بچتے ہیں محل
خود بخود سیل حوادث سے ڈھہے جاتے ہیں

طور سینا جسے کہتے ہیں یہی دل ہے محب
جو کلام آتا ہے حق سے وہ کہے جاتے ہیں

متاعِ ہر دو جہاں ہم فدائے جام کریں
سوائے بادہ کشی اور نہ کوئی کام کریں

نظر کے سامنے آجائے وہ مہِ کامل
جو یادِ زلف و رخ یار کو مدام کریں

جو جائیں بتکدہ و دیر میں کبھی اے شیخ
خدا سمجھ کے ہر اک بت کو ہم سلام کریں

جو بندشوں سے ہم اس نفس بد کے چھوٹ جائیں
زمیں سے عرش پہ جائیں جہاں قیام کریں

اسی سے خلوت و جلوت میں ہم کلامی ہے
وہ ہم نہیں کہ فقط طور پر کلام کریں

وہ دیندار نہیں کافر حقیقی ہیں
جو اسکو چھوڑ کے مشہور اپنا نام کریں

سمجھ میں آئے اگر لا الٰہ الا اللہ
سلام کعبہ کو اور بت کو رام رام کریں

جو چاہتے ہیں کہ دونوں جہاں سے ہوں آزاد
وہ درسِ عشق کو اس زیست میں تمام کریں

ہمارے رزق کی رزاق کو ہی لازم فکر
ہمیں جنوں نہیں روزی کا اہتمام کریں

یقین ہے کہ کبھی وصل یار ہو جائے
جو ذکر یار کو ہم صبح اور شام کریں

مسافران عدم سے محبؔ نہ دل کو لگا
سرائے دہر میں ممکن نہیں قیام کریں

دیر و حرم میں جا کے سر کو پٹک رہے ہیں
دلمیں تو وہ صنم ہے ناحق بھٹک رہے ہیں
عقل فلاسفہ ہے مجبور جنکی حل سے
وہ میکدے کے بخشے میخوار بک رہے ہیں
واعظ کے دل سے سامع مضمون کھینچتے ہیں
گل گوش بر صدا ہیں بلبل چہک رہے ہیں
کہتا کوئی خدا ہے خود کو کوئی انا الحق
پیکر شراب وحدت میکش بہک رہے ہیں
بے علم معرفت کے اہل جہاں ہیں مردے
بے دم کوئی یہاں ہے کوئی سسک رہے ہیں
غفلت سے کچھ ہیں چونکے کڑکے سے داغ طونچے
پستی میں نفس بدکی گر گر اچک رہے ہیں
جبتک نہ سوز غم ہو جاتی نہیں ہے خامی
کچھ خام ہیں شجر پر کچھ آم پک رہے ہیں
زیر بغل ہے بچہ اور شہر میں ڈھنڈورا
دیر و حرم کے چکر کھا کھا کے تھک رہے ہیں
پختہ خیال دل سے آتے ہیں یہ زباں پر
پھل شاخ تر سے پک کر از خود ٹپک رہے ہیں
صدمات دہر سے کچھ چونکے تھے اہل غفلت
پھر آرزو و ارماں ان کو تھپک رہے ہیں

غصہ محبؔ یہ ہر دم بلڈاگ کی سی خصلت
آقا ملازموں پر ناحق بھبک رہے ہیں

اس پر پردہ کا ترے دلمیں گذر ہے کہ نہیں
جان عالم ہے تو ہی تجھ کو خبر ہے کہ نہیں
دل کو ہے کشمکش دہر سے ہر وقت عذاب
بے مے و ماہ کے دنیا یہ سقر ہے کہ نہیں
شادی و غم تجھے دنیا میں کہاں سے آئے
نخل اعمال کا تیرے یہ ثمر ہے کہ نہیں
کیا بناتا ہے مکاں دار فنا میں پکے
تجھ کو اس عالم دنیا سے سفر ہے کہ نہیں
ہر قدم پر نظر آتے ہیں یہاں حشر و نشر
تیری رفتار میں یہ فتنہ و شر ہے کہ نہیں

جو ادھر عالم ارواح میں ہے لطف و خوشی
وہ محبؔ نفس کے عالم میں ادھر ہے کہ نہیں

اٹھا کے دیکھا دوئی کا پردہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں
میں خود ہوں معشوق خود ہوں شیدا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

حجاب کثرت جو دل سے اٹھا تو صاف مجھ کو نظر یہہ آیا
کہ میں ہی مجنوں ہوں میں ہی لیلیٰ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

خیال میرا بشکل دلبر ہوا جو شب خواب میں نمایاں
تو دیکھا حیرت فزا تماشہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

زمیں کو چھانا فلک پہ گھوما حرم میں ڈھونڈا کہیں نہ پایا
کھلا یہ مدت کے بعد عقدہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

جو اس کو دیکھا تو خود کو پایا جو اس نے دیکھا تو مجھ کو پایا
یہ میری صورت سے ہے ہویدا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

نہ رکھ تو روزہ نہ پڑھ نمازیں نہ کاٹ دیر و حرم کے چکر
اٹھا دے دل سے دوئی کا پردہ کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

جو اُس کی ہستی وہ میری ہستی جو میری صورت وہ اوسکی صورت
جدا نہیں ہے حباب دریا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

جو میں عیاں ہوں تو وہ نہاں ہے جو میں نہاں ہوں تو وہ عیاں ہے
کبھی ہے ظاہر کبھی ہے اخفا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

محبؔ پھرا اسکو ڈھونڈھتا میں زمیں سے تا عرش گھومتا میں
جو پایا اسکو تو دل میں پایا کہ یار مجھ میں میں یار میں ہوں

عاشقی محویت کی شان کہیں	کبر و معشوقیت کی آن کہیں
یہ دکھائے نہ انقلاب فلک	سر کہیں ہو یہ آستان کہیں
سب ترے وہم کا ہے یہ چکر	نہ زمیں ہے نہ آسمان کہیں

یارب اس دل پہ آفتیں کب تک ختم ہو جائے امتحاں کہیں
بد زبانی سے نیش عقرب کا ہو نہ جائے تیری زباں کہیں
پیٹ میں بھر رہا ہے مال حرام منہ نہ دوزخ کا ہو دہاں کہیں
کیا بڑھاپے میں خواہش زر و مال پیر ہوتے بھی ہیں جواں کہیں
بار تعمیر کیوں اٹھائیں ہم ہے کہیں قبر اور مکاں کہیں
کہہ نہ وسواسیوں سے عشق کا راز ہو نہ جائیں وہ بدگماں کہیں
اہل دنیا ہیں سب پریشاں حال تن کہیں دل کہیں ہے جاں کہیں

سو نہ غفلت سے اے محب اتنا
چھوٹ جائے نہ کارواں کہیں

ظلم رحمت کی انتہا ہی نہیں اور جو کچھ کریں خطا ہی نہیں
ڈھونڈھنا ہو اسے تو دل میں ڈھونڈ دیر و کعبہ میں تو پتہ ہی نہیں
ان بتوں کو ہے اپنے حسن پہ ناز گویا انکا کوئی خدا ہی نہیں
وہ نہ سمجھیگا راز غواصی بحر سے جو کہ آشنا ہی نہیں
پوچھتا کیا ہے درد عشق طبیب اس مرض کی کوئی دوا ہی نہیں
موت ہے چارہ ساز بیماراں جز فنا کے کوئی شفا ہی نہیں
بام پر عشق کے عروج کہاں نفس کے سر پہ تیرا پا ہی نہیں
رحمت غیر بھی ہے ظلم و ستم ظلم جاناں اگر جفا ہی نہیں
تیری نسبت سے ہے ثواب و خطا اس کی نسبت سے کچھ خطا ہی نہیں
ہے کسی گل میں بو کسی میں نہیں خوبرویوں میں کیا وفا ہی نہیں

عشق سے ہے محب ہمیں مطلب
بیوفائی کا کچھ گلا ہی نہیں

ثمر نہیں جس میں وہ بشر ہی نہیں
شر سے شیطان کو حذر ہی نہیں

علم پہلے عمل سے لازم ہے
بے عمل کے یہاں گذر ہی نہیں

دل سے سیدھا ہے راستہ حق تک
کوئی اس راہ میں خطر ہی نہیں

سو گنہ خیر میں ہے نفع یہاں
اس تجارت میں کچھ ضرر ہی نہیں

زندہ بے یاد حق کے ہے مردہ
بے خبر تجھ کو یہ خبر ہی نہیں

جو نہ عامل ہو ناصح و واعظ
بات میں اس کی کچھ اثر ہی نہیں

ایک در دل کا ہے خدا کیطرف
اور اس کی طرف کو در ہی نہیں

کاٹ اس آرزو کی بیخ و بُن
نخل امید میں ثمر ہی نہیں

یا الٰہی ملیگا وہ کب تک
شب ہجران کی کیا سحر ہی نہیں

کھانہ دھوکا شب جہالت میں
اس کا چہرہ ہے یہ قمر ہی نہیں

ہے عداوت محب عذاب جاں
اور اس کے سوا سقر ہی نہیں

گل خار سے بھی کم ہے حسد کی نگاہ میں
ڈالا برادروں ہی نے یوسفؑ کو چاہ میں

پھر کر خدا سے دل ہے گرفتار حرص و آز
ڈالا ہے گرگ نفس نے یوسفؑ کو چاہ میں

جا راستے سے عشق کے تا منزل بقا
ہر ہر قدم پہ گلشن جنت ہے راہ میں

آزادگی و مستی فاقہ سکون دل
جو بات ہے گدا میں نہیں ہے وہ شاہ میں

افتادگی نفس سے ہے روح کو عروج
سو طرح کے فتوح ہیں حال تباہ میں

گھبرا نہ اثر و ہام بلا ہائے دھر سے
پنہاں ضیائے شمس ہے بخت سیاہ میں

سمجھے ہیں دوستی کو بھی وہ ایک دل لگی
دشواریاں غضب کی مگر ہیں نباہ میں

بیڑی ہے دل کے پاؤں میں یہ شہرت جہاں
کیوں عمر کھو رہا ہے تمنائے جاہ میں

عالم نظر فریب ہے شہرت ہے دلفریب
کر غور سے نظر کہ سیاہی ہے ماہ میں

دونوں میں ایک ذات میں ہرگز جدا نہیں — واجب بھی ایک فرض ہے عبد و اللہ میں

اس سنگدل کے عشق میں آہیں نہ بھر محب
آتش کا کیا اثر ہے تری سرد آہ میں

بلبل میں دل ہے دلمیں ہے عشق رخ جاناں — گلشن میں گل ہے گل میں ہے رنگ و بوئے جاناں
منھ بند نفس کا کر بیٹھ تو ذکر حق سے — پھر گوش دل سے ہر دم سن گفتگوئے جاناں
شاید ملک کو حاصل برسوں کے کسب سے ہو — آساں ہے عاشقوں کو تحصیل خوئے جاناں
اس راہ کشمکش میں اسطرح سے گذر کر — دنیا کی سمت آنکھیں اور دید سوئے جاناں
جی چاہتا ہے جتنا پی لے شراب وحدت — خالی کبھی نہ ہوگا جام و سبوئے جاناں
دنیا و دیں کو چھوڑے تب عشق دلمیں لائے — یوں تو ہر ایک دل میں ہے آرزوئے جاناں

زاہد محب نہ سمجھا فردوس کی حقیقت
کہتا ہے جسکو جنت وہ تو ہے کوئے جاناں

ردیف و

کر ذکر جمیل اسکا کہ افسانہ جہاں ہو — وہ دل میں تجلی ہو کہ ویرانہ جہاں ہو
اپنا وہی کعبہ ہے وہی دیر و حرم ہے — گلفام ہو ساقی مے و پیمانہ جہاں ہو
ہے حسن کو عشاق سے کس درجہ تعلق — جلتی ہے وہاں شمع کہ پروانہ جہاں ہو
شیشوں کی نمائش ہے دکانیں نہیں چلتیں — آتے وہیں میخوار ہیں میخانہ جہاں ہو
ہوتے نہیں وہیں مرغ ہوسناک گرفتار — ہو دام نہاں اور عیاں دانہ جہاں ہو
ہے اتنے حجابوں پہ بھی کیا حسن کی تابش — بے پردہ جو ہو جائے تو دیوانہ جہاں ہو
اس عشق کو پردہ ہی میں رکھنے سے ہے دنیا — گر محرم حقیقت کہوں بیگانہ جہاں ہو

عزلت میں جو پاتے ہیں تری ذکر کی لذت
پاتے وہ نہیں مجلس شاہانہ جہاں ہو

ارپھر کے وہیں آتے ہیں میخوار بلا نوش
مئے چلتی ہو کیفیت مستانہ جہاں ہو

ہے شیخ بھی دستار کی عزت کو بچاتا
آتا نہیں وہ مجلس رندانہ جہاں ہو

آبادی و رونق ہے اسی نفس کی دم سے
ورنہ جو یہ مرجائے تو ویرانہ جہاں ہو

ذاکر نہو مذکور تو کیا ذکر سے حاصل
مذکور جو ظاہر ہو تو پیدا نہ جہاں ہو

ہوتے ہیں محب اہل تجرد ہی یہیں کامل
ملتا ہے وہیں گنج کہ ویرانہ جہاں ہو

اسی کے ذکر سے رکھ تر زباں کو
وگرنہ ہے یہ بہتر سی دہاں کو

مسافر خانہ دنیا میں رہ کر
نہیں معلوم جائینگے کہاں کو

جو سچ پوچھو تو ہے علم ایک نکتہ
وگرنہ ہے بہت وسعت بیاں کو

ملا آخر وہ اپنے دل کے اندر
بہت چھانا زمین و آسماں کو

وجود حق کو ہم سمجھا کئے خلق
بڑھایا اسقدر وہم و گماں کو

ظہور حضرت حق ہے یہ عالم
سمجھ آئینہ اس کون و مکاں کو

پر اللہ ہو سے ایک دم میں
کرینگے طے مکان و لامکاں کو

منزہ اور مشبہ دونوں مشترک
کیا کرتے جدا ہیں جسم و جاں کو

جو حق عالم میں ہے اور حق میں عالم
تو پاتے ہیں نشاں میں بے نشاں کو

کہیں بڑھکر چمن میں آتش گل
نہ پھونکے بلبلوں کے آشیاں کو

بہار آئی ہے لا ساقی پئے دو جام
نہیں ہوتی ہے دیر آتے خزاں کو

کمال روح ہے یہ عالم جسم
نہیں وہ چھوڑتی ہے اس جہاں کو

قطعہ

جواں ہے عہد طفلی سے تو واقف
مگر معلوم کیا پیری جواں کو

نہیں ادنیٰ اکو اعلیٰ کی خبر کچھ　　جو دوزخ میں ہیں کیا جانیں جنان کو

محبت ہو جائیگی سیر چمن بھی
بناؤ دوست پہلے باغبان کو

تم کو دیکھیں تو خدا کی یاد ہو　　بے زبان کی کسطرح فریاد ہو
یاد ہو دل میں تو اسکی یاد ہو　　بھول جاؤں سب کو تو دلشاد ہو
نو بہ نو ہر دم ہیں شانیں آپکی　　واہ واہ کیا صاحب ایجاد ہو
ہے امیروں کی تواضع سے غرض　　بیکسوں کی بھی کبھی امداد ہو
ہے یہی مشکل کہ کیا سمجھیں تمھیں　　تم تو بندہ بھی ہو اور آزاد ہو
کس نے دیکھا ہے تمھیں تنزیہہ میں　　حشر میں دیکھینگے کیا ارشاد ہو
آب کے قطرے پہ کھینچیں صورتیں　　صنعت تصویر میں استاد ہو
صورت باطن دکھا دیتے ہو خود　　آپ اپنے مانی و بہزاد ہو
ہم تو سمجھے تھے ملک ہو یا پری　　اب ہوا معلوم آدم زاد ہو
تم ہی تو ہو عالم ہستی کی جان　　آب و آتش اور خاک و باد ہو
ہو کبھی مجنوں کبھی لیلیٰ ہو تم　　اور شیریں ہو کبھی فرہاد ہو
یہ تمھارے زلف کا پھیلا ہے دام　　صید یہ عالم ہے تم صیاد ہو
تم ہی سے ہر شخص کی ہے لو لگی　　تم امید خاطر ناشاد ہو
ہیں تمھارے ہی تو یہ افعال سب　　ہو کہیں عادل کہیں بیداد ہو
تم کو کیا ہو کافر و مومن سے ضد　　تم بنائے ملت ہفتاد ہو

یہ صفات مدح و ذم کبتک لکھوں
تم قیامت کے محب آزاد ہو

صفت ہو ذات ہو جان جہاں ہو　　مکیں ہو تم مکان ہو لامکاں ہو

تمھیں کون و مکاں کے جسم و جاں ہو
تمھیں نور زمیں و آسماں ہو

غلط ہے ہم یہاں ہیں تم وہاں ہو
یہ سچ ہے ہم وہاں ہیں تم جہاں ہو

جو پوچھے مجھ سے کوئی تم کہاں ہو
کہوں گا میں جہاں کوئی مکاں ہو

یہ عالم خود ثبوت ذات حق ہے
نہو آتش تو پھر کیوں کر دھواں ہو

بغیر احمد کے کیا ہو تمھیں احد تک
یہ برزخ میم کی بھی درمیاں ہو

تمھیں ہو جسم و نفس و قلب اور روح
یقیں ہو وہم ہو شک ہو گماں ہو

تمھیں گل ہو تمھیں بلبل تمھیں داغ
تمھیں سرو چمن ہو باغباں ہو

تمھیں ہو دہر و وقت و ماہ و ساعت
بہار گلستاں باد خزاں ہو

حرم میں دیر میں اسود میں بت میں
تمھیں ہر جا عیاں ہو اور نہاں ہو

ہمارے جسم و روح و جان و دل میں
نہاں بھی ہو تمھیں اور خود عیاں ہو

عجب پردہ ہے اور بے پردگی ہے
کہ گاہے خود عیاں گاہے نہاں ہو

بدلنا روپ کا ہے نت نئی شان
گہے شیطاں گہے حور جناں ہو

کبھی مسکیں کبھی بیمار و مفلس
گدا ہو تم کبھی شاہ جہاں ہو

تمھیں کو دیکھتے رہتے ہیں ہم تو
گل تازہ بہار بوستاں ہو

حبیب کہتا ہے جو کچھ عین حق ہے
جو کافر ہو وہ اس سے بدگماں ہو

سامنے جب وہ میرے دلبر ہو
آئینہ دل کا کیا مکدر ہو

ہے تمنا یہی کہ جنت میں
وہ پری رو ہو اور ساغر ہو

اتنی ہستی ہے یہ خوشی گل کی
کہیں جامہ سے وہ نہ باہر ہو

سامنے روئے آفتابی کی
ماہ آئے تو گھٹ کے اختر ہو

جو نہ سمجھے تجھے وہ ہے حیواں
آدمی ہو کوئی کہ اندر ہو

ہے یہی آرزو کہ دنیا میں — ہوں قدم تیرے اور مرا سر ہو
خلق اور حق جدا نہیں لیکن — کب صفت ذات کے برابر ہو
یہ مؤذن پکارتا ہے کسے — غیر ہو تو خدا بھی اکبر ہو
یہ ہے کاریگری کہ عالم میں — ایک سے ایک نقش بہتر ہو
جو کوئی ہو مقام وحدت میں — کیوں عدد اس کا پھر نہ ابتر ہو
وہ نظر آئے ہر طرف ہر وقت — روزنِ دل جو دیدۂ تر ہو
یہ صفائی ہے روئے انور میں — عکس آئینہ سے مکدر ہو
وہی دلبر تو جانِ عالم ہے — کیوں نہ پھر ذکر اوس کا گھر گھر ہو
پھر نہ چکھے حلاوتِ دنیا — ذکر سے اس کے گر زباں تر ہو
میں اسی شوخ چشم کے کرتوت — خیر ہو کوئی یا کوئی شر ہو
خیر اس سے ہی عشق کر لینگے — آپ سے کوئی بھی تو بہتر ہو

جسکو دیکھو وہ چاہتا ہے صحبت
سارے عالم کے آپ دلبر ہو

ساغرِ مئے پلا دیا ہم کو — ایک دم میں جلا دیا ہمکو
یہ خدائی بتوں کو زیبا ہے — کہ خدا سے ملا دیا ہمکو
یار کی ایک ہی تجلی نے — مار کر پھر جلا دیا ہمکو
ہائے اس شمع رو کے جلوے نے — سرِ محفل جلا دیا ہمکو
پیتے ہی دل کی کھل گئیں آنکھیں — جامِ مئے وہ پلا دیا ہمکو
فضل نے اِس کے قلب ایک ساعت میں — نفس بد سے چھوڑا دیا ہمکو
چین سے تھے شکم میں مادر کے — خواہشوں نے جگا دیا ہمکو
غیر کی سمت ڈالتے ہی نظر — بزمِ مے سے اوٹھا دیا ہمکو

ہائے کمبخت اُلفتِ دُنیا / کس بلا میں پھنسا دیا ہم کو
بھُولے اتنا کہ آپ کو بھُولے / اس جہاں نے بھلا دیا ہم کو
نفس نے لذتوں کے پردے میں / زہرِ قاتل کھلا دیا ہم کو

قطعہ

اک چراغِ سحر تو ہم بھی تھے / کس نے دم میں بجھا دیا ہم کو
زالِ دنیا ترا ہو منھ کالا / جاگتے تھے سلا دیا ہم کو
نہ کھلی آنکھ عمر بھر افسوس / موت نے پھر جگا دیا ہم کو
قبر میں آکے یہ ہوا معلوم / زالِ دنیا نے کیا دیا ہم کو
چھین کر ملک و مال و عزت و جاہ / خاک میں پھر ملا دیا ہم کو
ہو کے مایوس اس سے ہم نے کہا / لے لیا تو نے کیا دیا ہم کو
بولی وہ خیر تو ہے تیرے پاس
اے عجب جُل بڑا دیا ہم کو

ہر طرف تم ہو اور ہر جا ہو / تم ہی باطن تم ہی ہویدا ہو
یہ اضافی ہیں نسبتیں ورنہ / ارض و افلاک و پست و بالا ہو
جز تمھارے نہیں مکاں ہی اور / غیر ہو گر کوئی تو پردہ ہو
واہ رے شوق روپ بھرنے کا / خود مبصر ہو خود تماشا ہو
سہل سمجھے ہیں لوگ ہمدردی / پہلے دل میں تو درد پیدا ہو
سارا عالم ہے آئینہ خانہ / اپنی صورت پر آپ شیدا ہو
صاف کہتا ہوں ایچ پیچ نہیں / تم ہی عقبیٰ ہو دین و دنیا ہو
خیر سے تو نہ چوک موقع پر / کوئی اپنا ہو یا پرایا ہو

نہ ملے جسکو شربتِ دیدار | کس طرح وہ مریض اچھا ہو
بس یہی آرزو ہے دنیا میں | ساقیٔ ماہوش ہو مینا ہو
وہ انا الحق کہے تو زیبا ہے | جس میں منصور کا کلیجا ہو
بات کہنے سے فتنے اُٹھتے ہیں | یہی بہتر ہے راز اخفا ہو
جب نہیں اس کے ماسوا کا وجود | آپ اپنے سے کیسے پردا ہو
تو جو آجائے سامنے اک بار | ایک محشر جہاں میں برپا ہو
سایہ کی طرح ساتھ ہم بھی ہیں | آسمان میں زمیں میں جس جا ہو

تم محبت عاشقی سے ہو مشہور
ورنہ گمنام اور عنقا ہو

رونا آتا جو نہو رونے کی صورت ہی بناؤ | عشق ہو جائیگا خود اسکا تصور تو جماؤ
ایکدم سے وہ نہیں آتے ہیں خلوت میں کبھی | بھولے گر اس کا تصور تو اسے کھینچکے لاؤ
مدتیں چاہئے دل میں اسے لانیکے لئے | یہ گھر وہ نہیں بچوں کا کہ دم بھر میں بناؤ
اس زمانے کے مشائخ کی روش سے بھاگو | پہلے خود آپ بنو دوسرے دل کو پھر بناؤ
کچھ حقیقت میں بھی ہو علم الٰہی دل میں | پہنکر جبہ و دستار نہ مرشد بن جاؤ
حال وہ ہے کہ پڑے دل کا دلوں پر بھی اثر | ناچو خود اور جو موجود ہوں ان کو بھی نچاؤ
گر نہیں اصل تو بیکار ہے پھر نقالی | آپ کو نقل و ریا کر بناوٹ سے بچاؤ
فقر کو وجہہ معیشت نہ بناؤ ہرگز | جو کماؤ کسی پیشے سے وہ خود کھاؤ کھلاؤ
ہے فقیری یہی دنیا سے مجرد رہنا | اہل دنیا کی طرح لوگوں کو شانیں نہ دکھاؤ
عرس میں دھوم دھڑکے سے نہیں فائدہ کچھ | کھانے پکوا کے نیازوں کے غریبوں کو کھلاؤ
کیا فقیروں کو غرض جاہ سے اور عزت سے | کچھ امیروں ہی کو مخصوص دعوت میں بلاؤ
عرس میلاد نیازوں میں اٹھاتے ہو جو زر | ایسی رقموں سے غریبوں کے کوئی کام بناؤ

خدمتِ خلق خدا کو ہے عبادت یہ پسند   اک کتب خانہ تو نذرانہ کی رقموں سے بناؤ

کھل گئے ہفت عوالم تو ہوا کیا حاصل   دل کو اس کشف و کرامات کی خواہش سے بچاؤ

گر کرامات دکھائے تو ہے دنیا ہیچ بھی   نہ در باطن جو لگانا ہے تو دنیا کا لگاؤ

شرف قطرہ یہی ہے کہ سمندر ہو جائے   زہد و تقویٰ سے ریاضت سے سمندر میں سماؤ

چاہتے ہو جو محبت وصل خدائے واحد
تو کسی بت سے صنم خانہ میں اس کو لگاؤ

گر نہ دلمیں خیالِ وحدت ہو   سارے عالم میں پھر تو وحشت ہو

تم جو آؤ تو حشر ہو برپا   تم ہی فتنے تم ہی قیامت ہو

دم میں ڈھل جائے لوث غیریت   تیری ابرِ کرم جو رحمت ہو

کیا اٹھاؤ گے بار اور دل کا   بار اوٹھائینگی کچھ تو عادت ہو

آپ میں ہیں صفاتِ حق سارے   آپ حق کی دلیل و حجت ہو

نظرِ غیریت جو اوٹھ جائے   عین کثرت میں پھر تو وحدت ہو

حق کہے جا زبان و دل سے مدام   تا کہ کچھ یادِ حق کی عادت ہو

ہے جو انجام کار گمنامی   فائدہ کیا جو تجھ کو شہرت ہو

ہو جہاں میں اگرچہ رسوائی   اس کی نظروں میں تیری عزت ہو

توبہ مقبول پھر تو ہے لاریب   گر گناہوں پہ کچھ ندامت ہو

ہو اگر یار ساغر و مینا   پھر تو دنیا ہی باغ جنت ہو

ہے بلا خیز یہ جہاں سراب   یہی بہتر ہے اس سے غفلت ہو

نفس بدخو کی سختیاں کب تک   تو بھی کردار کچھ جو ہمت ہو

کعبہ جائیں کہ بت کدہ جائیں   شیخ کچھ تو ہمیں ہدایت ہو

خلق سے کام اپنے کیا نکلے   پہلے ان میں تو کوئی طاقت ہو

حق کی جانب جو ہو تو عالم سے　　نہ محبت ہو اور نہ نفرت ہو

اے خدا ہے دعا محبؔ کی یہی
دل میں میرے بتوں کی الفت ہو

تم ہی واجب ہو اور امکاں ہو　　تم ہی ظاہر ہو اور پنہاں ہو
خود سراپے جہاں ہو ساماں ہو　　میزباں بھی ہو اور مہماں ہو
آپ کے روپ بھی ہزاروں ہیں　　حور و دیو و پری ہو انساں ہو
تم ہی مطلق ہو اور مقید بھی　　روح ہو جسم ہو تمہیں جاں ہو
خود جو وحشت تو آپ ہی خود بیں　　خود جو داماں تو خود گریباں ہو
خود ہی مجنوں ہو اور خود لیلیٰ　　دشت ہو کوہ ہو بیاباں ہو
تم ہی دریا ہو اور موج و حباب　　کشتی و ناخدا و طوفاں ہو
مشکل اس کی ہے اس جہاں میں نجات　　یا الٰہی یہ مشکل آساں ہو
جب رہے ہم نہ باغِ عالم میں　　خاک ہے گل ہو یا گلستاں ہو
ہمکو نسبت ہے سب مذاہب سے　　کوئی کافر ہو یا مسلماں ہو
جنگ اضداد سے نکل جاؤں　　کفر دل میں نہ ہو نہ ایماں ہو
تم چھپو اور ہم تمہیں ڈھونڈیں　　خوب پابند عہد و پیماں ہو
کب ہے شہرت بھی خوف سے خالی　　ہے یہ بہتر کہ گھر میں پنہاں ہو
فائدہ کیا جو لاکھ ہوں سامع　　اور نہ پھر ایک بھی سخنداں ہو
چار دن زیست کی بہار ہے یہ　　مئے و معشوق و ابر و باراں ہو
جسم میں روح اسطرح ہی نہاں　　چاہ میں جیسے ماہ کنعاں ہو
بات پوچھیں نہ زندگی میں کبھی　　قبر پر عرس ہو چراغاں ہو

اہل دنیا محبؔ ہیں مردہ پرست

مردہ شؤوں سے گھر میں پنہاں ہو

دیکھا نہ ہر اک سنگ میں اس شنگ قمر کو — دھوکا ہوا یہ آکے یہاں اپنی نظر کو
اعیان جنھیں کہتے ہیں ہیں تخم یہ سارے — ثابت ہیں وہی دیکھ لے اندر سے ثمر کو
سمجھا کہ یہ عالم ہے ہم ایک ہی کل جسم — محسوس کیا میں نے دلوں کے جو اثر کو
مقبول نہ ہوتے اگر اسمائے جلالی — پیدا ہی نہ کرتا وہ کبھی شمر کو شبر کو
سرمایۂ شک ہے یہ ترا علم کتابی — کیا کشف دقیقیں پر کہیں دقت ہی خبر کو
آتا نہیں اندھوں کو نظر عشق کا رستہ — کیا ڈھونڈھتے پھرتے ہیں ادھر اور ادھر کو
کیا پوچھتا ہے عرش کو کرسی کو یہ زاہد — دیکھا نہیں کیا آئینہ میں گردن سر کو
انسانوں سے امید ہے کچھ قدر سخن کی — کیا ذوق حلاوت ہے کسی بیل کو خر کو
وحشت سے تو کچھ کم نہیں اس دور کی تعلیم — تسلیم نہ مادر کو نہ آداب پدر کو
گر بحث کہ آجائے زبانوں پہ چھپی بات — چقماق سے جھڑتے ہوئے دیکھا ہے شرر کو
کچھ آگے پہچان کہ ہو زندۂ جاوید — پوچھے گا لحد میں نہ کوئی علم و ہنر کو
جس دل کو ترے ذکر سے فرصت نہیں دم بھر — اُس دل میں نہیں دخل کسی خوف و خطر کو
آساں نہ سمجھتا یہ کبھی عشق کی منزل — گر دیکھتا آنکھوں سے کبھی راہگذر کو
بت خانہ میں صورت ہی حرم میں نہیں ہے بھی — جاتے ہیں کدھر اور انھیں جانا ہے کدھر کو
ہر چیز سفر میں ہے حضر میں نہیں کوئی — ترجیح ہے ہر طرح مقام و نہ سفر کو
تشویش و پریشانی دنیا پہ نظر کر — گر چاہتا ہے دیکھنا آنکھوں سے سقر کو

اتے ہی محبت کے عجب ملتی ہے جنت
ہم آگہی پا جاتے ہیں بونے کے ثمر کو

دیکھتے ہیں ہر ایک جا تجھکو — بت کہے کوئی یا خدا تجھ کو
دیر میں تو چھپے کہ کعبہ میں — ڈھونڈ لیتے ہیں آشنا تجھ کو

اے پری عاشقی میں زیبا ہے / یہ وفا مجھ کو اور جفا تجھ کو
یہ بلاؤں سے بھاگنا کیا ہے / کون ماریگا بے قضا تجھ کو
تیری ہستی ہے تیری بیماری / چھوڑ اس کو کہ ہو شفا تجھ کو
تیرے دل میں تھی آرزوئے وصال / لائی جنت سے یہ ہوا تجھ کو
تیری توبہ کا وقت وہ ہے کہ جب / اپنی آئے نظر خطا تجھ کو
وہی معشوق ہے برنگ دگر / ہے پرانا اگر بنا تجھ کو
اپنی ہستی سے درگذر کہ ہے وہم / ہے فنا میں یہاں بقا تجھ کو
خود ہے بالذات یہ وجود ترا / نہ عدم ہے نہ ہے فنا تجھ کو

تو ہی حادث حجاب تو ہی ہے قدیم
ابتدا ہے نہ انتہا تجھ کو

مے پی کہ دو عالم سے تجھے بے خبری ہو / بیداری دنیا کے تردد سے بری ہو
ہے مانع دیدار تری دل کی کدورت / گر آئینہ ہو صاف نمایاں وہ پری ہو
خود آئے نہ گھر پر نہ کبھی ہمکو بلایا / یارب نہ کسی آہ میں یہ بے اثری ہو
ناکامی دنیا یہ بھی دنیا طلبی ہے / سر جائے تو یہ دور کہیں دردسری ہو
دولت نہ ملے اور نہ حکومت ہو میسر / اس کشمکش دہر میں درد جگری ہو
پردے میں تعین کے وہ روپوش ہے خود / آئے جو نظر وہ تو یہ عالم نظری ہو
ہر ذرہ عالم یہی کہتا ہے انا الحق / یارب نہ کسی ساز کی یہ پردہ دری ہو
ہے نالہ و گریہ سے مرے رونق دنیا / گریہ نہوں پھر ارض پہ خشکی نہ تری ہو
ہوتا نہیں بے عشق کے طے رستہ سالک / سب ورد و وظائف نہوں آہ سحری ہو
جز دلشکنی سنگ دلوں سے نہیں امید / برسات میں اولوں سے کہاں شیشہ گری ہو

کیا عشق کی منزل میں حجاب فلسفہ کام آئے

مجبور جہاں درک سے عقل بشری ہو

مبارک برہمن کو دیر ہو کعبہ مسلماں کو
ہم اپنے دل کے اندر دیکھتے ہیں روئے جاناں کو

تجلیات رخ دلدار ہے ہر گل میں اے بلبل
حقیقت کی نظر سے دیکھ ہر دم اس گلستاں کو

صفات ذات وحدت نے پہنکر جامۂ کثرت
بنایا گلشن جنت ہے کیا ہو کے بیاباں کو

ہزاروں آئینوں میں ہے اسی ایک نور کا جلوہ
ہوا روشن جو دیکھا آنکھ سے سر حیراناں کو

چھڑاتی موت ہے اس حبس دنیا سے یہ احساں ہے
مگر روتے ہیں جب چھوٹتی ناداں ہیں زنداں کو

مقام روح میں وعدہ کیا تھا عقد الفت کا
مگر دنیا میں آ کے توڑ ڈالا عہد و پیماں کو

ملائک میں کہاں تھی جامعیت کل اسما کی
بنایا جانشین اپنا خدا نے کامل انساں کو

یہ غیریت ہے اپنی عکس سے لڑتی ہے خود طوطی
کہاں تمیز عکس و شخص ہے اس نفس حیواں کو

صلوات و صوم کی یہ بندشیں زاہد نہیں دیتیں
طریق عاشقی میں چھوڑتے ہیں دین و ایماں کو

ذرا تو سوچ کچھ تخم شجر سے کم نہیں مردہ
زمیں میں گڑ کے کرتا ہے عیاں اسرار پنہاں کو

نہ ڈھونڈا دل میں اپنے آسمانوں تک رسائی کی
بہت مشکل بنایا ہے محب اس امر آساں کو

شیشہ میں ہمنے پایا محبوس اس پری کو
دیر و حرم میں ہمنے دیکھا فسونگری کو

خواہش جو ہمنے چھوڑی لذت ابد کی پائی
انمول ایک گوہر سمجھے ہیں بے زری کو

بتخانہ توڑتے ہیں پتھر کو چومتے ہیں
کعبہ میں ہمنے دیکھا اس طرفہ بتگری کو

عاشق وہی ہے سمجھے جو عشق کی حقیقت
دلبر وہی ہے جانے جو راز دلبری کو

رستہ ملا ہے پھر آگے قدم بڑھے تب
پاؤں سے ہمنے کچلا جب اپنی خود سری کو

ہو کر خلیفہ حق کا ہر چیز سے ہے خائف
پائے ہوئے ہے عالم خود تیری برتری کو

دیوار آہنی تھا یہ درمیاں میں پردہ
تیری مدد سے توڑا سد سکندری کو

رفعت جو چاہتا ہے افلاک سے بھی اعلیٰ
لے مول کہتری کو اور چھوڑ مہتری کو

فرعونیت تو دیکھو بے باک و فوج و دولت — گھر میں چلا رہا ہے احکام نادری کو
عاشق ہے محو جاناں قاصد کی ہے رسائی — کیا عاشقی سے نسبت زاہد پیمبری کو
دلمیں محب ہے روشن وہ آفتاب وحدت
پہنچا ہے نور جس سے خورشید خاوری کو

دلمیں تیرے جو تجلی سر طور نہ ہو — چشم ظاہر کبھی دیدار سے مسرور نہو
دلمیں غیریت حق کی شب دیجور نہو — آنکھ کیا دیکھ سکے مہر کا گر نور نہو
دیکھ اٹھتے ہیں ہمیں قبر شکم سے مردے — صورتیں آئیں کہاں سے جو یہاں صور نہو
غیریت دلمیں زباں پر ہے فقط نام خدا — ذکر کیا جس سے کہ ذاکر کبھی مذکور نہو
منہ سے کہتا تو انا الحق ہی مگر دار کو سوچ — قیس بنتا ہے تو بن قابل منصور نہو
کیا وہ اس عقل سے اسرار حقیقت سمجھے — نشۂ بادۂ وحدت سے جو مخمور نہو
عیش جو چاہے کرے دلمیں رہے یاد خدا — بادۂ دولت دنیا میں مگر چور نہو
صحبت دوست کے محتاج ہیں ہر دو جہاں — باغ جنت بھی ہے دوزخ جو وہاں حور نہو
خیر کا جزو تو ہاتھ آئیگا گر کل نہ ملے — کچھ سفارش ہی سہی خرد کو جو مقدور نہو
شک نہیں اسمیں کہ مظلوم کی جانب ہے خدا — ڈر حکومت سے کہ اللہ کا مقہور نہو
بے جدائی کے محب لطف محبت ہی نہیں
غیر ممکن ہے کہ عاشق کوئی مہجور نہو۔

ردیف ھ

ہم بت کے ساتھ ہیں تو نہیں کیا خدا کے ساتھ — جب غیر ہی نہیں تو نہیں ما سوا کے ساتھ
دل میں تو بت ہے اور زباں پر ہے نام حق — دل سے نہیں زباں سے ہیں لیکن خدا کے ساتھ

حکم قضا و عجز حکیم و دوا کو دیکھ
آتی نہیں شفا و ہلاکت دوا کے ساتھ

ہے منزل فنا و بقا دونوں ہولناک
چل راہ عشق یار کسی رہنما کے ساتھ

جو چاہتا ہے حق وہی آتا ہے ذہن میں
ہر شخص چل رہا ہے قدر کے قضا کے ساتھ

اس راہ پر خطر میں نہیں پاس زر تو کیا
ہے دولت رضا و قناعت گدا کے ساتھ

وہ خضر راہ ہے جو مصیبت کے وقت پہ
ہر آشنا کے ساتھ ہے ناآشنا کے ساتھ

اللہ ہو کا ذکر جو کرتے ہیں رات دن
ہوتے ہیں ہم نشین وہ دائم خدا کے ساتھ

کیا دوستی اہل جہاں کا ہے اعتبار
دم میں یہ پھیر دیتے ہیں رخ کو ہوا کے ساتھ

پردہ یہی تو نفس ہے مابین خلق و حق
دیکھنگے کیا خدا کو یہ حرص و ہوا کے ساتھ

کرتی ہے شمع گل کبھی غنچہ کو گل کبھی
ہوتے ہیں خیر و شر کے فرشتے صبا کے ساتھ

وہ ذبح کرکے آتے ہیں رونیکو قبر پر
ہے کچھ لگاؤ رحم و کرم کو جفا کے ساتھ

مرتے ہی عاشقوں کو حیات ابد ملی
پورا ہے ارتباط فنا کو بقا کے ساتھ

میرے گناہ نے تو بنایا تجھے غفور
غفاریت کو ربط نہو کیوں خطا کے ساتھ

کہتے ازل جسے ہیں ابد بھی وہی تو ہے
ہر شے کی ابتدا بھی تو ہے انتہا کے ساتھ

قایم ہے اس تغیر عالم پہ یہ جہان
باد خزان بہار ہے نشو و نما کے ساتھ

آتے ہی عشق اٹھ گئی یہ غیرت حجب
اب آشنا ہے خاص ہیں ناآشنا کے ساتھ

غم ہجراں جان بیمار سے پوچھ
دوا ہے درد دل دلدار سے پوچھ

جو دل کی ایکسوئی میں مزا ہے
وہ لذت طالب دیدار سے پوچھ

جہاں میں کسطرح اوٹھتے ہیں فتنے
وہ اس کی شوخی رفتار سے پوچھ

اثر ہوتا ہی کیوں دلبر نہیں ہے
یہ اہل قال کی گفتار سے پوچھ

مصیبت کسطرح آتی ہے سر پر
یہ اپنی زشتی کردار سے پوچھ

بغیر علم شر کیا خیر کا علم — شرارت کا ثمر اشرار سے پوچھ
حوادث کا یہی تو آئینہ ہے — زمانہ کا مزاج اخبار سے پوچھ
زباں دی ہے خدا نے گر کوئی بات — نہ آئے فہم میں دو چار سے پوچھ
زمیں بوسی کی پوچھ افلاک سے قدر — سزائے سرکشی تلوار سے پوچھ
نہ آزادی کی پوچھ ان قیدیوں سے — دلوں کی حیرت احرار سے پوچھ
زلیخا ہی کو ہے کچھ قدر یوسف — بہائے مال و زر بازار سے پوچھ
بہت دشوار ہے آگاہی خود — یہ نکتہ صاحب اسرار سے پوچھ
ثمر سے کیا ملا جز بارش سنگ — خزاں کی قدر کچھ اشجار سے پوچھ
جہاں برباد ہوتا کسطرح ہے — یہ شاہوں کی بہم پیکار سے پوچھ
ہوا کسطرح اک نقطہ سے عالم — یہ نکتہ صاحب افکار سے پوچھ
لکھوں کیا طہرا بنتی کی معنے — طہارت کا مزا ابرار سے پوچھ

محب اس بحر میں لکھنا ہے مشکل
مرے کہنے کو خود اشعار سے پوچھ

ہے نہ میرا کہیں نہ تیرا منھ — ہے جہاں میں فقط اسی کا منھ
ہے سیاہی کی نور پر سبقت — کیونکہ ہے احدیت کا کالا منھ
دار دنیا میں دار عقبےٰ میں — عاشقوں کا مگر ہے کالا منھ
ہیں وہی لوگ عاشقان احد — دو جہاں میں ہے جنکا کالا منھ
سارا عالم ہے آئینہ اسکا — دیکھتا حق ہے آپ اپنا منھ
آنکھیں پھوٹیں جو غیر کو دیکھوں — دیکھتا ہوں فقط تمھارا منھ
سب اسی ایک کے جہاں میں ہیں رنگ — کالا پیلا سفید گورا منھ
ٹیس جائیگی جب جگر کی کہیں — پہلے کر لے تو درد پیدا منھ

کیا کہے غنچہ حال دل اپنا / ہو تو جا رے کہیں ہویدا منھ
یوں تو سب گل ہیں ہمثال مگر / جس کو چاہو وہی ہے اچھا منھ
دیکھا جب آئینہ میں مثل اپنا / رہ گئے لے کے آپ اپنا منھ
کیا مبارک ہے روز وصل حبیب / اٹھتے ہی آج کسکا دیکھا منھ
شخص ہے ایک آئینوں میں مگر / کہیں سیدھا کہیں ہے ٹیڑھا منھ
کہدیا دل کا ان سے سب احوال / جب انھوں نے مجھے لگایا منھ
گر نہوتا یہ عالم آئینہ / دیکھتا وہ کہاں سے اپنا منھ
ہے وہ تیری ہی زشتی و خوبی / دست قدرت نے جو بنایا منھ

وہ بھی دن آئیگا کبھی تو محب
کہ دکھائے وہ ہم کو اپنا منھ

ہے ساغر و مے ساقی و میخوار ہو اللہ / رقص و طرب و مطرب و دلدار ہو اللہ
گل غنچہ لب بستہ و قمری و صنوبر / سرو چمن و بلبل و گلزار ہو اللہ
فوج و سر لشکر زرہ و بکتر و مغفر / تیغ و سپر و تیشہ و پیکار ہو اللہ
یہ جنگ و جدل اس کے ہیں آثار جلالی / چنگیز ہو اللہ ستمگار ہو اللہ
ہے تار نفس سلسلۂ زلف اسی کا / انفاس ہو اللہ شب تار ہو اللہ
اثبات و نفی سالب و ثبوت اسکی ہیں شانیں / انکار ہو اللہ ہے اقرار ہو اللہ
یہ کفر یہ اسلام ہیں سب رنگ اسی کے / کفار ہو اللہ یہ دیندار ہو اللہ
کر جا کے شفاخانوں میں بیمار کی خدمت / بیمار ہو اللہ ہے غمخوار ہو اللہ
ہر ذرۂ عالم یہی کہتا ہے انا الحق / منصور ہو اللہ سر دار ہو اللہ
بولا شجر نار سر طور انا الحق / ہر برگ ہو اللہ ہے ہر خار ہو اللہ
یہ عابد و معبود ہیں سب نام اسی کے / زنار و برہمن بت عیار ہو اللہ

ہے جلوہ ہر شان جمالی و جلالی — خوش خلق ہو اللہ بد اطوار ہو اللہ
سنتا ہے صدا کو مری خود کان سے میرے — کہتا ہوں زباں سے جو میں ہر بار ہو اللہ
ثابت ہوا موسیٰؑ کو کہ عالم ہمہ حق ہے — جب طور پہ بولا شجر نار ہو اللہ
اس باغ جہاں میں ہے محب رنگ اسی کے
گلزار ہو اللہ گل و خار ہو اللہ

ردیف ی

غیریت میں تھے تو گلشن میں بھی خار و نشتر ملے — آئے جب وحدت میں صحرا میں گل احمر ملے
کچھ نہ ہاتھ آیا امیری میں بجز رنج و ملال — جب فقیری میں قدم رکھا تو یہ گوہر ملے
خود سری کا دیکھئے انجام آخر بعد مرگ — ٹھوکریں کھاتے ہوئے شاہوں کے اکثر سر ملے
ترک دنیا سے ملے جنت کے سب عیش و نشاط — خواہش دنیا سے لیکن کیا ملا پتھر ملے
جب دلوں میں خلق کی الفت سے ہم نے گھر کیا — بعد مرنے کے جناں میں خانہ گوہر ملے
اپنے ہی اعمال ملتے ہیں ہمیں ہر گام پر — گل کبھی لپٹے گلے سے اور کبھی خنجر ملے
احدیت وحدت الوہیت جدا روح و قلب — جب جڑھے اترے تو اربیہر کہیں شش در ملے
وہم سے پھرتے تھے حق کو ڈھونڈھتے افلاک تک — خود کو جب دیکھا خدا و خلق سب اندر ملے
اندر اور باہر یہ دونوں بند شیں ہیں وہم کی — خواب میں دیکھا تو وہ اندر ملے باہر ملے
یہ تکبر تھا کہ رکھا جس نے اہل دل سے دور — جب یہ پردہ اٹھ گیا پھر ہر قدم گوہر ملے
کر دیا ہم کو توکل نے زمانے سے غنی — جب تعلق کٹ گئے سب سے تو بال و پر ملے
عالم امثال میں ہم کو ملے جن و ملک — عالم ارواح میں سب پیر و پیغمبر ملے
پیش کر دے تو محب جو کچھ ادھر سے ہے ملا

جوہری سمجھیں ملے پتھر کہ یا گوہر ملے

دلمیں جبتک وہ یار رہتا ہے — صبر و عیش و قرار رہتا ہے
تن خاکی میں روح اعلےٰ میں — ایک باریک تار رہتا ہے
تیرے در سے جو پھر گیا ہے وہی — سب کی نظروں میں خوار رہتا ہے
طالب آخرت کو ہر لحظہ — موت کا انتظار رہتا ہے
بے بسی اپنی دیکھ جوش کے وقت — دلپہ کب اختیار رہتا ہے
نشۂ عشق گو اتر جائے — توبھی برسوں خمار رہتا ہے
سامنے اہل دل کی آنکھوں کے — روز روزِ شمار رہتا ہے
علم غیر خدا ہے سب باطل — تا ابد دلپہ بار رہتا ہے
غرق دریائے عین ہو پھر بھی — فرق کا اعتبار رہتا ہے
نفس بد خو سے چھوٹتے ہیں کہیں — آستیں میں یہ مار رہتا ہے
جسکا ہمتا خیال میں بھی نہیں — وہی ہر دم دوچار رہتا ہے
سب گلے سے اسے لگاتے ہیں — تازہ جبتک کہ ہار رہتا ہے
خشکی لب پہ اہل دل کی نہ جا — دلمیں خندان انار رہتا ہے
ہے وہی روح ہر جنم میں مگر — ایک جسم ایک بار رہتا ہے
خیر پر جس کی ہے بنا قایم — وہ محل پایدار رہتا ہے
جائے کعبہ کو شیخ مرکھپ کر — بتکدہ میں وہ یار رہتا ہے
ہے وہی صاحب فراغت و عیش — غم سے جو دلفگار رہتا ہے
دلمیں جبتک ہے غیرت کا گذر — آدمی بیقرار رہتا ہے

تا بہ امکاں محبت کسی سے نہ لے
دلپہ احساں کا بار رہتا ہے

مئے طہور ہے یہ حور مہ لقا ساقی — کہ میکشوں کا ہوا ہے زاہد خدا ساقی

نماز و روزہ سے کیا کام مئے پرستوں کو — شراب ناب ہے ساغر ہو مہ لقا ساقی

ذرا سمجھ تو سمجھ کو زاہد نافہم — کہ بادہ خواروں کا ہے آپ خود خدا ساقی

کیا ہے وہم نے کیا اتحاد کو برہم — وگرنہ مست جدا ہے نہ ہے جدا ساقی

یہ بزم ساغر و مئے بھی تو اب غنیمت ہے — بدل رہی ہے زمانہ کی کیا ہوا ساقی

مئے طہور کو پیتے ہی دل منور ہیں — کہ آفتاب ہے ساغر تو مہ لقا ساقی

شراب عشق پلا دے کہ دل کو ہو آرام — کہ ہر مرض کی یہی ایک ہے دوا ساقی

نہیں شراب تو دل جھٹ ہی رک کے جاتا ہے — یہ ہوشیاری دنیا تو ہے بلا ساقی

ملا درد کا قطرہ بھی دور ساغر میں — تیرا گلا نہیں قسمت کا ہے گلا ساقی

ملی اسی کو ہی دنیا و دین کے غم سے نجات — ہوا جو نشۂ الفت سے آشنا ساقی

حجب کو مستی و غفلت سے کام ہے ہر دم
شراب عشق ہے دونوں جہاں میں یا ساقی

تیری الفت کے آبت کا فر ہمارے دل میں ہے — کشتی طوفاں زدہ گرداب سے ساحل میں ہے

ایک بیرنگی ہزاروں رنگ سے ہی جلوہ گر — جو حقیقت حق میں ظاہر ہے وہی باطل میں ہے

ماتشاؤن اور الا ان یشاء اللہ پڑھ — جو خدا کے دل میں ہے بندے وہ تیرے دل میں ہے

کیا ملا عشق مقید سے بجز رنج و تعب — دیکھ لے مجنوں وہی لیلیٰ ہر اک محمل میں ہے

نفس ہے دنیا پہ عاشق روح شیدا حق پہ ہے — کشمکش دونوں طرف ہے دل بڑی مشکل میں ہے

کشتۂ تیغ نگاہِ یار کی حالت نہ پوچھ — قوت برق سماوی نیم جان بسمل میں ہے

کوئی عاشق گل کے رنگ و بو کا کوئی اصل کا — الفتِ ذات احد آدم کے آب و گل میں ہے

ہے سیاہ کاری میں اور حسن عمل میں وہ لگاؤ — جو کہ نسبت ماہ کامل اور جبیں کے تل میں ہے

جب ہوا اس کی طرف سب سمت اس کے پھر گئے — ورنہ یکسوئی جو اسو دیں ہی تو بسمل میں ہے

تنگیِ دل قبر کی تنگی سے بڑھکر ہے یہاں / جیتے ہی جی آدمی جو ہے کہ چھوٹے دل میں ہے
غفلت اس دارِ حوادث سے ہے عینِ عقل و ہوش / دین و دنیا کی خبرداری سرِ غافل میں ہے
کیا بغیر عشق بیڑا پار ہو گا عقل سے / احتمالوں کا بپا طوفاں دلِ عاقل میں ہے
غرقِ بحرِ معرفت ہیں ہو کہ ہاتھ آئیں گہر / خاک گھونگوں کے سوا کیا دامنِ ساحل میں ہے
حشر کے دن کیجیے قاتل یہ کیا دعوائے قتل / روئدادِ جرم دستِ حاکمِ عادل میں ہے
کس کی آنکھیں ہیں جو دیکھے تابشِ حسنِ ازل / کچھ ذرا سا عکس رخ کا اس مہِ کامل میں ہے

کچھ تو ہوتا ہے محبت کا عجب دلبر اثر
کچھ ہماری بھی محبت سنگدل قاتل میں ہے

ہمارے جوشِ گریہ سے عجب شکلِ جہاں بدلی / سمندر سے زمیں گرداب یم سے کہکشاں بدلی
تیری رحمت کے آگے ہیچ دنیا کے مزاحم ہیں / کہاں ساون کے بادل اور کاتک کی کہاں بدلی
علوم ظاہری سے کیا مزاج و نیر اثر پہونچا / لباس و طرز سب بدلے مگر فطرت کہاں بدلی
برے اعمال سے صورت بگڑ جاتی ہے انساں کی / بدلنے سے مکیں کے حالتِ روئے مکاں بدلی
زباں ہی سے باہم فرق بین الناس ہوتا ہے / فنائے قوم ہے گر غیر سے ملکی زباں بدلی
وہی کر دیگا مرجھائے درختوں کو ہرا اک دن / ہوا رے باغ جس نے ایک دم میں باغباں بدلی
غرض کی دوستی زر کی محبت نام کی الفت / ہوا یہ انقلابِ دہر طبعِ دوستاں بدلی
کہاں کی گردشِ افلاک کیسا دہر کیا انجم / مزاجِ یار جب بدلا نگاہِ آسماں بدلی
ہوا اچھا پیٹ سے مادر کے پیدا اصلِ فطرت پر / یہ حالت تیری غیرت نے کیسے بدگماں بدلی
تاسف ہے اسی کے عیش پر اور حق سے غفلت پر / دو روزہ عمر سے جس نے کہ عمرِ جاوداں بدلی
نہیں گر یادِ حق دل میں تو یہ دنیا ہی دوزخ ہے / قیامت ہے عذابِ نار سے سیرِ جناں بدلی
زمیں میں گل گئے مردہ بیج ہو جاتے ہیں پھر زندہ / یہی تو حشر ہے بادِ بہاری سے خزاں بدلی
ادھر سے ہو کشش کچھ تو ادھر سے فیض آتا ہے / جہاں اشجار ہوتے ہیں برستی ہے وہاں بدلی

در محبوب پہ ہر دم محب یہ نفس شیطاں ہے
نہ ہو گر فضل اس درباں کی ہوتی ہے کہاں ہم لی

وجودِ حق ہے یہ عالم نہیں وہمی خیالی ہے
کوئی صورت جمالی ہے کوئی صورت جلالی ہے

نہ کر برباد عمر چند روزہ پڑ کے دھوکے میں
یہ ملک و مال و عز و جاہ جتنا ہے خیالی ہے

ملائک کیوں نہ ہوتے ساجد آدم جو یہ سمجھے
کہ انکا مرتبہ عرشِ معظم سے بھی عالی ہے

عدم حادث یہ دو رخ ہیں اسی اک ذاتِ واحد کے
جو قائم بالذات سرمدی ہے تو گردش میں ہلالی ہے

جو بولیں جھوٹ دنیا میں تو حق ناراض ہوتا ہے
کہیں حق بات گر منھ سے تو ہر جا پائمالی ہے

محبت جس سے کرتے ہیں وہی خود آپ آتا ہے
یہ سیدھی راہ الفت اس تلاطم میں نکالی ہے

ملی وہ عشق کی دولت کہ قارون رشک کرتا ہے
نہیں افسوس گر نزدیک چلتی ہے نہ حالی ہے

کمی کیا اس زمانہ میں بھی ہیں کچھ حافظ و سعدی
سخن فہموں کی حق بینوں کی لیکن قحط سالی ہے

کبھی ہوتا ہے خارج میں وہی جو خواب میں دیکھا
جسے کہتے ہیں سچے خواب وہ عالم مثالی ہے

تجھے ہم پوجتے ہیں لوگ پوجیں زر کو پیالہ کو
ترے ہی دم قدم سے یہ دسہرہ یہ دیوالی ہے

یہ امراض و مصائب دور کر دیتے ہیں غفلت کو
خدا کو جو کوئی بھولا تو لازم گوشمالی ہے

جو صاحب حال ہیں انکی لسان الحق زبانیں ہیں
نہیں جنکا اثر دل پر وہ پند و وعظ خالی ہے

نہ کر خیرات سے غفلت کہ دولت کام کچھ آئے
نہیں جس سے مفر ہرگز وہ ساعت آنیوالی ہے

یہ اعضا کا تناسب ہے کہ نازاں حسن ہے تجھ پر
خدا نے تیری مورت اے پری سانچے میں ڈھالی ہے

محک آدمی دنیا ہے اور صراف ہیں ہر جا
نہیں چلتا ہے وہ سکہ جو کھوٹا اور جعلی ہے

نہیں لاف و گزاف ان سے جو ماہر ہیں کسی فن کے
وہی دیتا ہے ظرف آواز جو اندر سے خالی ہے

محب مضمون کا آمد کو کر دیتا ہوں نظم اکثر
مرا ہر شعر گلدستہ ہے یا پھولوں کی ڈالی ہے

وہ آتے ہیں محشر بپا کرنیوالے
اٹھیں خواب سے چشم وا کرنیوالے

سر عجز اس بت کے آگے جھکائیں — نمازیں حرم میں ادا کرنے والے
تری جوش رحمت سے ہو ہو کے ہیں — عذاب جہنم خطا کرنے والے
ید اللہ در پردہ ہے دست خلقت — یہ باطل ہیں حاجت روا کرنے والے
نہیں اسکی صورت کو دیکھینگے ہر جا — یہ مرات دل کے جلا کرنیوالے
خوشی سے ہیں گلزار آتش میں خنداں — بلاؤں میں یاد خدا کرنے والے
نہ دیکھینگے رخسار حق روز محشر — بتوں کو خدا سے جدا کرنے والے
حضوری میں پہنچے مرے عشق پیکر — نماز اور روزے قضا کرنے والے
یہ بیماری عشق ہی لا دوا ہے — تھکے اس مرض کی دوا کرنیوالے
تجھی کو تجھی سے جو مانگیں تو مانگیں — نہیں اور کچھ ہم دعا کرنے والے
سمجھتے ہیں جور و ستم ہیں اسی کے — نہیں ہم کسی کا گلہ کرنے والے
کبھی تو ادھر بھی نگاہ کرم ہو — بلاؤں میں ہیں اے مبتلا کرنے والے
ضعیفوں پہ کرتے ہیں جو ظلم ناحق — وہ اپنے پہ ہیں خود جفا کرنے والے
ہوے آسماں و زمیں سے بھی برتر — ترا عہد مشکل وفا کرنے والے
نہ دیکھینگے صورت کبھی خوشدلی کی — کسی کو کسی سے خفا کرنے والے

محب ہے محبت کی ہر دم منادی
نہیں بیٹھتے چپ ندا کرنے والے

ظلم کرتے نہیں اللہ سے ڈرنیوالے — سب کے سر تاج ہیں سر پاؤں پہ دھرنیوالے
کیا مسلماں ہیں خلقت کو بتاتے ہیں خدا — عہد میثاق کا اقرار نہ کرنے والے
نام وحدت کا زباں پر ہے عمل شرک کے — کہہ کے ہر بار ہو اللہ مکرنے والے
حور و غلماں تو ہیں ان نفس پرستوں کی مراد — تیرے عشاق ہیں جنت میں ٹھہرنے والے
زندگی عشق ہے اور موت ہے یہ غیرت — عشق میں زندہ جاوید ہیں مرنے والے

تجھ سے منہ موڑ کے جو ہو گئے دنیا کی طرف — ڈوب کر وہ نہیں تا حشر ابھرنے والے

ہیں گناہوں کے سیاہ داغ ترے چہرے پر — دیکھ آئینہ میں دن رات سنورنے والے

وہیں ٹھہریگا جہاں جسکا ہے عالم میں مقام — منزل عشق پر اترے ہیں اترنے والے

کوچۂ عشق میں بھی پھریگا جنھیں ہے جسکا — باغ جنت میں نہیں یار دل وہ دھرنے والے

رشتۂ عشق سے قائم ہے جہان اضداد — ورنہ تسبیح کے دانے ہیں بکھرنے والے

حسن خود اپنی ہی صورت پہ فدا عاشق مرجا — آئینہ دیکھتے رہتے ہیں نکھرنے والے

اپنا ہی شیر غضب جسنے ہے مارا اسکے — آگے آتے ہی نہیں شیر بپھرنے والے

الفت زر ہے تو ہیں جاں دینے والے تیرے — کچھ تو آگوں سے گھڑے جاتے بھرنیوالے

تو کئے جا کہ عمل لائیگا ایک روز ثمر — کیا برابر ہیں یہاں کرنے نہ کرنیوالے

کون مرتا ہے صحب موت کسے آتی ہے
حی و قیوم ہیں اس شوخ پہ مرنیوالے

ہم نہیں پیدا ہوئے ہیں آنے جانے کے لئے — ہم یہاں آئے ہیں لیکن حق کو پانے کیلئے

کیا تلاش رزق میں پھرتا ہے بیٹھ اک جا کہیں — خود یہ پیدا ہو رہا ہے تیرے کھانے کیلئے

کھینچتے ہیں ہاتھ لیکن پاؤں پھیلاتے ہیں ہم — دام دنیا میں تبھی پھنستے ہیں دانے کیلئے

عشق کے کوچہ میں دھرنا پاؤں پہلے سوچکر — آفتیں آتی ہیں سر پر آزمانے کے لئے

عشق نے سمجھا دیا جز نام حق باطل ہیں سب — علم ہم نے تھے پڑھے آخر بھلانے کے لئے

آپ ہی کرتے ہیں سب کچھ میرے سر پر جرم ہے — کچھ سبب تو چاہیے ان کو بہانے کے لئے

زاہد و مسجد میں کیا ہے بتکدہ میں بت تو ہے — سر دیا اللہ نے اس آستانے کے لئے

لاکھ پردوں میں بھی چھپتا ہی نہیں حسن ازل — خود بخود آتا ہے باہر منہ دکھانے کے لئے

ہوگئی لیلیٰ و مجنوں کی پرانی داستاں — لائیے قصے نئے کچھ تو سنانے کے لئے

عاشقوں کو تیرے کب فرصت کہ ڈھونڈیں رزق خود — وہ ہیں کھانے کے لئے دنیا کمانے کے لئے

آدم و حوا و جنت نار و شیطان و گناہ
مشغلے ہیں یار کے باتیں بنانے کے لئے

یہ شریعت کا الٹی ہے عاشقی میں تفرقہ
ناصحا آیا ہے کیا الٹا پڑھانے کے لیے

طالبان عشق کی تعداد بھی کچھ کم نہیں
ہیں کہاں استاد اس فن کے سکھانے کے لئے

پوچھتا ہے کیا دم آخر کہ کیا کر کے چلے
آئے تھے دنیا میں سا عمر اپنی گنوانے کے لئے

عشق کی وسعت کے آگے ہیچ ہیں دونوں جہاں
سا عالم کم ہیں اس دل میں سمانے کے لئے

شاعری سے کیا غرض ہم فکر کرتے ہیں عجب
عرش سے مضمون نو دنیا میں لانے کے لئے

دل میں آئے رہ نہانی سے
بار پایا ہے زندگانی سے

تھا نہ موسیٰ کو ذوق صورت یار
خوب ٹالا ہے لن ترانی سے

خضر سے پوچھے کہ آخر کار
کیا ملا عمر جاودانی سے

نار دوزخ کا ہے جہاں میں وجود
میری ہی سوزش نہانی سے

کتنے گوہر ملے ہیں قابل قدر
کھو دیے ہم نے بدگمانی سے

ہم ہر اک دور میں رہے قائم
کیا ہوا دور آسمانی سے

جس نے چکھا نہ دوستی کا ثمر
کیا ملا اسکو زندگانی سے

عشق پیری میں لطف دیتا ہے
ابتدا ہو اگر جوانی سے

برق گرتی ہے عین رحمت میں
آگ آتی ہے ابر پانی سے

کون مجنوں تھا کون تھی لیلیٰ
کھل گئے بھید اس کہانی سے

کچھ عجب ضدیت ہے عالم میں
چور آتے ہیں پاسبانی سے

کتنے پردے پڑے حقیقت پہ
جاہلوں کی غلط بیانی سے

وصل باقی ہے ہو گئے محرم
دل لگایا جو ہم نے فانی سے

ذال دنیا سے دیکھیے الفت
سانس اکھڑی ہے سخت جانی سے

واہ رے عشق ذرۂ بیقدر   مہر ہے تیری مہربانی سے
گل و بلبل کے عشق کو ہو نمود   فائدہ یہ ہے باغبانی سے
دلمیں کچھ تو ہو دردِ عشق محب
فائدہ کیا ہے سوز خوانی سے

جدھر دیکھو اسی کا رخ عیاں ہے   پھر اسپر پوچھتے ہیں وہ کہاں ہے
وہ نور ارض نور آسماں ہے   مکاں بھی ہے وہی اور لامکاں ہے
حرم میں دیر میں بت میں خدا میں   وہی ہستی نہاں ہے اور عیاں ہے
مسمی ایک ہے اسما ہیں بے حد   اسی کا نام لیتی ہر زباں ہے
نہیں پردہ کوئی حق سے مگر یہ   کہ تجھ کو اپنی ہستی کا گماں ہے
خدا بھی خلق پر ہے حکمراں یوں   کہ جیسے جسم پر جاں حکمراں ہے
مسخر روح کے اعضائے تن ہیں   یہ عالم جسم ہے حق اس کی جاں ہے
یہ دنیا ہی ہے تیری آخرت بھی   قیام دوزخ و جنت یہاں ہے
خدا کا نام ہے کیا راحت جاں   عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے
ترے اندر ہے موج بحر ہستی   کہ سیل خیر و شر ہر دم رواں ہے
بنا دیتی ہیں آہیں سوزش دل   کہ اندر آگ ہے اوپر دھواں ہے
حضوری میں تو عارف کا ہے دل صاف   دوئی کی لوث سے دامن کشاں ہے
نہ کر رندی سے کچھ پرہیز زاہد   وہاں بھی تو ملے حور و جناں ہے
مبرا ہے فلسفہ بھی وہم و شک سے   ہر اک شے میں جنیں ہے اور جناں ہے
جو ہر دم دلمیں لیتے ہیں ترا نام   خوشی ہے دلمیں ان کے غم کہاں ہے
محبت نے محب یہ راز کھولا
کہ حق ظاہر ہے اور عالم نہاں ہے

بتوں کا سنگِ در ہے اور جبیں ہے — خدا کا گھر یہیں کعبہ یہیں ہے
طواف پیرِ کامل کو سمجھ حج — کہ عرشِ حق قلوب المؤمنیں ہے
پھرا کعبہ سے سوئے بتکدہ شیخ — کہ وجہ اللہ کعبہ میں نہیں ہے
بہت ڈھونڈھا زمین و آسماں میں — جو دیکھا دل کے اندر وہ مکیں ہے
انا الحق دار پہ بھی بے خطرہ کہہ بولا — دلِ منصور پر صد آفریں ہے
محمد کو ہوئی معراجِ وحدت — رسالت میں وہ ختم المرسلیں ہے
وہی ہے خاتم اور مہرِ نبوت — رسالت کی انگوٹھی کا نگیں ہے
زمانے کے عجب بدلے ہیں تیور — قضا کیسر چڑھاتے آستیں ہے
نہ ڈر مخلوق سے اللہ سے ڈر — نہیں یہ ہاتھ خالی آستیں ہے
دوا و بیخ اثر بھی حکم رب ہیں — کبھی امرت کبھی زہر انگبیں ہے
نمایاں ہے گلوں میں حسن جسکا — خدا جانے وہ خود کتنا حسیں ہے
خدا بت ہے صنم خانہ ہے کعبہ — عبادت مئے پرستی عشق دیں ہے
مقید کر نہ کعبہ میں خدا کو — کہ وہ تو سب کا رب العالمیں ہے
خدا جانے کہ ہو گیا حشر برپا — کہ بل ابرو پہ پیشانی پہ چیں ہے
قل اعوذ کو پڑھکر حق میں چھپ جا — کہاں ایسا کوئی حصن حصیں ہے

محبؔ کیا قبر کی ظلمت کا کھٹکا
مرے دل میں خیالِ مہ جبیں ہے

جسے کہتے ہیں بت وہ تو خدا ہے — کہاں عالم میں اس کے ماسوا ہے
بتوں کی دید دیدارِ خدا ہے — مرے دعوے پہ شاہد اینما ہے
اگر بت عینِ ذاتِ کبریا ہے — تو سجدہ پیشِ بت کب ناروا ہے
لباسِ ظاہری سے کھا نہ دھوکا — وہی خود شاہ ہے اور خود گدا ہے

جو بت پوچھے وہ کافر کیوں ہے زاہد | ترے دل میں خیال ماسوا ہے
الگ کرتا ہے اپنے ذہن میں کیوں | کہاں زاہد خدا بت سے جدا ہے
پتے کی بات کیا سمجھیگا ناداں | حقیقت سے وہ خود ناآشنا ہے
مری ہستی ہے ذات حق پہ قایم | نہیں کچھ ریت پر اسکی بنا ہے
وجود حق ہے میری جو ہے ہستی | تو ہوں باقی کہاں مجھکو فنا ہے
تقید میں اضافی ہے فنا بھی | ہوا مطلق تو پھر مجھکو بقا ہے
فقط اطلاق میں ہے زور و قوت | تقید میں ظہور حق سوا ہے
محرک ہے وہی عالم کا جیسے | ہلاتی پھول پتوں کو صبا ہے
اسی عالم سے ذات حق ہے محسوس | دگرنہ کون جانے کیا خدا ہے
لقائے حق کسی صورت میں ہوگا | نظر آتی کسی کو بھی ہوا ہے

قطعہ

تجھی سے پوچھتے ہیں مولوی ہم | شب معراج جو دیکھا وہ کیا ہے
نبی کی آنکھ نے دیکھا تھا کس کو | کہ رکھتا شکل کیا تیرا خدا ہے
نہیں گر شکل و صورت کچھ خدا کی | تو کیا وہ کوئی پتلا وہم کا ہے
منزہ اور مشبہ سب ہیں مشرک
محبؔ بچ شرک سے یہ بد بلا ہے

بتکدہ لیچلے خدا جلدی | شیخ کعبہ کو جاکے آ جلدی
ایک ساعت ہے عمر فصل بہار | ساقیا مئے کا جام لا جلدی
کر کوئی کار خیر پیری میں | نہ بدل جائے یہ ہوا جلدی
زال دنیا کا اعتبار نکر | رخ پھراتی ہے بیوفا جلدی
مہر وش رات کو جو آتا ہے | صبح ہوتی ہے ہائے کیا جلدی

باطن شخص تو نہیں ظاہر — ہو کسی کا نہ آشنا جلدی
دل کی بیماریاں یہ مہلک ہیں — کیجئے انکی بھی دوا جلدی
اسکو دیکھیگا بعد موت کے کیا — دے بصیرت تجھے خدا جلدی
رخ اسی کا ہے ہر چہار طرف — دیکھ قرآن میں اینما جلدی
ہے غفور الرحیم اس کا نام — عفو کرتا ہے وہ خطا جلدی
غیر کا ذکر آتے ہی لب پر — آپ ہوتے ہیں کیا خفا جلدی
اس کو نفرت ہے غیریت سے بہت — چھوڑ یہ ذکر ما سوا جلدی
گر تجھے پہنچنا ہے منزل پر — ڈھونڈھ سالک کا نقش پا جلدی
قہر حق میں کہیں نہ آجائے — دے نہ مجرم کو تو سزا جلدی
تاکہ بر آئیں حاجتیں تیری — حاجت اوروں کی کر روا جلدی

قطعہ

ہے یہ مقصد کہ وقت ٹل جائے — کیا چھڑائینگے وہ حنا جلدی
وہ نہ آئے نہ آئینگے شب ہجر — ہو سحر ہی کہیں خدا جلدی
گر نہیں ہے کسی سے عشق محب
ہو محبت میں مبتلا جلدی

بت کو دیکھا اسے خدا دیکھا تجھے — کیوں منزہ نے جدا دیکھا تجھے
تیری صورت تبکدہ میں دیکھ لی — کسنے کعبہ میں خدا دیکھا تجھے
سوچ سکتی جتنا اپنی عقل ہے — اس سے بھی ہمنے سوا دیکھا تجھے
ہر مرض میں ہے تو ہی تو چارہ ساز — ساری دردوں کی دوا دیکھا تجھے

قطعہ

دیر و کعبہ کی خصوصیت ہے کیا — فرش سے تا استوا دیکھا تجھے

تجھ سے جائے بھاگ کر کوئی کہاں — جس جگہ دیکھا خدا دیکھا تجھے
اس سے نفرت اور محبت اوس سے ہے — بیوفا و باوفا دیکھا تجھے
کافر و مومن کا توہی تو ہے رب — کسنے کب پر کب خفا دیکھا تجھے
نام تیرا ہی ہو الشافی تو ہے — ہر مرض میں ہر دوا دیکھا تجھے
ہے کہیں حاجت روا و دستگیر — اور کہیں مشکل کشا دیکھا تجھے
ہے کبھی تو بلبل نالاں کی شکل — گہ برنگ گل کھلا دیکھا تجھے
تیری مکاری کو کیا سمجھے کوئی — آشنا نا آشنا دیکھا تجھے
ہے توہی دلمیں توہی ہے چشم میں — ظاہر و باطن چھپا دیکھا تجھے
دل ہوا زنگ دوئی سے صاف جب — عکس و شخص و آئینہ دیکھا تجھے
جب حجاب نفس سارے اٹھ گئے — پھر نہ اپنے سے جدا دیکھا تجھے
پست و بالا نسبتیں ہیں سب تری — فرش عرش ارض و سما دیکھا تجھے
دیکھتے ہیں ہم تجھے ہر رنگ میں — شاہ دیکھا اور گدا دیکھا تجھے

کیوں محب ہر دم نہ مئے سے مست ہو
شیشۂ دلمیں بھرا دیکھا تجھے

جو مہجور بیت خدا میں رہے — بتوں سے چھٹے کربلا میں رہے
جو سودائے زلف رسا میں رہے — تو پھر ہم نہ کوئی بلا میں رہے
رہے عین دریا میں ہم مثل ماہی — نہ سمجھے مگر ہم خدا میں رہے
بتوں سے پہونچتے خدا تک مگر — نماز و سجود و دعا میں رہے
سبک عشق سے اسقدر ہو گئے — چلے آب پر ہم ہوا میں رہے
مزہ دل لگانیکا اسوقت ہے — کہ جب آشنا آشنا میں رہے
جنہیں ڈھونڈتے ہم پھرے عمر بھر — وہ دل کے حجاب خفا میں رہے

کبھی دیر آئے کبھی کعبہ پہونچے
ہم افسوس کس التوا میں رہے

قدم کو نہ چھوڑا پس از مرگ بھی
ترے ہی تو ہم نقش پا میں رہے

جہاں میں وہ ہوتا ہے مشہور خلق
جو مثل نگیں ایک جا میں رہے

بلاؤں سے دنیا کی ہم خوب چھوٹے
ترے دام زلف رسا میں رہے

سمجھتے ہیں کیا یہ ہماری حقیقت
کہ ہم عین قاب خدا میں رہے

ہو البعد مردان یہ معلوم ہمکو
مسافر بنے مہماں سرا میں رہے

ہمارے مقاموں کو کیا پوچھتا ہے
خلا میں رہے اور ملا میں رہے

ہزاروں برس ہم اس آوارگوں میں
گرفتار کس کس بلا میں رہے

نہ پہونچے در عشق تک بھی محب
کہیں کیا کہ حرص و ہوا میں رہے

جس چیز کا دل میں ہو تصور وہی آجائے
یہ جذب ہے سالک کا مثال اسکو کہا جائے

ظاہر تو ہیں دنیا میں مگر دل ہے سوئے یار
لے اسکے تصور کو کہاں تن کو رہا جائے

بہتر ہے دل و زیست جو ہو صرف محبت
کیا فائدہ دنیا کا غم و فکر جو کھا جائے

دنیا سے ہو عقبیٰ سے ہو یا حق سے محبت
بے دل کے لگائے ہوئے کسطرح رہا جائے

دروازے ہیں دس تیرے جو یہ ظاہر و باطن
کر بند کہ دل میں نہ کوئی حرص و ہوا جائے

چلتے ہیں خیالات پہ سب کام جہاں کے
پختہ ہو خیال اسکا تو جو چاہے وہ پا جائے

گر عشق سے کہ چھوٹ جائے تعلق سے جہاں کے
کیونکر یہ زمانہ کا غم و رنج سہا جائے

آرام تو پائینگے نہ اے آکے مسافر
پائے جو زر و مال کوئی گھر تو بنا جائے

ہوگا وہی مرتے ہی وہاں مہر درخشاں
اس بزم میں جو دل تری الفت میں جلا جائے

گر قتل ہی منظور ہے کیا دیر ہے اے بت
آکر سر محفل وہ مرا خون بہا جائے

کوچہ میں تری نقش قدم کی طرح بیٹھے
اب ضعف سے اٹھیں بھی تو کیا خاک اٹھا جائے

جنت میں نہ جائینگے کبھی یار کے در سے — کہدو یہ اجل سے کہ وہاں میری بلا جائے
بے عشق کیے کرتے ہیں عبادت وہ ہیں ناکام — جب دل ہی نہ لگتا ہو تو کیا کام کیا جائے
یہ عشق بھی ہے ایک کرم فضل الٰہی — بازار میں بکتا نہیں جو مول لیا جائے
مرتے ہیں کہاں اہل محبت نہیں سمجھا — آتا ملک الموت ہے کہدو کہ چلا جائے
گلزار خلیل آتش نمرود ہو دم میں — دنیا کی بلا دفع ہو اگر صبر کیا جائے
ہو جائیگا ایک دن تو محب مہر درخشاں
جل آتش الفت میں جہانتک کہ جلا جائے

جہاں میں کون اس بت کے سوا ہے — وہی بندہ بھی ہے اور خود خدا ہے
تلاش مرشد کامل ہے بیکار — کہ عشق یار تیرا رہنما ہے
ترا کرنا نہ کرنا سب ہے وہمی — کہ کرتی کام اپنا خود قضا ہے
اسی کا رخ ہے خورشید قیامت — جو نکلا وہ تو سب عالم فنا ہے
یہ دنیا ہے فقط اک عالم وہم — حقیقت کو جو دیکھو تو خدا ہے
بھلائی اور برائی نسبتیں ہیں — تقابل سے بھلا ہے اور برا ہے
جلایا مار ڈالا پھر جلایا — نئے انداز کی تیری جفا ہے
نہیں جب غیریت کا شائبہ بھی — تو بے ضد کے ظہور حق خفا ہے

قطعہ

نفس کی آمد و شد سے ہے ظاہر — کہ آتا ہر نفس پیک صبا ہے
اسی دم سے ہے قائم جملہ عالم — زباں میں بات اذن میں صدا ہے
اسی دم سے بندھا ہے رشتۂ زیست — جو وہ ٹوٹا طلسم جاں فنا ہے
جدھر دیکھو ادھر ہے کھیل دم کا — جو روکیں دم کو پھر حاصل بقا ہے
جہانتک ہو سکے کر حبس دم کو — کہ ہر درد و مرض کی یہ دوا ہے

خدا کا ذکر ہر سانس کے ساتھ ۔ کہ پاس انفاس ہی تو کیمیا ہے
جو حق حق کہتے کہتے عین حق ہو ۔ تو پھر دنیا و عقبیٰ کا مزا ہے
جو تو قطرہ ہے دریا میں سما جا ۔ حباب عصا یہ تیری زیست کیا ہے

کسی مرشد سے بیعت کر محب جلد
کہ آساں راہ ہے جب رہنما ہے

جو روشن ہیں آنکھیں رخ یار سے ۔ تو ہم خواب میں بھی ہیں بیدار سے
وہ دل میں مرے رات دن ہیں مقیم ۔ جدائی نہیں مجھکو دلدار سے
نفی اور اثبات کس کا کریں ۔ نہیں بحث انکار و اقرار سے
نہ دیکھیں جو اس گل کو دم بھر کبھی ۔ نکل جائیں جنت کے گلزار سے
مسیحا ہوئے بھی تو کیا فائدہ ۔ نہ پوچھا کبھی حال بیمار سے
ہوا جب سے ہے عاشقی کا مرض ۔ چھٹے دین و دنیا کے آزار سے
الٹ پھیر کو شادی و غم کے دیکھ ۔ ہوا روز روشن شب تار سے
ہو جنسیت گر تو صحبت سے کیا ۔ نہ گل کا ملا دل کبھی خار سے
وہ آئیگا کیا دیکھتے شوخ چشم ۔ چراتا ہے وہ آنکھ بیمار سے
ترے عشق میں ہیں دل جلا تن جلا ۔ ڈریں کیا جہنم کی اب نار سے
نہیں عاشقی حسن پر منحصر ۔ کہ لائے کوئی جا کے بازار سے
سنی قبل منصور موسیٰؑ نے خود ۔ انا الحق کی آواز اشجار سے
انا الحق کہے آدمی کیا عجب ۔ کہ وہ کم نہیں شاخ پر بار سے

انا الحق کی آتی ہے ہر دم صدا
مکیں سے محب در سے دیوار سے

بو سر حشر جب وہ آنے لگے ۔ عاشقوں کے حواس جانے لگے

ایک چکر تھا مرنے جینے کا — جب خودی مٹ گئی ٹھکانے لگے
قتل وخوں پر طبیعت آئی جب — ندیاں خون کی بہانے لگے
دلمیں پانے لگے سرور وصال — ہم تصور کو جب جمانے لگے
دیکھنا جذب دل کا آخر کار — ہم جو روٹھے تو وہ منانے لگے
سوچ کر بے ثباتیٔ دنیا — ہم لحد اپنی خود بنانے لگے
قابلیت جو ساتھ لائے تھے — لہو میں لعب میں گنوانے لگے
لیس الانسان ماسعی اسنکر — قسمت اپنی ہم آزمانے لگے
بول اٹھے یہ پرانے قصے ہیں — حال دل جب انھیں سنانے لگے
ہنس کے بولے کہ کس کا تیر لگا — زخم دل جب انھیں دکھانے لگے
دل کی جانب لگے جو کرنے نظر — اپنے دل ہی میں ان کو پانے لگے
پردۂ غیریت جو دل سے اٹھا — اس میں دونوں جہاں سمانے لگے

قطعہ

وصل حق جب ہمیں نصیب ہوا — تو فرشتے بھی زہر کھانے لگے
والسجد وآدم جو حق نے کہا — تو ملائک بھی خاک اڑانے لگے
ہم ہوئے دام حرص میں جو اسیر — پھر فلک سے ہمیں گرانے لگے
کہہ کے پھر لا الٰہ الا اللہ — اپنی بگڑی کو ہم بنانے لگے

جب ہوا عشق حق محبت ہم کو
عرش تک پھر تو آنے جانے لگے

صنمخانہ کو جا اے شیخ سر سے — خدا کو دیکھ لے اپنی نظر سے
ہوی در تک نہ اپنی ہمت کی رسائی — نہ نکلا کام کچھ بھی بال و پر سے
سنا جب یہ کہ وہ خالی مکاں ہے — پھرے کعبہ کی آخر رہگذر سے

وہاں کعبہ میں بھی تو ہے وہی سنگ
خدا کے گھر میں بت آیا کدھر سے

کہاں دیر و حرم سے جا سکیں گے
پہنچتے ہیں وہاں تو دل کے در سے

جو سمجھے معنئی اللہ معکم
وہی محفوظ ہیں خوف و خطر سے

ملے گر جان دیکر جانِ جاناں
نہیں کیا نفع افزوں تر ضرر سے

نقابِ نور میں ہے روئے جاناں
ہوا ثابت ہمیں شمس و قمر سے

ہوا ہے عشق سے آباد عالم
گل و گلزار ہیں داغِ جگر سے

نہیں والتین سے انجیر مقصود
اشارہ دل کی جانب ہے ثمر سے

خدا جڑ پیڑ عالم پھل ہے انساں
ہوا پھر بیج پھل سے پھل شجر سے

جو اول تھا وہی آخر میں آیا
یہ ثابت ہو چکا چشم و نظر سے

خدا انساں میں ہے انساں خدا میں
یہی ثابت ہے قرآن و خبر سے

وہ کافر ہے چھپائے بات جو سچ
صدا توحید کی دے بام و در سے

پتے کی بات گر کوئی نہ سمجھے
ہمیں کیا کام! ایسے گاؤ خر سے

جب کہنا ہو جو کچھ صاف کہدو
زباں روکو کسی کے تم نہ ڈر سے

بتوں نے جو بندہ بنایا مجھے
خدائی کا رستہ دکھایا مجھے

کیا اس نے جب آئینہ روبرو
جو صورت کو دیکھا تو پایا مجھے

ہوا شمع کو عشق کا جب جنوں
جلی خود بھی اور پھر جلایا مجھے

ہوا اس کی صورت پہ جب میں فدا
الست کا قصہ سنایا مجھے

کھلی چشم دل جب سے اس یار نے
نظر کی جدھر رخ دکھایا مجھے

بھرا میں نے جب اسکی الفت کا دم
ہزاروں طرح آزمایا مجھے

جدائی سے تیری رہا مجھ میں کیا
غم و رنج نے خوب کھایا مجھے

کتابیں دھری کی دھری رہ گئیں
سبق عشق کا جب پڑھایا مجھے

جو کی بیعت مرشدِ معنوی
تو ذکر انا الحق سکھایا مجھے

میں اس بت کی الفت کے قرباں ہو
کہ جس نے خدا سے ملایا مجھے

جو دریافت کی راہ حق شیخ سے
تو مندر کا رستہ بتایا مجھے

قطعہ

ترے وصل کی شوق لے بے وفا
ہزاروں برس تک پھرایا مجھے

میں کس کس کی تجھ سے شکایت کروں
فلک نے زمیں نے ستایا مجھے

رہِ عشق پر میں بھی ثابت رہا
بہت وسوسوں نے ہٹایا مجھے

فنا اپنی ہستی سے جب میں ہوا
تو بندہ سے مولا بنایا مجھے

یہی ہے محب کی دعا رات دن
بنا مت کا بندہ خدایا مجھے

کیا خدا کا یہی حرم گھر ہے
شیخ بت بھی تو اسکے اندر ہے

بتکدہ جائیں کیوں نہ کعبہ سے
ہے وہاں بت یہاں تو پتھر ہے

جب سے دیکھا ہے روئے انور کو
آیت شمس مجکو از بر ہے

گرد اس کے پھرا کیے چوما
شیخ کعبہ کو جا کے بھی خر ہے

شکم مادر اندر قعر لحد
آنے جانے کا ایک ہی در ہے

کس کو پائیگا عرش پر جا کر
وہ تو تیرے ہی دل کے اندر ہے

قطعہ

نہ کوئی خاص ہے مکاں اس کا
وہ نہ نیچے ہے اور نہ اوپر ہے

نہ کوئی خاص ہے جہت اسکی
بے مکاں بے نشاں بے در ہے

کر مقید نہ تو محل میں اسے
یہ تو واللہ کفر اکبر ہے

ہر مکاں اس کا ہر مکیں ہے وہ — وہی باہر وہی تو اندر ہے
اور اس کے سوا جہاں میں ہے کون — کوئی بتلائیے دوسرا اگر ہے
گر نہیں دوسرا تو پھر زاہد — ہے وہی خود مکیں وہی گھر ہے
خود زمیں خود زمانہ خود ہی فلک — شمس خود خود قمر خود اختر ہے
خود خدا اور خود خدائی ہے — ماسوا وہم و ظن کا چکر ہے
کیا مراتب کے پھیر میں آکر — سیدھے رستہ سے ہٹ کے باہر ہے
بتلائیے بتلائیے فرق ہیں سب — اک موحد ہی اس سے بچکر ہے

جمع کر تو حجب جہاں تک ہو
فرق سے افتراق دلبر ہے

حرم میں دیر و کعبہ میں کہاں ہے — جو ڈھونڈا یار کو دل میں نہاں ہے
اسی کا گھر مکان و لامکاں ہے — جہاں دیکھو وہ ہر جائی وہاں ہے
مقید دیر و کعبہ میں کہاں ہے — اُسی کا رخ جدھر دیکھو عیاں ہے
ہوئی معلوم جنت کی حقیقت — ترا کوچہ ہی گلزار جناں ہے
صفات ذات ہیں خود پردۂ ذات — کہ اندر آگ ہے اوپر دھواں ہے
مسمی وہ ہے اور اسما ہیں بیحد — اسی کا نام لیتی ہر زباں ہے
وہی توحید اجمالی ہے نکتہ — کہ عالم جس کا تفصیلی بیاں ہے
اُسی کا رنگ اُسی کی بو ہے گل میں — عیاں ہے اور عیاں ہی میں نہاں ہے
فدا ہیں بلبلیں گل شاد ہر جا — تجلی جمالی بوستاں ہے
چمن ویراں نہ گل ہے اور نہ بلبل — جلالی شان کیا باد خزاں ہے
لگانا سینچنا اور توڑنا پھر — یہی دن رات شان باغباں ہے
جو دم بھرتا ہے تیری عاشقی کا — تو پیری میں بھی وہ لوڑھا جواں ہے

ہوا غالب جو عقل و روح پر نفس
جو آنو بھی پھر تو نیم جان ہے

بچیگا صید گاہ دہر میں کون
کہ اسکے ہاتھ میں تیر و کماں ہے

اُسے مارا اسے باندھا کیا قتل
ظالم سے تیری نالاں جہاں ہے

ذرا انکا ادکر اللہ کو دیکھے
کہ خود ہی چور ہے خود پاسباں ہے

کبھی دار القضا میں ہے وہ قاضی
کبھی مجرم پہ وہ خود مہرباں ہے

عجب اس کی عیاں عیاریاں ہیں
پھر اسپر یہ کہ معشوق جہاں ہے

شانِ اللہ کیا حسیں میں ہے
تابش مہر مہ جبیں میں ہے

جو مزا عشق مہ جبیں میں ہے
وہ کہاں لطف حور عیں میں ہے

مرکزِ جملہ کائنات ہے دل
نام تیرا ہی اس نگیں میں ہے

بتکدہ جا کے کیوں نہ بت پوجیں
شانِ معبود اس مکیں میں ہے

وا نہ کرد لا الٰہ اِلّا اللہ
راز سربستہ ہاں نہیں میں ہے

آنکھیں ملتے ہی دل ہوا غائب
سحر کیا چشم سرمگیں میں ہے

ساتوں عالم کو خوب جب چھانا
تب یقیں آیا وہ ہمیں میں ہے

دیکھو سالک خدا کے گھر سے ڈر
ہر قدم راہزن کمیں میں ہے

نفس بد کا اثر معاذ اللہ
مار یہ تیری آستیں میں ہے

عرش پر تو ہے وہم کا پتلا
حق تو یہ ہے کہ حق ہمیں میں ہے

نیستی سے مراد ہے ہستی
تیرا اثبات ہر نہیں میں ہے

دیکھ آنکھوں سے اپنی وجہ اللہ
فلسفی کیا چنان چنیں میں ہے

ایک شرارہ ہے آفتاب حشر
وہ اثر آہ آتشیں میں ہے

آہو چشماں ہند میں ہے جو بات
وہ کہاں چشم حور عیں میں ہے

سارے عالم کی آفت اور بلا — غضب و شہوت اور کیں میں ہے

وہ محبت کب ہے نعمتوں میں مزا
جو محبت کی انگبیں میں ہے

وہ لبا جب سے میرے من میں ہے — کیا خوشی دل میں جان و تن میں ہے
دیکھنا دل میں دونوں عالم کا — سالکوں کا سفر وطن میں ہے
لذت ذکر پوچھتا ہے کیا — ذائقہ تا ابد دہن میں ہے
کچھ عجب جا گداز ہے دنیا — جسکو دیکھو غم و محن میں ہے
ادھر آئی بہار ادھر گو خزاں — آمد و شد عجب چمن میں ہے
مرتے ہی روح تن سے ہے باہر — سانپ کی کیچلی اک کفن میں ہے
پھول خود رو کھلے مگر افسوس — دیکھنے والا کون بن میں ہے
ہڈیاں کوہ ندیاں ہیں رگیں — ہے جو عالم میں تیرے تن میں ہے
آب پروانے آکے گرتے ہیں — شمع روشن جو انجمن میں ہے
غالب آجائے اصل فطرت پر — زور کیا عادت کہن میں ہے
مال و زر اور علم و فن میں نہیں — عزت و آبرو چلن میں ہے
سب ہوا ہے کسب خلق حسن — ساری تہذیب پیرہن میں ہے
عمل نیک کر کہ کام آئے — جان جبتک تری بدن میں ہے
جو مری طبع میں ہے مشک نہاں — وہ کہاں آہوئے ختن میں ہے
سوزش عشق پوچھتا کیا ہے — کچھ عجب لطف اس جلن میں ہے
دیکھ کر بت خدا ہی یاد آیا — کیا ادا اسکی بانکپن میں ہے

عاشقی ہے عجب جنون مگر
عقل کل اس دیوانے پن میں ہے

تمت

صحت نامہ

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
تحمس	تحمل	٣	١٢	خرمن	خرس	٥٢	١٥
نام فہم	نافہم	١٣	٧	کورے	کوری	٥٣	٢١
مجھہ کو	تجھکو	١٩	١٤	:	؛	٥٦	٢١
ورث دریخ	مورث ریخ	٢٣	٨	روسی	.	٥٨	١٩
بعیسر	بغیر	٢٦	٢	خفا	جفا	٦٥	١٤
سوحنار	سوتکار	٢٨	٦	نیار نذر	نیاز نذر	٦٨	٩
یہں	ہیں	٢٨	٢٠	بتاتا	بناتا	٦٨	١٥
تو	نو	٢٩	١٤	ہے کتہ	کنیہ ہے	٧٣	٢
ابھی	کبھی	٢٩	١٥	دولت و صال	دولت وصال	٧٦	١
زروہ	ذرہ	٣١	٩	زال و دنیا	زال دنیا	٧٦	٢١
خوبی نار	خوبی وناز	٣٣	٨	دیوانہ	دوانہ	״	״
اپ ہی	حافظ	٣٩	١	پمٹ	فضول	٧٧	٢
ئریئل رسائی	جبرئیل سے رسائی	٤٣	٦	زح	زچ	٧٩	١٤
بجدو اوادم	دابجد واادم	٤٨	١٩	چھوڑکے	چھوڑتے	״	١٥
دروسر	در	٥٠	٩	سب	سب ؛	٨٠	٨
ظاہر۔	طاہر	٥١	١٨	ابر ودوسرخ	ابر دوسرخ	٨١	١
زمین وجسم	زمین جسم	٥١	٢٠	عرق	آب	״	١٦

سفر	سقر	۸۲	۱۹	لقو	تقو	۱۶۴
پروانے	وانے	۹۴	۸	میں یہ جور	مین ہین یہ حور	۱۶۵
چھو	جی	۹۶	۱۹	سشر	سشد	۱۶۶
فوار	فولاد	۱۰۸	۸	تیر	تیرے	״
پرستش	پرستش	۱۱۰	۲۰	ڈھلے	ڈھے	۱۶۸
دھن	دن	۱۱۲	۲۰	ہو	ہوں	״
ستانیکے	سنانےکے	۱۱۳	۹	قلب	.	۱۷۷
سحر	سہرے	״	۱۲	صلوٰۃ توصوم	صلوات وصوم	۱۸۴
ہم	یم	۱۱۶	۵	ن	بن	۱۸۵
دعا	دُعا	۱۱۷	۱۹	آیتول	آیتوں	۱۸۸
سرفراز	سرمزار	۱۲۷	۹	مراحسم	مراحسم	۱۹۴
خال	قال	۱۳۰	۱۹			
تہین	رہین	۱۳۱	۵			
جہاں	کہاں	۱۳۸	۳۰			
گھن	کَن	۱۴۱	۱۳			
والباس	والنّاس	۱۵۰	۱۴			
ہے	سبنے	۱۵۱	۱			
ظہور	طہور	۱۵۲	۵			
میسر	بینر	۱۶۱	۱۰			